ناول میگزین کے نہایت ہی شاندار سلسلہ کا دسواں ناول

نوکا ڈوبی

یعنی WRECKED

ملک الشعرا ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور کے معرکۃ الآرا بنگالی

ناول "نوکا ڈوبی" کا شاندار اور پُر لطف اردو ترجمہ

از

منشی گوری شنکر لال صاحب اختر [illegible]

ایڈیٹر رسالہ جات شیخ چلی، ناول میگزین، تماشا، تفریح ۔

و افسانہ وغیرہ

لاہور

مطبوعہ [illegible] پریس لاہور

راجپال پبلشر نے گوری شنکر لال اختر [illegible]

ہوتا ہے۔ صعوبات زمانہ کے سلسلے میں جو انقلابی صورتیں دکھائی دیتی ہیں وہ اور کچھ نہیں سوائے قدرتی نظم کے نظام کی بندشیں ہیں۔ اگر روزِ روشن شاعر کی دل خوش کن زیست کی حیثیت رکھتا ہے تو رات کی تاریکیاں اس کے ٹوٹنے کی گھڑیاں ہیں۔ بچپن جوانی۔ بڑھاپا۔ موت اور زندگی یہ سب کے سب نظم ہی کے خواب و خیال ہیں جو دراصل دنیا کے سب سے زبردست بلند پایہ شاعر یعنی عالم عالم الغیب جیسے شاعر کے دماغ سے برآمد ہوئے ہیں۔ غرضیکہ جو شے یہاں ہے وہ نظم ہے نظم سے کسی طرح جُدا اور مختلف نہیں ہے۔

بچہ پہلے قدرتی طور پر نیچرل رنگ لگا ہوا آتا ہے۔ پھر تجربات کی وسعت اور مشاہدات کے زیر اثر وہ استعارات کا سہارا لیتا ہے حسینوں کی کمر میں اسے چیتے کی کمر کا منظر نظر آتا ہے معشوق کی مسکراہٹ میں اسے نو شگفتہ کنول کے غنچہ تبسم کا پتہ ملتا ہے آنکھوں کی تیکھی چتونوں خنجر اور کٹاری کی تیزی کا یقین ہوتا ہے۔ نازنینوں کی شوخی میں بجلی کی چمک اور مہ جبینوں کی تند خوئی میں موسم کی سرد مہری کا نشان ملتا ہے۔ اس وقت اس کی زبان کسی قدر مصنوعی ہو جاتی ہے مگر ہم اسے مصنوعی اس وجہ سے نہیں کہتے کہ وہ تشبیہات کی تمام قدرتی سامان کو ایک مجسم انسان کے ساتھ باہم قائم کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ یہاں تک کوئی نقص عائد نہیں ہوتا بلکہ تصوف پسند طبیعتوں کو شانِ ربوبیت سے ملی ہوئی انسانی شان کے مشاہدہ کرانے کی کوشش مد نظر رہتی ہے نادان تو یہ سمجھتا ہے کہ انسان کے سراپا کے بیان کرنے میں شاعر دنیا کے خارجی اسباب سے مدد لیتے ہوئے اس بیانی پہلو کی حقارت کرتا ہے لیکن دراصل وہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ قدرت کے تمام حسن کے سامان اس کے ایک معشوق کے سراپا میں مجسم ہیں۔ یہ ایک ایسا رمز ہے جس کو کوئی کوئی باخبر صوفی سمجھتا ہے تصوف کے شاعر کا زبردست صوفی شاعر مولینا روم جیسا انسان بھی

در شب تیرہ پوش کردست آفتاب   فہم کن واللہ اعلم بالصواب

کہہ گیا ہے۔ یہ معرفت ہے۔ یہ وہ بھید ہے جس کی واقفیت صرف کسی محرم راز کو ہو گی۔

اے نور چشم ادر نظر از دوست تو ما را
گمراہ کرد روئے تو نیم خدا را

مگر دنیا تغیر و تبدل کی جگہ ہے۔ یہاں ہر لحظہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں کسی کی حالت ایک

مشرق کو تاریکی پسند مغرب کی تقلید سوجھی۔ مگر نورانی طلعت کو تاریک ظلمت بننے میں دیر لگتی ہے۔ انقلاب بھی یکبارگی نہیں آتے۔ ہندوستان کے اور کسی حصہ میں سچے ناول نویس اب تک نہیں پیدا ہوئے۔ ناول نویسی کا سہرا بنگالیوں کے سر پہ باندھا گیا۔ خوف تھا کہ کہیں ناقص تقلید کے زیر اثر مغرب کے سفلی جذبات عشقیہ میں اثر انداز ہو کر اس کی اصلیت کو بٹہ نہ لگا دیں۔ مگر نہیں بنگال نے ایسے باکمال نثر نویس پیدا کئے جو نثر میں نظم کی خوش آیند راگنی کا نغمہ نہایت خوش الحانی سے گاتے ہیں۔ اس گروہ کا پیشوا بنکم بابو ہے۔ اس کے بعد ملک الشعرا ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور کا نمبر آتا ہے جو بلا مبالغہ نہ صرف ملک الشعرا کہلانے کا حق رکھتا بلکہ وہ کائنات سخن کا خدائے عظیم ہے۔ یہ شخص اپنی نرالی شیریں نظم کی خوبیوں کا سامان پیدا کرتا ہے۔ اس کی شان میں ہم زیادہ کیا کہیں۔ لکھنؤ کی مشہور شاعرہ حضرت جان مرحومہ کا ایک شعر یہاں نذر کرتے ہیں ؎

پری بن کر اڑے جاتے ہیں مضمون ہماری شوخیٔ تحریر دیکھو

جس وقت عقیلہ اختر نے ٹیگور کی نرگسی چیتون کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ اسے خیال تھا کہ اگر ممکن ہو۔ تو اس لاثانی مصنف کے دیگر ناول جو در اصل شیریں نظم کی خوبیوں کو اپنے اندر مقید رکھتے ہیں ترجمہ کیا جائے کیونکہ مسٹر رابندر ناتھ ٹیگور عجیب قسم کی مخلوق ہے۔ یہ بنگال کا سحر نگار جادوگر ہے۔ جو اپنی عبارت کے نشتروں سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیتا ہے۔ ؎

اثر لبھانے کا پیارے تیرے بیان میں ہے کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے

تلاش کرنے پر مجھے ان کا ایک مشہور ناول نوکا ڈوبی ہاتھ آیا جس کی پہلے مختلف ایڈیشن کی کاپیاں بڑی تلاش سے فراہم کیں مطالعہ کیا۔ دل کا جذبہ بڑا جبر کر کے اٹھا۔ قلم ہاتھ میں لیا۔ ترجمہ شروع کیا۔ اس میں شک نہیں۔ بنگالی صرف بنگال کی زبان ہے۔ مگر بنگال کے سپوت مصنفین نے اس نصف صدی کے اندر اسے اس قدر علمی جواہرات سے مالا مال کر دیا۔ کہ ہندوستان کی دوسری زبانیں جدید تصانیف کی نظر سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اور اس ٹیگور نے تو کمال کر دکھایا۔ آج بنگالی دنیا میں کون ہے جو دوسری مثل الملک کی سچائی ہے۔ مغرب کی شائستہ زبانوں کو بھی اس کا لوہا ماننے ترجمہ کی شکل میں اس کے پڑھنے کی مجبوری ہے۔ ہم نے قلم تو ہاتھ میں لیا۔ مگر اردو زبان

ی کم مایگی سدِ راہ اور مزاحم ہوئی۔ الفاظ کی بے بضاعتی مانع کار تھی۔ اگر ہندی زبان ہوتی تو پھر یہ اتارنے میں اس قدر دقت نہ محسوس ہوتی۔ کیونکہ ہندی پھر بھی اُردو سے بدرجہا فصیح اور بلیغ ہے۔ سنسکرت کی پُتری جو ہند کی دیوی ہے وہ اپنی اصلی ماں کے تمام جواہر اپنے اندر رکھتی ہے۔ مگر کام تو ہم کو ایسے پڑھنے والوں سے ہے۔ جو ہندی زبان سے ناآشنا ہیں۔ اگر ہم عربی سے لغات اور فارسی کے اصطلاحات سے کام لیتے ہیں۔ تو زبان ناقص ہوئی جاتی ہے اور اگر سنسکرت کے الفاظ جو بنگالی تصانیف میں بکثرت آتے ہیں۔ جوں کے توں استعمال کریں تو اردو خوان طبقہ کو پڑھنے کا مزہ نہیں ملتا۔ "گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل" "نہ رہ رفتن نہ جائے ماندن" "بس تنگ آمد بجنگ آمد"

اے روشنیِ طبع تو برمن بلا شدی ۔۔ مارا خراب کردی و خود مبتلا شدی

تاہم نہایت احتیاط اور محنت کے ساتھ ترجمہ کے عام فہم بنانے کی کوشش مدِنظر رکھی گئی۔ کسی کو کیا خبر ہے کہ میں نے کن کن دشواریوں اور جانفشانیوں سے اس کام کو انجام دیا ہو۔ بیشک یہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ ترجمہ ہو گیا۔ اگر وہ اچھا نہیں۔ تو برا بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا انصاف ہمارے صاحبِ بصیرت ناظرین سے متعلق ہے

امید ہے کہ جو اس کتاب کو پڑھیں گے نثر کی شگفتہ عبارت میں خوش نما نظم کی چلبلی متوالی اور اٹکھیلیاں کرنے والی نظم کی چٹکیاں کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ اس سے زیادہ اور کیا کہوں۔

تسلیم اینہا بسیہ و سرشکست

لاہور ۲۴ مئی ۱۹۱۹ء

فقیر اختر

نوکا ڈوبی کے ترجمہ میں میرے نوعمر دوست مسٹر اتے کے رامجے نے قابلِ قدر مدد دی ہے۔ اور اپنے قیمتی وقت کا کثیر حصہ صرف کیا ہے۔ اس لیے اُن کا شکریہ اگر ادا نہ کروں۔ تو ناسپاسی کا مجرم ہونگا۔

اختر

نوکا ڈوبی

۱

رمیش اب کی مرتبہ حسب دستور وکالت کے امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ اس پر کسی کو کوئی شک نہ
تھا کیونکہ وہ نہایت ذکی اور محنتی شخص تھا۔ سرسوتی ماتا اس پر بہت مہربان تھیں۔ جب سے
اس نے پڑھنا شروع کیا تھا۔ اس وقت سے اسے برابر وظیفہ ملتا تھا۔ امتحان کے بعد اسے گھر جانا
ضروری تھا مگر اس مرتبہ اسے کسی نے ٹرنک میں سامان قرینے سے جماتے اور گھر جاتے ہوئے نہیں دیکھا
باپ نے جلد مکان آنے کیلئے اسے خط پر خط بھیجے۔ رمیش نے جواب میں لکھ دیا کہ نتیجہ نکلنے کے بعد
وہ روانہ ہوگا۔

انندا پرشاد بابو کا لڑکا جوگیندر رمیش کا کلاس فیلو تھا۔ اور وہ پاس کے مکان میں رہتا تھا۔ انندا بابو
برہمو تھے۔ ان کی لڑکی ہیم نلنی نے اسی سال ایف اے کا امتحان دیا تھا۔ رمیش ہمہ اوقات ان کے
گھر چائے پیا کرتا تھا۔ اکثر وہ چائے پینے وہاں جایا کرتا تھا۔

ہیم نلنی نہانے کے بعد بال سکھانے کیلئے کوٹھے کی چھت پر ٹہلتی رہتی تھی۔ رمیش
بھی اپنے مکان کی چھت پر ایک کنارے بیٹھا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ گو پڑھنے کیلئے یہ جگہ نہایت ہی
موزوں تھی لیکن اگر غور سے دیکھا جاتا تو اس کی توجہ بٹ جاتی تھی۔

اب تک شادی کے متعلق فریقین میں کسی قسم کی تجویز نہیں قرار پائی تھی۔ انندا بابو نے اس تجویزی
سے کیوں کام نہیں لیا۔ اسکی ایک بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ ایک لڑکا بیرسٹری کا امتحان پاس

خوابگاہ میں چلے گئے۔

دوسرے دن رمیش صبح کی گاڑی میں روانہ ہوا۔ اسے باپ کی رائے کے برخلاف کچھ کہنے سننے کا ذرا بھی حوصلہ نہ ہوا۔

(۲)

کچھ پتہ کر رمیش نے سنا۔ اُس کی شادی کی ساعت مقرر ہو گئی ہے۔ اور لڑکی بھی دیکھی جا چکی ہے۔ برج موہن بابو کے بچپن کے دوست ایشان جب وقت وکالت کرتے تھے۔ اس وقت برج موہن بابو کی حالت اچھی نہ تھی۔ ایشان کی مدد سے ہی اُن کی حالت سدھری تھی۔ جب ایشان کی موت ہوئی اُس وقت معلوم ہوا کہ اُن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ قرضدار ہیں۔ اُن کی بدھوا بیوی اور ایک لڑکی دونوں نکبت اور ذلت کے شکار ہوئے۔ وہی لڑکی آج شادی کے قابل ہو گئی تھی۔ برج موہن بابو نے اُسی کے ساتھ رمیش کی شادی تجویز کی تھی۔ رمیش کے بعض دوستوں نے برج موہن بابو سے یہ بھی کہا تھا۔ سنا ہے کہ لڑکی دیکھنے میں بہت اچھی نہیں۔ برج موہن بابو نے کہا میں ان تمام باتوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔۔۔ انسان تو صرف پھول نہیں۔۔۔۔۔ اور پرجاپتی بھی نہیں ہے کہ سب سے پہلے حسن دیکھا جائے۔ لڑکی کی ماں جیسی ستی ساوتری ہے۔ لڑکی بھی اگر ایسی ہی ہو تو رمیش کو اپنی خوش قسمتی پر فخر کرنا چاہیئے۔

شادی کی خبر سن کر رمیش کا چہرہ پژمردہ ہو گیا۔ وہ مغموم و مایوس ہو کر بیٹھنے لگا۔ اس نے کتنی ہی تدبیریں سوچیں لیکن چھٹکارا پانے کا راستہ نہ تھا۔ بالآخر جی کڑا کر کے باپ کے پاس گیا۔ اور بولا۔ بابا! میں یہ شادی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ میں نے کسی اور جگہ وعدہ کیا ہوا ہے۔

برج موہن۔ ایں۔ کیوں؟

رمیش۔ :

برج موہن۔ لڑکی والوں سے سب بات چیت طے ہو گئی ہے۔

رمیش۔ نہیں ہنوز بات چیت ونپٹ آئی ہے ی۔

برج موہن۔ اگر نہیں ہوئی تو جیسے اب تک خاموش رہے۔ اسی طرح اور تھوڑے دنوں تک خاموش رہو۔

تیزی اور سبزت تھی مگر آسمان کا رنگ بالکل نیلا دکھائی دیتا تھا۔ آس پاس کے درختوں کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ ہوا بند تھی۔ ملاح پسینے سے شرابور تھے۔ شام کے وقت تاریکی سے پہلے ہی ملاحوں نے کہا بابو جی! کشتی یہاں پر ٹھہرانی چاہیے کیونکہ بہت دور تک کنارہ نظر نہیں آتا۔ بہت ممکن ہے، بابو نہیں چاہتے تھے کہ دیر ہو جائے اس لیے۔۔ یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ آج چاندنی رات ہے سیدھے چلے چلو۔ وہ راستہ طے کر لیں گے انعام ملے گا۔ کشتی چلی۔ ایک طرف کنارے سے دھواں دھواں کا غبار سا اُٹھ رہا تھا دوسری طرف سر نیوا کے پیچھے چاند نکلا مگر اُس کی رنگت کسی شرابی کی آنکھ کی طرح گدلی تھی۔

آسمان کی بلندیوں سے نیچے تک بادلوں کا نام و نشان نہیں تھا۔ یکایک بادلوں کی گرج سنائی دی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ گرد و غبار اُڑتا ہوا زور شور سے چلا آتا تھا۔ ملاحوں نے سفینہ والوں کا غل مچایا۔ مگر بعد میں کیا ہوا؟ کوئی کچھ نہ کہہ سکا۔ ہولناک ایک زبردست جھونکے نے تمام چیزوں کو تہہ و بالا کر دیا۔ کشتیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

(۳)

طپش کم ہو گئی۔ دریا کی نیلی وادی پر چاندنی صاف شفاف روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دور سے سفید پوش بیوہ کی طرح نظر آتی تھی۔ ندی میں نہ کوئی کشتی تھی اور نہ دھوپ میں اُٹھتی ہوئی لہریں۔ مریض کی تکالیف کے بعد موت جس طرح تمام دکھوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح دریا پر سکون طاری تھا۔ رمیش کو جب ہوش آیا تو دیکھا۔ کہ وہ دریا کے کنارے ریت پر پڑا ہوا ہے۔ کیا ہو گیا؟ یہ جاننے کیلئے اسی فکر میں غرق رہا۔۔۔

۔۔۔ اس کے بعد یکایک تمام واقعات ایک خوفناک خواب کی طرح اس کے ذہن میں چکر لگانے لگے۔ اُسکے باپ اور دیگر لوگوں کی کیا حالت ہوئی۔ یہ معلوم کرنے کیلئے وہ اُٹھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ مگر کہیں کوئی نظر نہ آیا۔ وہ ریت کے کنارے کنارے چلنے لگا۔

چاندنی سے بچوں کی طرح دور دور پھیلی تھی۔ وہ کسی غریب یا بیمار بچے کی طرح آسمان کی طرف نگاہیں سیکڑے بہت نظر آ رہا تھا۔ ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر وہ جھانکنے لگا۔ یکایک ایک سرخ کپڑے کی جھلک دکھائی دی۔ دوڑتا دوڑتا وہاں آیا۔ دیکھا کہ ایک نئی نویلی دلہن سرخ شادی کا لباس پہنے ہوئے بے ہوش پڑی ہے۔ رمیش بے ہوش شخص کو ہوش میں لانے کی تدابیر سے واقف تھا۔ بہت دیر تک

نوکا ڈوبی

وہ انہیں تدابیر سے کام لیتا رہا۔ اُسنے آہستہ آہستہ سانس لی۔ اور آنکھیں کھول دیں۔ رمیش تکان
سے چور چور ہو رہا تھا۔ اس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ لڑکی سے کوئی سوال جواب کرتا۔

لڑکی اس وقت تک بھی ہوش میں نہیں آئی تھی۔ اسکی نگاہیں اوپر کی طرف تھیں۔ رمیش
نے دیکھا۔ اب اسکے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ اس سنسان میدان میں موت و زندگی کے واقعات
پر غور کرنے لگا۔ اس وقت چاندنی روشنی کسی قدر غبار آلودہ تھی۔

کون کہتا ہے سوشیلا خوبصورت نہ تھی۔ اگرچہ اس کا نیم شگفتہ چہرہ چھوٹا سا تھا۔ تاہم اس
وسیع اور لا محدود آسمان اور اس چاند کی نورانی شعاعوں میں بھی دیکھنے کے قابل چیز تھی۔ رمیش
سب کچھ بھول گیا۔ اُسنے سوچا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ شادی کے شور و شر سے بھرے ہوئے مکان میں نہیں دیکھا
اچھا ہی کیا۔ اس وقت نہ تو بہت اور ایسے دیکھ سکتا تھا۔ سراسر خالی رسمی کی ادائیگی سے جس قدر
زیادہ نباہ سکتا تھا۔ اس سے کہیں زیادہ اب ہو گیا۔ موت و زندگی کی کشمکش میں اس نے رشتہ محبت میں جکڑ
دیا ہے۔ اور یہ اس وقت جیسے ایشور نے الطاف و اکرام کے طور پر دی ہے۔

جب بہو ہوش میں آئی۔ تو اُسنے اپنے بے ترتیب لباس کو ٹھیک کیا۔ اور گھونگھٹ نکالا
رمیش نے پوچھا۔ تمہاری کشتی کے اور سب لوگ کہاں ہیں؟ کچھ بتا سکتی ہو؟

اُسنے جواب میں صرف سر جھکا دیا۔ رمیش نے پوچھا! کیا تم تھوڑی دیر یہاں ٹھہر سکتی ہو؟
اتنے میں میں چاروں طرف گھوم پھر آؤں۔ اور اگر ممکن ہو۔ تو کوئی پتہ لگاؤں؟

لڑکی نے اس بات کا بھی کوئی جواب نہ دیا۔ مگر اسکا تمام جسم جیسے شرم و حیا سے بول اٹھا کہ
یہاں مجھے اکیلے چھوڑ کر نہ جائیے!

رمیش سمجھ گیا۔ وہ اٹھ کر چاروں طرف تاکنے لگا۔ کہیں کوئی آثار نظر نہ آئے۔ اپنے رشتہ داروں
کو پکارنے لگا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔

رمیش نے دیکھا! بہو دونوں ہاتھ سے اپنا منہ ڈھانکے رو رہی ہے۔ اور سسکیاں بھر رہی
ہے۔ رمیش نے کچھ نہیں کہا چپ چاپ اسکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لڑکی کا رونا کم نہ ہوا۔ ......
رمیش کی آنکھوں سے بھی آنسو کا سیلاب رواں ہوا۔

جب رونا بند ہوا۔ اس وقت چاند ڈوب گیا تھا۔ رات کی تاریکی میں یہ ویرانہ مقام

عجیب و غریب خواب کی طرح معلوم ہونے لگا۔ ریت کی نیم سفید چکیلی پٹ لوک کی طرح غبار آلودہ تھی ستاروں کی مدہم روشنی کے عکس سے دریا کا بعض بعض حصہ سانپ کی کینچلی کی طرح جابجا جھلملا کر جگمگ کر رہا تھا۔

اس وقت لڑکی کے خوف سے سرد مگر نازک چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو پکڑ کر رمیش نے آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچا۔ خائف لڑکی نے کسی قسم کی مدافعت کا اظہار نہیں کیا۔ انسان کو اپنے پاس دیکھنے کیلئے وہ اس وقت بے چین ہو رہی تھی۔ زبردست خوفناک تاریکی میں ہانپتی ہوئی کانپتی ہوئی سانس کی رفتار سے رمیش کے سینہ پر پناہ لیا۔ اس نے ایک روحانی سکھ کا احساس کیا۔ اس وقت آہستہ شرمانے کا موقعہ نہیں تھا۔ رمیش کے دونوں بازوؤں میں آہستہ خود اپنی جگہ پیدا کر لی۔

جب صبح کا تارا اپنی جھلملاتی ہوئی روشنی سے غروب ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا مشرقی حصہ میں بگلوں ندی کی سطح پر جب آفتاب کی زریں نسی اور ندی کا پانی [illegible] نظر آنے لگا اس وقت دیکھا گیا۔ رمیش ریت کے فرش پر بے خبری سے سو رہا تھا۔ اور اس کے سینہ پر نئی بہو بھی سر رکھے ہوئے محو خواب تھی۔ بالآخر جب صبح کی دھوپ انکے جسم پر پڑی۔ اس وقت دونوں بیدار ہوئے۔ اس وقت انہیں معلوم ہوا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔ بلکہ بہتے ہوئے کہیں سے آگئے ہیں۔

(۴)

صبح کے وقت ندی میں بہت سی چھوٹی چھوٹی کشتیاں دکھائی دیں۔ رمیش نے انہیں میں سے ایک چھوٹی سی کشتی کرایہ پر لی۔ اور عزیز و اقارب کو تلاش کرتا ہوا بہو کو لیکر گھر کی طرف روانہ ہوا۔ گاؤں کے نشانات پر پہنچتے ہی رمیش نے سنا کہ اسکے باپ و دیگر رشتہ داروں کی مردہ لاشیں ندی میں ملی ہیں سوا ان چند ملاحوں کے اور کسی کے زندگی کے آثار نہیں تھے مگر بہو کی بوڑھی ماں جو بہو کے ساتھ تھی رمیش کو دیکھ کر زور زور سے چلانے لگیں۔ محلے کے جو لوگ برات میں گئے تھے ان کے گھروں میں بھی کہرام مچ گیا۔ کسی کے گھر میں بھی شادمانے نہیں بجا کسی نے بہو کا خیر مقدم نہ کیا بلکہ منہ پھیر کر بھی انکی طرف کسی نے نہ دیکھا۔

رسومات مرگ کی ادائیگی سے پیشتر ہی رمیش نے بہو کو لیکر کہیں اور جانے کا ارادہ ظاہر کیا

مگر جائیداد کا معقول انتظام کئے بغیر جانے میں بہت سی رکاوٹیں نظر آئیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی نہایت ہی نامناسب تھا کہ وہ بغیر رسومات مرگ ادا کئے ہوئے کہیں چلا جائے۔

ایسے موقعہ پر کسی قسم کے راگ رنگ کی باتوں کا موقعہ نہ تھا۔ پہلے جیسا سننے میں آیا تھا کہ بہو بالکل کمسن ہے۔ ایسا نہیں تھا گاؤں کی نوعمر لڑکیاں اسے بالغ سمجھ کر حقارت کا اظہار کرتی تھیں نتیجہ ایسی لڑکی کے ساتھ کس طرح محبت کی بازی رچائی جائے۔ مگر چونکہ رمیش کو کسی کتاب میں باوجود تلاش کے بھی کوئی بات نہ ملی تعجب خیز بات یہ ہے کہ رمیش کا تعلیم کی روشنی سے منور دماغ اندر ہی اندر ایک تعجب خیز رس سے بھرپور ہو کر اس چھوٹی سی لڑکی کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ وہ خیالی طور پر اسے لکھ کی لکشمی سمجھ کر اپنی آئندہ زندگی کو نہایت ہی خوشگوار بنانے کا تہیہ کر چکا تھا۔ اس خیال اور شوق تصور نے اسکی چھوٹی سی بیوی کو اسے جوان اور بچوں کی ماں کی شکل میں عجیب و غریب انداز سے پیش کیا۔ جیسے مصور اپنی خیالی تصویر اور شاعر اپنی نظم کا خوبصورت ترخاکہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھتا ہے۔ رمیش اسی طرح اس چھوٹی سی لڑکی کو پیش نظر رکھکر دل ہی دل میں اسکی خوبصورت تصویر کا پیکر ابھار رہا تھا۔

(۵)

اس حالت تقریباً تین ماہ گذر گئے جائداد اور گھر گرہستی کا معقول انتظام ہو گیا ضعیف عورتیں تیرتھوں میں رہنے کی خواہش کرنے لگیں۔ محلے کی عورتوں میں سے بھی چند تیار ہو گئیں۔ دو ایک بہو نیں اس نئی بہو سے ملیں۔ رمیش کے ساتھ اس لڑکی کی محبت کی بھی گرہ رفتہ رفتہ مضبوط ہونے لگی۔ اکثر شام کے وقت کھلی چھت میں آسمان کے نیچے دونوں بیٹھے اٹھتے تھے۔ رمیش کبھی کبھی یکایک پیچھے سے آکر لڑکی کی آنکھیں اپنے ہاتھوں سے بند کر دیتا تھا۔ اسکا سر اپنی گود میں رکھ لیتا تھا۔ جب رات کو تھکی ماندی پہلے سو جاتی تھی۔ رمیش اسے طرح طرح کی کوشش کر کے جگاتا تھا ایک دن شام کو رمیش نے اس کا جوڑا پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور کہا۔ سوشیلا! آج تمہارا جوڑا اچھا نہیں بنا لڑکی نے جھٹکے سے کہا۔ بھلا! تو بتاؤ۔ کہ تم لوگ مجھے سوشیلا کہکر کیوں پکارتے ہو؟

رمیش اس سوال کی تہ تک نہ پہنچ سکا حیرت انداز سے اسکے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

بہو نے کہا۔ میرا نام تبدیل ہونے سے کیا میرے نصیب دور ہو جائیں گے۔ میں تو بچپن سے

ہی سبز قدم اور بدنصیب ہوں۔ . . . . جب تک زندگی میں میری قسمت کیونکر تبدیل ہوگی؟

یکایک رمیش کا سینہ دھڑکنے لگا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ . . . . یہ کیا؟ سبز قدم یہی خیال اسکے دل میں بار بار پیدا ہوا۔ اسنے پوچھا "بچپن سے ہی تم کیوں بدنصیب اور سبز قدم ہو؟"

بہو نے کہا! میرے پیدا ہونے سے پیشتر ہی میرے باپ مر گئے تھے۔ اور میرے پیدا ہونے سے چھ ماہ بعد ہی ماں مر گئی۔ ماما کے گھر میں طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں تھیں۔ یکایک سنا کہیں سے آکر تم نے مجھے پسند کر لیا۔ دو دن میں شادی ہو گئی۔ اسکے بعد تو تم نے سب کچھ دیکھا ہی ہے کیسی کیسی مصیبتیں پیش آئیں"

رمیش تکیہ پر سر رکھکر لیٹ گیا۔ اس وقت چاند نکل آیا تھا۔ اسکی روشنی کسی قدر سیاہی مائل ہو گئی تھی۔ رمیش کو دوسرا سوال کرتے ہوئے خوف معلوم ہونے لگا۔ جو کچھ اسے معلوم ہوا تھا۔ خواب تصور کر کے بھولنا چاہتا تھا۔ بے ہوش شخص ہوش میں آکر جیسے سانس لیتا ہے وہ ویسے ہی جنوبی ہوا چلنے لگی۔ چاند کی چھٹکتی ہوئی روشنی میں بے چین کوئل کوک رہی تھی۔ ساتھ ہی جیسے گنگا کے کنارے بندھی ہوئی کشتیوں پر ملاحوں کے گیت نے آسمان تک کو گونج دیا تھا۔ بہت دیر تک بہو نے کوئی جواب نہ پاکر نہایت آہستہ آہستہ رمیش کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "سو رہے ہو؟"

رمیش نے کہا "نہیں"۔

اس کے بعد بھی رمیش کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ بہو آہستہ آہستہ سو گئی۔ رمیش اٹھ کر بیٹھ گیا اور بہو کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے سوچنے لگا "کاتب قسمت نے اس کے سر نوشت میں جو پوشیدہ تحریر لکھی ہے۔ اس میں سے آج تک کوئی بھی بات معلوم نہیں ہوئی۔ اپنے حسن ولطافت میں یہ خوفناک انجام کس طرح پوشیدہ ہے؟

رمیش جان گیا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے۔ نہ ہی اسکے ساتھ میری شادی ہوئی ہے۔ مگر یہ کس کی بیوی ہے۔ وہ یہ کسی طرح معلوم نہ کر سکا۔"

اسنے پوچھا "شادی کے وقت تم نے جب پہلے پہل مجھے دیکھا تھا۔ اس وقت تمہارے دل میں کیا خیال پیدا ہوا؟

"لڑکی نے کہا میں نے تو نہیں دیکھا۔ آنکھیں نیچے کر رکھی تھیں"۔

رمیش: "تم نے میرا نام بھی نہیں سنا تھا؟"

کملا: "جی۔ جب ان سے سنا کہ شادی ہونے والی ہے اسی دن شادی بھی ہو گئی ... میں نے تمہارا نام نہیں سنا۔ ماں جی نے مجھے جلدی جلدی رخصت کر دیا۔"

رمیش: "اچھا تم نے لکھنا پڑھنا تو سیکھا تھا۔ اپنا نام تو لکھ دو! دیکھوں" . . ..

یہ کہکر رمیش نے اسے کاغذ پنسل دی۔ اسنے کہا۔ میرا نام بہت آسان ہے۔ ... یہ کہہ کر اسنے بڑے بڑے حرفوں میں اپنا نام لکھا "شریمتی کملا دیوی"۔

رمیش: "اچھا! ماما جی کا نام لکھو"

کملا نے لکھا "شری یت تارنی چرن چٹوپادھیائے" لکھکر اسنے پوچھا "کہیں غلط تو نہیں لکھا؟"

رمیش نے کہا "نہیں" "اچھا اپنے گاؤں کا نام تو لکھو"

اس نے لکھا "چیندان نگر"

بڑی مشکل سے رمیش نے بدقت کچھ پتہ لگا لیا۔ اس نے سوچا۔ بہت ممکن ہے کہ اسکا شوہر اسی طوفان میں ڈوب گیا ہو۔ اگر کسی طرح اسکی سسرال کا پتہ بھی لگ جائے پھر بھی معلوم نہیں سسرال والے اسے قبول کریں۔ اس میں بھی شک ہے۔ اگر اسکے ماما کے گھر بھیج دوں۔ تو بھی خرابی کا خوف ہے کیونکہ بہت عرصہ دوسرے کے گھر میں بہو کی صورت میں رہنے کے بعد آج اگر اصلی حالت کا اظہار کیا جائے تو سماج اسکی نہ معلوم کیا گت بنائے گا۔ اسے کہاں جگہ ملے گی؟ اگر اسکا شوہر زندہ بھی ہو تو اسے کیونکر قبول کریگا؟ اس وقت یہ لڑکی جہاں بھیجی گئی وہیں اسکے لیے مصیبت کا سمندر کنارا موجود ہے۔ بیوی کے علاوہ اور کسی طرح رمیش اسے اپنے گھر نہیں رکھ سکتا تھا۔ کسی اور جگہ بھی رکھنے کا امکان نہیں تھا۔ اپنی بیوی تسلیم کر کے بھی رکھنا مناسب نہیں۔ رمیش نے پیار محبت آرزوں اور امنگوں کی جو تصویریں تحفۂ دل پر نہایت سلیقہ سے بنائی تھیں۔ آج وہ تمام کی تمام مجبوراً مٹا دینی پڑیں۔

شرم سے رمیش کو گاؤں میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ کلکتہ جیسے زبردست شہر میں لوگوں کی بھیڑ بھاڑ میں پوشیدہ طور پر رہ کر کوئی تدبیر سوجھیگی۔ یہ سوچ کر وہ اسے کلکتہ لے آیا۔ جب جس محلہ میں وہ رہتا تھا اس سے بہت دور پر ایک نیا مکان کرایہ پر لیا۔ کلکتہ دیکھنے کیلئے کملا سخت اصرار کر رہی تھی۔ پہلے

رمیش نے کملا سے پوچھا! تم لکھنا پڑھنا سیکھو گی؟

کملا نے رمیش کی طرف دیکھکر پوچھا۔۔۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

رمیش نے پڑھنے کے بارے میں ایک پُر اثر تقریر کرتے ہوئے کہا "بہتر" کملا نے کہا! مجھے سکھاؤ

رمیش نے کہا! پھر تمہیں سکول جانا پڑے گا۔

کملا نے تحیر آمیز انداز سے کہا۔۔۔۔ سکول میں! اتنی بڑی ہو کر میں سکول جاؤنگی؟

کملا کی یہ تمکنت آمیز گفتگو سن کر رمیش نے ہنسکر کہا "تم سے تو بہت بڑی بڑی لڑکیاں سکول جاتی ہیں"

کملا نے اسکے بعد پھر کچھ نہ کہا۔ ایک دن گاڑی میں سوار ہو کر سکول گئی۔۔۔۔ بہت وسیع مکان تھا اُسنے دیکھا کہ بہت سی چھوٹی بڑی لڑکیاں ہیں۔ سکول کی مالکہ کے سپرد کر کے جب رمیش واپس آنے لگا۔ تو کملا بھی اسکے پیچھے پیچھے چلی۔ رمیش نے کہا۔ کہاں آتی ہو؟ تمہیں تو یہاں رہنا پڑیگا۔ کملا نے خوف لہجہ سے کہا۔ تم یہاں نہیں رہوگے؟

رمیش نے کہا۔ مجھے یہاں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

کملا نے رمیش کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تو میں یہاں نہیں رہ سکوں گی۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو"

رمیش نے ہاتھ چھڑا کر کہا "چھی کملا"!

یہ ملامت آمیز بات سن کر کملا کسی قدر خائف ہو گئی۔ اسکا چہرہ اتر گیا۔ رمیش مغموم ہو کر جلدی سے چلا گیا۔ مگر کملا کی وہ خائف اور مغموم شکل اسکے صفحۂ دل پر نقش ہو گئی۔

(۳)

اس مرتبہ علی پور میں وکالت کا کام شروع کرونگا رمیش کا یہ ارادہ تھا۔ مگر اسکا دل ٹوٹ گیا تھا۔ اتنی ہمت نہ رہی تھی۔ کہ وہ کام شروع کرے۔ وہ گنگا کے پل پر اور گول دیگھی کے آس پاس بلا ضرورت گھومنے لگا۔ ایک بار خیال آیا کہ کچھ دنوں کیلئے پچھم کی سیر کر آؤں۔ جبھی اُس وقت بابو انندا چرن کا خط آیا۔ انہوں نے لکھا۔ گزٹ میں دیکھا کہ تم پاس ہو گئے ہو۔۔۔۔ مگر یہ خبر تمہاری تحریر سے نہ پا کر دکھی ہوا۔ بہت دنوں سے تمہاری کوئی خیر خبر نہیں پائی۔ تم کیسے ہو؟ اور کب کلکتہ آؤ گے جلد لکھو تاکہ اطمینان ہو۔

یہاں یہ کہنا غیر ضروری نہ ہوگا۔ کہ آنند بابو کی نظر میں اٹک پہنچی۔ وہ ولایت سے بیرسٹر ہوکر آگیا تھا۔ اور ایک دولت مند شخص کی لڑکی سے اسکی شادی کی بات چیت ہو رہی تھی

اس عرصہ میں جو تمام واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ اس کے بعد ہیم نلنی کے ساتھ پہلے کی طرح ملاقات کرنا اسکا فرض ہے۔ یا نہیں۔ اسکے متعلق رمیش کسی طرح کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔ کملا کے ساتھ اس کا جو تعلق پیش نظر تھا اسکا تذکرہ کسی کے روبرو بے سود تھا۔ بے قصور کملا کو دھوکا دینا۔۔ رمیش کا تہیہ تمام باتیں صاف صاف نہ کہنے سے تو ہیم نلنی کے ساتھ اپنے پچھلے تمام حقوق سے کیا کیا فائدہ اٹھا سکے گا۔ مگر بابو انند چرن سے رشتہ کے جواب میں دیر کرنا مناسب نہیں۔ اسنے لکھا "بہت جلد پھر لکھوں گا۔ معذوریت کی وجہ سے صاف نہ ہو سکا۔ معاف فرمائیے گا"۔ اپنی نئی سکونت کا پتہ نہ لکھا۔

یہ خط ایڈریس بتائے بغیر بھیج کر دوسرے دن رمیش علی پور کی عدالت میں گیا۔

ایک دن عدالت سے نکل کر راستہ پر وہ ایک گاڑی والے سے گاڑی کا کرایہ طے کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔
عین اس وقت اسنے ایک جانی پہچانی آواز سنی۔ اس آواز میں [illegible] "بابا اپنا یکہ روکو [illegible]"

"گاڑی والے! روکو!! روکو!!!"

گاڑی رمیش کے پاس آکھڑی ہوئی۔ اس دن علی پور کے چڑیا خانہ میں آنند بابو اور انکی لڑکی کوئی نیا جانور دیکھنے گئے تھے۔ واپسی میں یہ میل ہوا۔

گاڑی میں ہیم نلنی کا دبی ملاحت آمیز سنجیدہ چہرہ۔ عطر میں بسی ہوئی دلفریب ساڑی۔ بالوں سے مزین جوڑا۔ اور ہاتھ میں سونے کی چوڑیاں دیکھتے ہی رمیش کے بجھے دل سے ہوتی ہوئی گلے تک ایک انقلاب پذیر لہر دوڑ گئی۔

آنند بابو نے کہا :۔ رمیش! میری بڑی خوش نصیبی ہے۔ کہ آج تم راستہ میں مل گئے۔ آج کل تو خط و کتابت ہی بند کردی۔ خط لکھتے ہو۔ تو پتہ بھی نہیں لکھتے۔ اسوقت کہاں چلے ہو۔ کیا کوئی خاص کام ہے

رمیش نے کہا :۔ نہیں! عدالت سے واپس آرہا ہوں۔

آنند چرن :۔ تو پھر! ۔۔ "۔ ہمارے یہاں چائے پینے چلو"۔

رمیش کا دل بھر آیا تھا۔ اس وقت کسی قسم کی پس و پیش کا موقعہ نہ تھا۔ گاڑی پر سوار ہوا شرم و حجاب دور کرکے ہیم نلنی سے پوچھا "آپ اچھی تو ہیں"۔

ہیم نلنی نے اس کا کوئی جواب دے کر کہا۔ "بڑے   آپ یہاں ہو گئے۔ مگر خبر تک نہ دی"

رشیش اس سوال کا کوئی جواب سوچنے پر بھی نہ پا کر بولا۔ "آپ اداس ہو گئیں"۔

ہیم نلنی نے مسکرا کر کہا "شکریہ۔ آپ میری خبر تو رکھتے ہیں"

آنند بابو نے کہا "تم آج کل کہاں رہتے ہو؟"

رشیش نے کہا "درزی پاڑے میں"

آنند بابو نے کہا "کیوں؟ اس کے قریب ہی تو تمہارا پہلا مکان تھا۔ وہ برا تو نہیں تھا"

جواب کے انتظار میں ہیم نلنی نے رشیش کے چہرے پر مشکوک نگاہیں ڈالیں۔ اس نگاہ نے رشیش کے دل میں ایک چوٹ پہنچائی۔

اس نے کہا: "ہاں! اسی مکان میں رہنے کیلئے سوچ رہا ہوں"

رشیش کے مکان دور کرنے کی بابت ہیم نلنی چونک گئی۔ رشیش نے اسے اچھی طرح محسوس کیا۔ پھر بھی صفائی کرنے کی اب کوئی تدبیر نہیں۔ یہ سوچ کر وہ دل ہی دل میں ایک درد محسوس کرنے لگا۔ کسی نے کوئی سوال نہیں کیا۔ ہیم نلنی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھتی رہی۔ رشیش خود بخود کہنے لگا "میرا ایک عزیز وہاں رہتا ہے۔ اس کی خبر گیری کیلئے میں نے درزی پاڑے میں مکان لیا ہے۔"

رشیش نے بالکل جھوٹ نہیں کہا تھا۔ ہیم نلنی متواتر باہر کی طرف دیکھتی رہی۔ بدنصیب رشیش اس کے بعد کیا کہے گا۔ وہ کچھ نہ سوچ سکا۔ ایک مرتبہ صرف یہی پوچھا "جوگیندر کا کیا حال ہے؟" آنند بابو نے کہا "وہ وکالت میں فیل ہو گیا ہے۔ ہیم کی طرف سے گھومنے پھرنے گیا ہے"

گاڑی مکان پہنچنے کے بعد اتر جانے سے پہلے دالان اور اس کی آراستہ چیزوں نے رشیش پر ایک سحر سا پھیلا دیا۔ رشیش گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ اور چپ چاپ چائے پینے لگا۔

آنند بابو نے یکایک پوچھا "اس مرتبہ تو تم بہت دنوں تک گھر ٹھہرے۔ کیا کوئی خاص کام تھا"

رشیش نے کہا "..... بابا مر گئے.."

آنند (حیرت): "ہائیں کیا کہا؟ کیسے!!!"

رشیش: "وہ پدما ندی کے راستے گھر آ رہے تھے۔ یکایک طوفان آ گیا۔ ناؤ ڈوب گئی اور وہ بھی..."

جیسے ہوا کے ایک زبردست جھونکے سے یکایک آسمان بادلوں سے صاف ہو جاتا ہے

اسی طرح یہ غم آلودہ خبر سن کر رمیش کا نسیم نلنی کے دل پر جو غبار تھا - صاف ہو گیا - نسیم نلنی نے اپنے دل ہی دل میں سوچا - بد میرا اندازہ غلط ثابت ہوا - رمیش بابو باپ کی موت کی وجہ سے غمگین اور متفکر تھے - میں ناحق انکو قصوروار ٹھہراتی رہی -

نسیم نلنی رمیش کو اور بھی زیادہ محبت کی نظروں سے دیکھنے لگی - رمیش کی توجہ کھانے پینے کی طرف نہیں تھی - نسیم نلنی نے طرح طرح کی تسلیاں دیکر اسے کھلایا پلایا - کہا "آپ بہت لاغر ہو گئے ہیں" پھر آنند بابو سے کہا - بابا! "رمیش بابو کو آج یہیں ہی ٹھہرا لیجئے"

آنند بابو نے کہا "بہت اچھا"

عین اسی وقت اکھشے آگیا - رمیش کو دیکھکر وہ دل ہی دل میں بہت کڑھا - مگر بظاہر ہنس کر بولا "رمیش بابو! میں نے تو سمجھا تھا - آپ ہم لوگوں کو بھول گئے"

رمیش نے کوئی جواب نہ دیا مسکرانے لگا - اکھشے نے کہا "آپ کے والد صاحب آپ کو جس طرح جلدی سے گرفتار کر کے لے گئے تھے - میرا خیال ہے - کہ انہوں نے آپکی شادی کئے بغیر یہاں نہیں آنے دیا ہوگا ...... پھندا کاٹ کر کیسے آ گئے؟"

نسیم نلنی نے اکھشے پر غضبناک نگاہیں ڈالیں - آنند بابو نے کہا - "اکھشے! انکے باپ کا [illegible]"

رمیش اپنا زرد چہرہ نیچے کئے بیٹھا رہا - نسیم نلنی دل ہی دل میں اکھشے پر بہت ناراض ہو رہی تھی - رمیش سے مخاطب ہو کر بولی - "رمیش بابو! آپ نے میرا البم نہیں دیکھا" یہ کہکر وہ فوراً البم لے آئی - اور ایک علیحدہ میز کے پاس بیٹھکر تصویریں دکھانے لگی - یکایک آہستہ سے پوچھا "رمیش بابو کیا آپ اپنے مکان میں تنہا رہتے ہیں؟"

رمیش نے کہا: "ہاں!"

نسیم نلنی: "میرے پاس والے مکان میں آپ آنے میں دیر نہ کیجئے گا" -

رمیش نے کہا: "نہیں! میں اسی سوموار کو آجاؤنگا"

نسیم نلنی: میں سوچ رہی ہوں - کہ آپ سے فلاسفی پڑھ لیا کرونگی -

رمیش نے ایک خاص مسرت کا اظہار کیا -

(۸)

رمیش نے قدیم مکان آنے میں دیر نہ کی۔ اس سے پہلے ہیم نلنی کے ساتھ جو کسی قدر مغائرت
تھی۔ وہ اس باعث بالکل جاتی رہی۔ رمیش اُن سب میں ایسا مل گیا۔ گویا وہ بھی اُسی کا گھر ہے۔ ہنسی
دل لگی، راگ رنگ اور ڈھولک کی دھوم دھام مچ گئی۔

رات دن تعلیم میں مصروفیت اور محنت شاقہ کی وجہ سے اسکا چہرہ کسی قدر پژمردہ ہوگیا
معلوم ہوتا تھا۔ گویا ہوا کے ایک جھونکے سے جسم کمر سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس وقت وہ بہت
کم سخن ہو گئی تھی۔ اور اسکے ساتھ بات کرنے میں خوف معلوم ہوتا تھا۔ اس خوف سے کہ مبادا کوئی
نامناسب بات زبان سے نکل جائے۔ اور وہ ناراض ہو۔

بہت تھوڑے دنوں میں ہی اُسکی حالت تبدیل ہو گئی۔ زرد رخساروں پر ملاحت نظر آنے
لگی۔ اُسکی آنکھیں بات بات میں ہنسی کی ایک دلفریب جھلک کا نظارہ دکھا کر ناچ اُٹھتی تھیں
پہلے وہ اپنے لباس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتی تھی۔ اور اس سے نفور تھی۔ یکایک یہ تبدیلی
کیوں واقع ہوئی۔ اسے کوئی نہ جان سکا۔ . . . سوائے اس انتریامی پرماتما کے اور کون جان سکتا ہے

فرض کے احساس اور اسکے بار گراں سے دب کر رمیش بھی بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ غور و خوض
کی طاقت نے اُسکے جسم کو زار و نزار بنا دیا تھا۔ آسمان کے چمکتے ہوئے ستارے اِدھر اُدھر چکر لگاتے
ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ مگر دل کے تمام خیالات اور احساسات اپنی اپنی جگہ پر خاموشی سے بیٹھے
تھے۔ . . . رمیش بھی اس متحرک دنیا میں اپنی کتابوں اور خیالات سے گھبرا کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آج
اس قدر خوش کیوں ہے۔ ہاں آج اگر کوئی اُسکے مذاق کا معقول جواب نہ دے سکتا تھا۔ تو وہ ہنستا تھا
اگرچہ اُس نے اب تک بال بنانے نہیں شروع کئے تھے۔ تاہم اُسکی چادر پہلے کی طرح میلی نہیں رہتی
تھی۔ اُسکے تمام جسم میں ایک لطف خیز شوخی آگئی تھی۔

(۹)

محبت کے متوالوں کے لئے نظم میں جو لوازمات قرار دئے گئے ہیں۔ وہ کملا میں عنقا صفت

ہیں۔ وہاں اشوک اور مولسری کے پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کی قطار کہاں؟ وہ دھوبی کے شگفتہ پھولوں کی پیچ دار بیلیں کہاں؟ کوئل کی میٹھی تانیں یہاں کہاں؟ پھر بھی اس قدرتی حسن سے خالی نئے شہر میں محبت کا فسوں ساز دیوتا مایوس ہو کر واپس نہیں جاتا۔ گاڑی گھوڑے کی زبردست بھیڑ میں، ٹرام وے کے شور و شر سے بھرپور راستہ میں یہ قدیم دیوتا اپنے دھنش کو چھپائے ہوئے دن رات چکر لگاتا ہے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے؟

رمیش و ہیم نلنی چمڑے کی دوکان کے سامنے ایک بنئے کی دوکان کے پاس کولوٹولہ میں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ عشق و محبت میں وہ کسی سے پیچھے تھے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے؟ اس کی حیثیت بلی کے بچے ہرن سے بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ وہ جب رمیش کے پاس آتے تھے تو رمیش اُس سے اس محبت سے پیش آتا۔ کا سلوک کرتا تھا۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔

ہیم نلنی نے امتحان پاس کرنے کی مصروفیتوں کے باعث سلائی پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی مگر اب اُدھر کچھ دنوں سے اپنی ایک سہیلی سے سلائی کا کام سیکھنے لگی تھی۔ رمیش سلائی وغیرہ کو فضول اور غیر ضروری سمجھتا تھا۔ فن ادب پر ہیم نلنی کے ساتھ تبادلہ خیالات میں اسے ایک خاص حظ آتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہیم نلنی سے اچھی طرح بات چیت نہیں کرتا تھا۔ بلکہ ایک خاص بے ... اظہار کرتا تھا۔ ایک دن اُسنے کہا "آج کل آپکی توجہ سلائی کی طرف اس قدر کیوں ہے؟ جس کے لئے وقت کاٹنے کا کوئی مشغلہ نہیں۔ اسکے لئے بیشک یہ کام کرنا چاہیئے۔" ہیم نلنی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کسی قدر مسکرا کر رہ گئی۔ اکشے نے طنزیہ لہجہ میں کہا "گرہستی کیلئے جو تمام کام ضروری ہیں وہ رمیش بابو کی نگاہ میں سب فضول ہیں۔ رمیش بابو! آپ کتنے ہی تتوگیانی اور شاعر کیوں نہ ہوں؟ مگر جن باتوں کو آپ فضول اور غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ انکی اہمیت کا قائل ہونا ہی پڑے گا۔" رمیش اکشے کی ان دلائل کی تردید پر کمر باندھ کر بیٹھا تھا۔ ہیم نلنی نے مخل ہو کر کہا۔ "رمیش بابو! آپ انکی باتوں کا جواب دینے کیلئے کیوں اس قدر بے چین ہو رہے ہیں؟ باتوں باتوں میں ہی بات بڑھ جاتی ہے۔" یہ کہکر اُسنے سر نیچا کر لیا اور رمیش کی تعریف کرنے لگی۔ پھر وہی فلسفہ کا ذکر چھڑ گیا۔

ایک دن صبح رمیش نے ہیم نلنی کے پڑھنے والے کمرہ میں آکر دیکھا۔ ایک خوشنما کپڑے پہ سُرخ رنگ کا ہوا ہے۔ اس پر مخمل لگی ہے۔ مخمل پر ریشمی پھول کشیدہ کئے ہیں۔ ایک کونے میں دو رہ گیا تھا ہو

ہے۔ دوسرے کونے میں سنہری تاروں سے ایک کنول کا پھول بنا ہوا ہے۔ اس کتاب سے پوشیدہ مضامین کے پتہ لگنے میں رمیش کو ذرا دیر بھی نہ لگی۔ اس کا دل اندر ہی اندر پھول کی طرح کھل اٹھا۔ سلائی کا کام فضول اور ہیچ نہیں۔ یہ اس کے دل نے بغیر کسی بحث و مباحثہ کے مان لیا۔ اس پیکٹ کو سینہ سے لگا کر وہ اس کے روبرو ہار ماننے کو تیار ہو گیا۔ یہ پیکٹ دیکھ کر اس نے لکھا۔ کاش! میں شاعر ہوتا تو آج نظم میں اپنے خیالات! اور اس قابلیت و سلیقہ شعاری کا اظہار کرتا۔ مگر قدرت نے مجھے اگر اس بہا قابلیت و دولت سے محروم رکھا ہے۔ کیا کروں میں اس تحفہ کو کس شوق اور محبت سے قبول کرتا ہوں۔ اسے سوائے اس انتریامی پرماتما کے اور کون جان سکتا ہے! ایشور نے مجھے دینے کی طاقت نہیں دی۔ مگر کسی چیز کو لینے کی طاقت بھی ایک طاقت ہے۔ دینا آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے۔ مگر لینا پوشیدہ رہتا ہے۔" یہ تحریر ہیم نلنی کے ہاتھ پڑ گئی۔ اس کے بعد اس کے متعلق دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی۔

برسات کا موسم آیا۔ شہر والے اس موسم سے زیادہ محفوظ نہیں ہوتے جو قدرتی نیرنگیوں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ صرف انہیں کی دل بستگی کا باعث ہوتا ہے۔ برسات کا موسم صرف گاؤں والوں کو ہی پسند آتا ہے۔ دریا۔ پہاڑ اور جنگل بارش کو اپنا دوست سمجھ کر اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ بادلوں کو بھی وہاں ہی برسنے میں لطف آتا ہے۔ شہر میں تو پختہ مکان کی چھتوں۔ ترامو سے پرواہ سے بارش کے زور کو روکنے کی تدبیر کی جاتی ہے۔ مگر گاؤں میں جنگلوں میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔ ہاں زمین و آسمان کے قدرتی ملاپ کا پُر لطف نظارہ نہایت ہی خوشگوار ہوتا ہے۔ اور دل میں ایک جانگداز اثر پیدا کرتا ہے

مگر محبت کے نئے شیدائی اور متوالے اسی صف میں شامل ہیں۔ ان کی محبت کی بارش بھی رکے نہیں رکتی۔ اسی بارش نے اکشے بابو کا ہاضمہ خراب کر دیا۔ مگر رمیش اور ہیم نلنی کی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ بادلوں کا سایہ۔ رعد کی کڑک۔ بارش کا نغمہ۔ ان سب نے مل ملا کر ان کے دلوں میں ایک کیف روحانی سرور پیدا کر دیا۔ اسی بارش کی وجہ سے رمیش کا عدالت جانا موقوف ہو گیا۔ کبھی کبھی اس زور سے بارش ہوتی تھی۔ کہ ہیم نلنی مضطربانہ انداز سے کہتی "رمیش بابو! ایسی برسات میں آپ گھر جا کر کیا کریں گے؟" رمیش ہمدردانہ انداز سے کہتا "بہت دور تو نہیں ہے۔ کسی طرح چلا جاؤں گا"

ہیم نلنی کہتی۔ سردی لگ جائیگی جبھی رد جانے سے سردی کیلئے ہمیشہ کوئی پرواہ نہ تھی۔ مگر بارش کے دنوں میں آتے ہیم نلنی کی حفاظت میں رہنا پڑا۔ اگرچہ چار قدم تک کا حصہ بھی رمیش کا گھر ہوتا۔ تو بھی ہیم نلنی اکیلا جانا گوارا نہ کرتی۔ جب آسمان پر ابر ہوتا تھا۔ تو عموماً ہیم نلنی کے یہاں رمیش کی دعوت ہوتی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سردی سے جس قدر انہیں خوف تھا۔ بہت کھانے سے بدہضمی کا اتنا خیال نہ تھا۔

اسی طرح دن گذرتے گئے۔ اس خود فراموشی کا کیا نتیجہ ہوگا؟ رمیش نے پہلے اس پر غور نہیں کیا تھا۔ مگر آنند بابو برابر سوچتے تھے۔ اور سماج کے چند اشخاص بھی اس پر حاشیہ آرائی کرنے لگے۔ رمیش جس قدر پڑھا لکھا تھا۔ قوت تمیزہ اس میں اتنی نہ تھی۔ اس حالت میں اُسکی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا۔ آنند بابو اُسکی طرف آرزو مندانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ مگر کوئی جواب نہ ملتا تھا۔

(۱۰)

اکشے کا گلا کچھ بہت اچھا نہ تھا۔ مگر وہ خوب بھی بیلا بجا کر گاتا تھا۔ اس وقت خاص سمجھدار اشخاص کو چھوڑ کر معمولی سننے والوں کا مجمع بھی راس نہ ہوتا تھا۔ بلکہ اور گانے کی فرمائش و اصرار کرتے تھے۔ آنند چرن کو موسیقی سے بذاتِ خود کوئی دلچسپی نہ تھی۔ مگر یہ بات وہ ماننے کیلئے تیار نہ تھے پھر بھی وہ پاسداریٔ تہذیب مدنظر رکھتے تھے۔ اگر کوئی اکشے سے گانے پر مصر ہوتا۔ تو وہ کہتے "یہ ہمارا قصور ہے۔ بیچارہ گا سکتا ہے۔ کیا تم کو اس قدر تنگ کرنا مناسب ہے؟"

اکشے عاجزانہ انداز سے کہتا "نہیں نہیں! بابو جی آپ اسکے لیے فکر نہ کیجیے تنگ کرنیکی کوئی بات نہیں"۔

جو لوگ اصرار کرتے تھے۔ وہ جواب دیتے تھے "تو آزمائش کرنی چاہیے"۔

اس دن آسمان پر خوب بادل گھیرے ہوئے تھے۔ شام ہو چکی تھی پھر بھی بارش کم نہ ہوئی ہیم نلنی نے کہا۔ اکشے بابو! کوئی گانا سناؤ۔ یہ کہہ کر ہیم نلنی نے ہارمونیم بجانا شروع کیا۔ اکشے نے بیلا سُر ملا کر گانا شروع کیا ؎

وا اِیکھیٹہ پور وتاں . . . . . . نیند نہیں بن سیّاں

گو یہ ہندوستانی گیت سُننے والوں کی سمجھ میں اچھی طرح نہ آیا۔ مگر جس وقت اس کے بعد بلاپ کے خیال نے دل پر اپنا اثر کیا۔ اس وقت دل میں ایک جانگداز ہوک اٹھنے لگی۔ اس وقت بادل گرج رہے تھے۔ مور چلا رہے تھے۔ مگر کسی کیلئے کسی کے دل میں بےچینی کی حد نہیں تھی۔

انّدا اس گیت کے سُروں میں اپنی بےچینی کا اظہار کرنے کی کوشش میں سرگرمی دکھا رہا تھا مگر وہاں کچھ اور ہی مضمون پیش تھا۔ دو اشخاص کے دل میں اس ولولے نے مد و جزر کا عالم پیدا کر دیا تھا۔ دنیا میں جیسے کوئی شے معمولی یا بےحقیقت نہیں رہی۔ سب میں ایک خصوصیت اور دلکشی آگئی۔ تحفۂ عالم پر جتنے اشخاص پیار و محبت کی زنجیر میں پھنسے ہیں۔ سب کے دل جیسے ایک ساتھ [illegible] سے [illegible] ملنے کی خواہش میں بےچینی سے کانپنے لگے۔

اس دن جیسے بادلوں میں بجلی نظر نہیں آتی تھی۔ گانے میں وہی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ہیم نلنی نے عاجزانہ انداز سے کہا۔ انّدا بابو! بند نہ کیجئے گا۔ رنگ جما ہے۔ تو یہی بہتر ہے۔ اور ایسا ہی کوئی ایسا ہی دلسوز گیت گائیے۔

داد پاکر انّدا کا دل بھی دل میں پھولا نہ سمایا۔ تمام مکان اس راگ رنگنی کے میل سے لبریز ہو گیا۔ گویا پردوں کو چھیدتی ہوئی بجلی رہ رہ کر چمکنے لگی۔ درد مند دل اس میں پتنگا سا ہلکورے کھانے لگا

اس دن بہت رات گذرنے پر انّدا چلا گیا۔ رمیش نے رخصت اٹھتے وقت جیسے گانے کے نشیلے سُروں میں داخل ہو کر خاموشی کے ساتھ ہیم نلنی کے چہرے پر نظر ڈالی۔ ہیم نلنی نے بھی متحیر ہو کر آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ اس کی نگاہوں پر بھی گانے کا عکس پڑا ہوا تھا۔

رمیش گھر گیا۔ پانی ذرا دیر کیلئے رک گیا تھا۔ پھر ٹپ ٹپ بوندیں پڑنے لگیں۔ رمیش کو نیند نہیں آئی۔ ہیم نلنی بھی بہت دیر تک خاموش بیٹھی ہوئی خوفناک تاریکی میں بوندوں کے پڑنے کا نغمہ سننے لگی۔ اس کے کانوں میں وہی راگ گونجنے لگا۔

وائو ہے پور نیان . . . . نیند نہیں بن سیّاں

دوسرے دن صبح رمیش نے گہرا سانس لیکر سوچا۔ اگر میں گانا گا سکتا۔ تو اپنا تمام علم و ہنر اس کے معاوضہ میں نذر کر دیتا۔

مگر وہ کبھی اس طرح گا سکے گا۔ اسے یہ امید نہیں تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ میں بجانا سیکھونگا۔

اِس سے پیشتر ایک دن تنہائی میں موقعہ پاکر آنند چرن کے مکان سے پیلا اٹھنے
آئے چھیڑتے ہی سرسوتی ماتا چلا کر اُٹھ بیٹھی تھیں - اُسنے سوچا - پیلا بڑا سنگدل
یہی مناسب ہے کہ میں اُسکا خیال چھوڑ دوں - آج وہ موقعہ پاکر ایک
خرید لایا - گھر میں بیٹھ کر دروازہ بند کرکے نہائیت احتیاط سے بجا
اگر مجھے اِسکا بجانا آگیا - تو میں اس میں پیلے سے کہیں زیادہ لطف پیدا کرونگا -
دوسرے دن ہیم نلنی نے رمیش کو دیکھتے ہی کہا "آپکے مکان میں کل
رمیش نے سوچا تھا - کہ دروازہ بند کرنے پر پھر آواز باہر نہ جائیگی - مگر ایسے کان
باوجود اِس قدر احتیاط بھی رمیش کے گھر کی خبر لے آتے ہیں - رمیش نے بغیر کسی پس و پیش
مان لیا - کہ وہ ایک ہارمونیم لایا ہے - اور بجانا سیکھنا چاہتا ہے "
ہیم نلنی نے کہا - گھر کا دروازہ بند کرکے خود ہی کیوں بے فائدہ کوشش کر رہے ہو - بہتر ہوگا
کہ آپ یہاں ہی مشق کیا کریں - میں جتنا جانتی ہوں بتا دونگی -
رمیش نے کہا "میں بالکل نوآموز ہوں - مجھے سکھانے میں آپکو بہت تکلیف اُٹھانی پڑے گی
ہیم نلنی نے کہا "میں جو کچھ جانتی ہوں - وہ نوآموزوں کے سکھانے میں ہی کام آئے گا -
رفتہ رفتہ ثبوت ملنے لگا - رمیش نے اپنے آپ کو نوآموز کہا تھا - وہ صرف کسر نفسی
نہیں تھی - ایسے مہربان معلم کے پیار و محبت سے سکھانے سمجھانے پر بھی رمیش کے دماغ
میں سُروں کو جگہ نہ ملی - فن تیراکی سے بے بہرہ شخص جیسے پانی میں پڑ کر تھپیڑے کھاتا ہوا اور
پاگلوں کی طرح ناچنے لگتا ہے - ہات پاؤں پٹکنے لگتا ہے - رمیش بھی اُسی طرح سنگیت کے اتھاہ
ساگر میں پڑ کر ہارمونیم پر ہات چھیڑتا ہوا دکھائی دیا - اُس کی کوئی انگلی کبھی کہیں پڑتی تھی کبھی
کہیں - اِسکا کوئی ٹھکانا نہیں - سُر سُر میں وہ کسی قسم کا بھید نہ سمجھ کر بے لگام گھوڑے کی طرح وہ الگ
راگنی کے پردوں پر دوڑنے لگا - ہیم نلنی کہتی ہے - کیا کرتے ہو - بالکل غلط بج رہا ہے - اور جلدی سے
وہ اصلاح کر دیتی تھی -
رمیش کی غلطیوں پر ہیم نلنی ہنستی تھی - غلطی ہو بھول ہو - مگر ان سب کی تلافی قیمت ہیرا جیسے
محبت کی نگاہیں ہی اِسے نظر انداز کرتی ہیں - بچے چلنے سے پیشتر بار بار ٹھوکریں کھا کر گرتا ہے

مگر ماں اُسے حوصلہ دے دے کر اُکساتی ہے۔ بجانے میں رمیش نے جو عجیب و غریب سادگی اور لاعلمی کا اظہار کیا تھا ہیم نلنی کیلئے وہ ایک مذاق بن گیا تھا۔

رمیش اکثر کہتا: ...... "اچھا! آپ جو اس قدر ہنس رہی ہیں کیا جب آپ نے پہلے پہل سیکھا تھا۔ اس وقت غلطی نہیں کی تھی؟

ہیم نلنی جواب دیتی! ضرور کی تھی۔ مگر رمیش بابو! میں سچ کہتی ہوں کہ اتنی نہیں.....

رمیش اس بات پر برا نہیں مانتا تھا۔ وہ بجانے لگتا۔ آنند چرن گانے بجانے میں برے بھلے کی تمیز نہیں رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے "آہستہ آہستہ رمیش بابو کا ہاتھ پختہ ہوتا جاتا ہے"

ہیم نلنی کہتی۔ ہاتھ پختہ ضرور ہوتا جاتا ہے۔ مگر بے سُری ہیں۔

آنند چرن۔ نہیں نہیں! پہلے سے بہت فرق ہے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رمیش اگر برابر سیکھتے رہے۔ تو ان کا ہاتھ بہت اچھا چلنے لگے گا۔ گانے بجانے میں اور کیا ہے۔ بس مشق کی ضرورت ہے۔ سرگم پکا لیں۔ پھر سب آسان ہو جائے گا" ان باتوں پر کسی کو تردید کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ سب لاجواب ہو گئے۔

(۱۱)

ہر سال درگا پوجن کی تعطیلوں میں آنند چرن ہیم نلنی کو لیکر اُسکے بہنوئی سے ملنے جبلپور جایا کرتے تھے۔ بھادوں کا مہینہ آدھے سے زیادہ گذر گیا تھا۔ پوجا کی چھٹیوں میں دیر نہیں تھی آنند بابو اپنی تیاریوں میں سرگرم تھے۔

رمیش ان دنوں نہایت تندہی اور جانفشانی سے ہارمونیم سیکھنے میں مصروف تھا۔ ایک دن باتوں باتوں میں ہیم نلنی نے کہا۔ رمیش بابو! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دنوں تبدیل آبہوا کی ضرورت ہے۔

آنند چرن نے سوچا ہیم نلنی ٹھیک کہتی ہے۔ بولے! رمیش! جبلپور کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔ اور تندرستی کیلئے تو بہت مفید!

ہیم نلنی۔ رمیش بابو! آپ نے "نربدا جھرنا" دیکھا ہے؟

رمیش۔ نہیں!!!

ہیم نلنی۔ ضرور دیکھنا چاہیئے
آنند چرن:۔ اچھا تو ہے۔ رمیش بابو! ہمارے ساتھ چلو۔ آب و ہوا تبدیل ہو جاوے گی اور سیر بھی ہو جاوے گی۔

رمیش کچھ سوچ سمجھ کر راضی ہو گیا۔ اس دن رمیش کا دل جیسے ہواؤں میں اڑنے لگا بے چین دل کی حرکت کو کسی ایک راستہ میں چھوڑ دینے کیلئے وہ اپنے مکان میں دروازہ بند کر کے ہارمونیم لیکر بیٹھ گیا۔ آج وہ بے خود ہو گیا۔۔۔۔۔ پاگلوں کی طرح اسکی انگلیاں ناچنے لگیں ہیم نلنی کے جانے کی بات سن کر اسکا دل کئی دنوں فکر و تشویش کا جھولا جھولتا رہا تھا۔ آج مسرت کے جوش میں گانے بجانے کے تعلق میں ہر طرح کی پابندی اور آزادی کو وہ بھول گیا تھا۔

اتنے میں کسی نے رمیش کے دروازے پر دھکا مار کر کہا: ٹھہرو رمیش بابو کیا کرتے ہو؟ رمیش نے نہایت محجوب ہو کر دروازہ کھولا۔ اکھشے نے مکان میں داخل ہو کر کہا رمیش بابو! گلا میں چھپ کر کیا غلط سلط بجا رہے ہو۔

رمیش نے اپنا قصور مان لیا۔

اکھشے نے کہا: رمیش بابو!! اگر آپ برا نہ مانیں۔ تو میں ایک بات کہوں؟

رمیش بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔

اکھشے۔ آپ نے یہ سمجھا ہے۔ کہ میں ہیم نلنی کے برے بھلے کی جانب سے بے پرواہ نہیں ہوں

رمیش نے ہاں نہیں کچھ بھی نہیں کہا۔ وہ چپ چاپ سنتا رہا۔

اکھشے: اس کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ مجھے یہ دریافت کرنے کیلئے پورا اختیار حاصل ہے۔ کیونکہ میں بابو آنند چرن کا دوست ہوں

یہ بات رمیش کو بہت بری معلوم ہوئی۔ مگر اسے سخت اور دنداں شکن جواب دینے کی مشق نہ تھی۔ اس نے نرم لہجہ میں کہا۔۔۔۔۔ ان کے تعلق میں میرا کوئی برا مقصد ہے۔ یہ شک آپکے دل میں کیونکر پیدا ہوا آخر آپ نے کوئی بات دیکھی ہو گی۔

اکھشے:۔ دیکھئے! آپ ہندو ہیں۔ آپ کے والد مرحوم کٹر ہندو تھے۔ یہ میں جانتا ہوں بعد

میں آپ شاید ہیمن کے یہاں شادی کریں اسی خوف سے وہ اُنکی شادی کرنے کیلئے ویس لے گئے تھے۔

یہ خبر اکھئے تک پہنچنے کا خاص سبب تھا۔ کیونکہ اکھئے نے ہی رمیش کے باپ کے دل میں یہ شک پیدا کردیا تھا۔ رمیش تھوڑی دیر تک بھی اکھئے کے منہ کی طرف نہ دیکھ سکا۔
اکھئے نے کہا! کیا اپنے والد کی وفات کے بعد کیا آپ اپنے کو خود مختار سمجھتے ہیں۔ اُنکی خواہش کیا رمیش اب برداشت نہ کرسکا۔ بولا! دیکھئے۔ اکھئے بابو! میرے ساتھ دوسرے کو لپیٹ کر اگر آپ کو مجھے اپدیش دینے کا اختیار ہے۔ تو دیجئے میں سنتا رہونگا مگر میرے والد صاحب کے ساتھ میرا جو تعلق ہے۔ اُنکے متعلق آپ کسی قسم کی بات کرنے کا مجاز نہیں رکھتے۔
اکھئے نے کہا! بہت اچھا اگر یہ تو بتایئے۔ کہ ہیم نلنی کے ساتھ شادی کرنے کا خیال ہے۔ یا نہیں۔ یہ بات آپکو بتانی ہوگی
رمیش کے دل کو چوٹ پر چوٹ لگی۔ وہ خشمگیں انداز سے بولا۔ دیکھئے اکھئے بابو آپ اُن کے دوست ہو سکتے ہیں۔ مگر میرے ساتھ آپ کا کوئی خاص تعلق نہیں۔ اسلئے مہربانی فرماکر آپ یہ گفتگو بند کریں۔
اکھئے: میرے بند کرنے سے پیشتر ہی آپ زیادتی سے کام نہ لیتے۔ تو کوئی بات ہی نہ تھی مگر سماج میں آپ جیسے لوگوں کیلئے ساکھ نہیں۔ گو آپ بڑے آدمی ہیں۔ اور آپکی نگاہ میں چھوٹی چھوٹی باتیں کبھی وقعت نہیں رکھتیں۔ تاہم آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ کہ ایک شریف شخص کی لڑکی کے ساتھ آپ جیسا سلوک کر رہے ہیں۔ وہ کہاں تک جائز اور مناسب ہے۔ آپ کسی طرح اپنے آپکو جواب دہی سے نہیں بچا سکتے۔ ۔ ۔ ۔ جسے آپ پیار کرتے ہیں اُسی پیار کی وجہ سے سماج کے لوگ اُس سے نفرت کریں گے۔
رمیش: آپکی یہ دوستانہ نصیحت میں شکریہ کے ساتھ مانتا ہوں۔ میرا جو فرض ہے میں اُسکا فیصلہ بہت جلد کرونگا۔ اور اُسکے تکمیل میں سرگرم رہونگا۔ اسکے متعلق آپ بے فکر رہیں اس تعلق میں آپکو زیادہ تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔
اکھئے: رمیش بابو! آپکی یہ دانشمندانہ گفتگو سن کر میں بہت خوش ہوا۔ اتنے عرصہ بعد آپ نے

اپنے فرض کی جانب توجہ دی اور اس کی تعمیل پر کمر بستہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ مجھے کچھ دن
کی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب آپکے گانے بجانے میں مخل ہوا۔ اس کے لیے معافی کا خواستگار
اب آپ شوق سے گانا بجائیے میں رخصت ہوتا ہوں یہ کہہ کر رگھو وہاں سے چلا گیا۔
اس کے بعد باجے کی دردبھری صدائیں نہیں سنائی دیں رمیش سر جھکائے ہوئے اور دونوں
ہاتھوں سے اپنا ماتھا چھپائے ہوئے لیٹ گیا بہت دیر تک وہ اسی حالت میں پڑا رہا۔ گھڑی نے
پانچ گھنٹیاں بجائیں تو وہ اٹھا۔ اسنے اپنے مرلی کی بابت کیا سوچا معلوم نہیں۔ جو سعی کے گھر جو روزانہ
دو پیالے چائے کے پی لیا کرتا تھا۔ آج اس میں بھی کشش نظر نہ آئی۔
حکیم تلنٹی نے متوجہ ہو کر کہا۔ رمیش بابو آج آپ اس قدر اداس کیوں ہیں؟
رمیش نے کہا۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔
بابو آنند چرن نے کہا کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے ہاضمہ کی شکایت ہے۔ حکیم! ایک گولی
میں دیتا ہوں۔ اسے کھا لیجیے طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔
حکیم تلنٹی نے ہنس کر کہا۔ بابا وہ گولی اثر نہیں کرتی۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔
آنند:- نقصان بھی نہ کرے گی میں نے اب تک جتنی گولیاں کھائی ہیں۔ ان سب میں اسے سود مند پایا
حکیم تلنٹی: میری سمجھ میں تو وہ گولی کچھ بہت نفع بخش نہیں۔
آنند:- تمہیں کسی بات پر یقین نہیں آتا۔ اچھا! انگھے سے پوچھو میرے حلق سے اترتے ہی نیند آ جاتی
کہیں ثبوت کیلئے گواہ نہ بلایا جائے۔ اس خوف سے حکیم تلنٹی کو لاجواب ہونا پڑا۔ انگھا گواہ خود بخود
ہی حاضر ہو گیا۔ آتے ہی آنند بابو سے بولا۔ بابو جی! مجھے ایک گولی اور دیجیے۔ اس سے بہت
فائدہ ہوا ہے۔ آج طبیعت ہلکی معلوم ہوتی ہے۔
آنند بابو خود نمائی کے جوش میں آ کر فاتحانہ انداز سے حکیم تلنٹی کی طرف دیکھنے لگے

(۱۲)

گولی کھانے کے بعد بابو آنند چرن نے انگھے کو بعد خدمت کرنا نہ چاہا۔ انگھے نے بھی جانے
کیلئے کوئی خاص اصرار نہیں کیا۔ وہ رمیش کے چہرے کی طرف تکلیف دہ انداز سے دیکھنے لگا۔ رمیش

کی نگاہیں یکایک کسی اور طرف نہیں جاتی تھیں۔ مگر آج کی اِن نگاہوں نے اُس کے دل پر ایک خاص اثر کیا۔ اور وہ پیچ و تاب کی حالت میں آگیا۔

چائے کا وقت رفتہ رفتہ قریب آرہا تھا۔ ہیم نلنی دل ہی دل میں اِس خبر کی بابت سوچ کر بہت خوش ہوتی تھی۔ اُس نے سوچا تھا۔ کہ آج رمیش بابو آئیں گے۔ تو اُن سے اِسکے متعلق بہت سے مشورے کروں گی۔ وہاں کیا کیا کتابیں لے چلنی ہونگی۔ دونوں مل کر ایک فہرست مرتب کرینگے۔ رمیش صبح سویرے آئیں گے۔ کیونکہ چائے پینے کے وقت اکیلے یا کوئی نہ کوئی ضرور آجاتا ہے۔ اُس وقت بات کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔

مگر آج رمیش اور دنوں سے بھی زیادہ دیر میں آیا۔ اسکے چہرے کا رنگ بھی بدلا ہوا تھا تفکر کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔ ہیم نلنی کے حوصلوں پر پانی پھر گیا۔ موقعہ پاکر اُسنے رمیش سے آہستہ آہستہ پوچھا "آج آپ بہت دیر سے آئے؟"

رمیش نے بے پروائی سے کہا "ہاں! آج ذرا دیر ہوگئی"۔

ہیم نلنی نے آج صبح صبح بہت جلدی جلدی اپنا جوڑا باندھا تھا۔ اور کپڑے بدلکر اُسنے کتنی ہی بار گھڑی دیکھی۔ بہت دیر تک وہ یہ سوچتی رہی۔ کہ گھڑی غلط ہے۔ ابھی بہت دیر نہیں ہوئی جب بہت دیر ہوگئی۔ گھڑی کے پاس بیٹھ کر کچھ سیتی ہوئی اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرنے لگی۔ اِتنے میں رمیش آگیا۔ اُسکا متفکر چہرہ دیکھکر اُسے کچھ بازپرس کی ہمت نہ ہوئی۔ گویا اُسکے صبح آنے کی اُمید ہی نہ تھی۔

ہیم نلنی کسی طرح چائے وغیرہ سے فارغ ہوئی۔ گھر کے ایک کونے میں چھوٹی سی میز پر کتنی ہی کتابیں رکھی تھیں...... ہیم نلنی نے کسی طرح رمیش کی توجہ منعطف کرنے کیلئے کتابیں اٹھا کر کمرہ سے باہر جانے کی کوشش کرنے لگی۔ اُس وقت یکایک رمیش کی توجہ کا رُخ بدلا۔ جلدی جلدی پاس آکر بولا "یہ سب کہاں لیئے جارہی ہو۔ کیا آج کتابوں کا انتخاب نہیں کرو گی؟"

ہیم نلنی کے ہونٹ کانپ رہے تھے بہت کوشش سے اپنے آنسوؤں کو روک کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی "ٹھہرو نہ! ابھی کتابوں کا انتخاب کرتی ہوں!" یہ کہکر وہ الٹے پاؤں چلی گئی اور اوپر خوابگاہ میں جاکر کتابیں وغیرہ پھینک دیں۔

رمیش کا دل اور بھی بے چین ہو گیا۔ اکشے نے دل ہی دل میں ہنس کر کہا "رمیش بابو! معلوم ہوتا ہے۔ آج آپکی طبیعت کسی قدر ناساز ہے"!

رمیش نے اسکے جواب میں نیم کشادہ لہجہ میں کیا کہا۔ ٹھیک طرح سمجھ میں نہیں آیا۔ آنند چرن نے طبیعت کی بابت سن کر کہا۔ "یہ تو میں نے رمیش کو دیکھتے ہی کہا تھا"!

اکشے نے منہ بنا کر ہنستے ہنستے کہا "جسم کی طرف سے تو رمیش بابو بالکل بے پرواہ سے ہو بیٹھے ہیں۔ اُن کا مزاج شاہانہ ہے۔۔۔۔ کھانا ہضم نہ ہو۔ تو چنداں پرواہ نہیں کرتے۔ رمیش بابو! آپ کی رائے تو یہ ہے۔ کہ آپ بابو آنند چرن کی گولی استعمال کیجئے۔

رمیش نے کہا۔ بابو آنند چرن جی آج مجھے ایک خاص بات کرنی ہے۔ اسی لیے بیٹھا ہوں۔

اکشے نے کرسی سے اٹھ کر کہا۔ یہ دیکھیئے! رمیش بابو تمام باتیں دل کے اندر ہی رکھتے ہیں اکشے کے جانے پر رمیش نے جوتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "آنند بابو! آپ مجھے اپنے عزیز کی طرح مانتے ہیں۔ یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے۔ اسکا شکریہ کیونکر کروں زبان قاصر ہے"۔

آنند چرن نے کہا "خوب! تم میرے جوگن کے دوست ہو۔ اگر تم کو اپنا عزیز نہ مانوں تو کیا مانوں"؟

ویسا چہرہ تو ہوا۔ مگر اس کے بعد وہ کیا ہے رمیش ہر چند سوچنے پر بھی کچھ طے نہ کر سکا آنند بابو نے رمیش کی سہولیت کیلئے کہا۔ "رمیش، تم جیسے لڑکے کو پا کر میں کس قدر خوش ہوا ہوں۔ کیا یہ میری کم خوش نصیبی ہے"؟

اس کے بعد بھی رمیش کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا۔

آنند چرن نے کہا: دیکھو بیٹا! تمہارے متعلق باہر کے لوگ بہت سی باتیں کرنے لگے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں جیسم نلنی شادی کے قابل ہو گئی ہے۔ اس وقت اسکے ملنے والوں پر نظر رکھنی بہت ضروری ہے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا۔ رمیش کا میں بہت اعتبار کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ ہمارے ساتھ کبھی کسی قسم کے جعل و فریب سے کام نہ لے گا۔

رمیش :۔ میری نسبت تو سب کچھ آپ کو معلوم ہے۔ اگر آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں تو۔۔۔۔۔۔

آنند چرن :۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں میں نے ایک طرح پر سب کچھ طے کر رکھا ہے

صرف تمہاری مصیبتوں کی وجہ سے دن مقرر نہ کر سکا۔ مگر اب دیر کرنا مناسب نہیں سماج میں اس تذکرہ کو لیکر لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں جتنی جلدی ممکن ہو۔ اس تذکرہ کو تھوڑے دنوں کیلئے روک دینا چاہیئے۔ کیوں! تم کیا کہتے ہو؟

رمیش:- آپ جیسا فرمائیں گے۔ وہی ہوگا سب سے پہلے ہیم نلنی کی رائے لینا ضروری ہے

انندچرن:- یہ تو درست ہے۔ ... بات بھی طے پا گئی ہے تا ہم کل صبح اس سے دریافت کر لونگا

رمیش:- اب انکو سونے کیلئے دیر ہو رہی ہے۔ اب جا رہا ہوں۔

انندچرن:- ذرا ٹھہرو! میری خواہش ہے۔ کہ جبلپور کی روانگی سے پیشتر ہی شادی ہو جائے

رمیش:- آپ کے جانے میں دیر تو نہیں ہے۔

انندچرن:- نہیں! ابھی تو دس دن باقی ہیں۔ اگلے اتوار کو اگر تمہاری شادی ہو جائے تو بھی دو تین دن باقی رہینگے۔ اس وجہ سے میں اتنی جلدی کر رہا ہوں۔ مجھے اپنی صحت کا بھی خوف ہے۔

رمیش نے اتفاق ظاہر کیا اور ایک ... گلاس پانی پی کر گھر چلا گیا۔

۱۳

کالج کی چھٹیاں ہونے والی تھیں۔ دوران تعطیل میں کملا کو بورڈنگ میں ہی رکھنے کیلئے رمیش نے ادھیا پکا سے فیصلہ کر لیا۔

رمیش نے علی الصباح اٹھ کر ستسان میدان میں گھومتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ شادی ہو جانے پر ہیم نلنی سے کملا کے تمام حالات کہدیگا۔ اسکے بعد کملا سے بھی تمام حالات کہنے کا موقعہ مل جائے گا۔ اور کملا ہیم نلنی کے ساتھ آرام سے رہیگی۔ مذہب میں رہنے سے طرح طرح کی باتیں لوگ کہینگے۔ اسلئے اس نے ہزاری باغ میں رہ کر وکالت کرنے کا ارادہ کیا۔

میدان سے واپس آ کر رمیش انندچرن کے گھر گیا۔ زینہ پر چڑھتے ہوئے ناگہاں ہیم نلنی کا سامنا ہوا۔ اگر کوئی اور دن ہوتا۔ تو ہیم نلنی ضرور کچھ بات چیت کرتی۔ مگر آج اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور اسی سرخی میں کسی قدر مسکراہٹ کی ہلکی ہلکی شعاعیں افق کی جھلملاہٹ کی

طرح جلوہ گر ہوئی۔ ہیم نلنی نے منہ پھیر کر سر نیچا کر لیا۔ آنکھیں جھک گئیں اور وہ چلی گئی

رمیش نے ہیم نلنی سے جو گت سیکھی تھی گھر جا کر اسی پر خوب مشق کرنے لگا۔ مگر ایسی ہی گت تو تمام عمر نہیں بجائی جا سکتی۔ ۔ ۔ ۔ ایک نظم کا مجموعہ پڑھنے لگا۔ خیال آیا۔ اِن راگنیوں کے الاپ میں اس قدر بلند پروازی کہاں؟ اُس کے محبت سے لبریز دل کی بلند پروازیوں تک کسی شاعر کے خیالات کی رسائی محال تھی۔ شاعروں میں تصنع ہوتا ہے مگر اس میں اصلیت تھی۔ اصل اور نقل کا فرق ہر شخص کو معلوم ہے۔

ادھر ہیم نلنی بھی تھکان نہ محسوس کرنے والی مسرت میں غرق ہو کر اپنے گھر کے تمام کام کاج ختم کر کے دوپہر کے وقت خوابگاہ کا دروازہ بند کر کے سلائی میں مصروف تھی۔ اُس کا چہرہ نہایت مطمئن اور مسرور دکھتا تھا۔ اور اُسکی اُمنگیں اور آرزوئیں شاد کام ہو کر اسکے اردگرد چکر لگا رہی تھیں

چائے کے مقررہ وقت سے پیشتر رمیش کتاب اور رومال پھینک کر ہیم نلنی کے گھر آیا۔ اس سے پہلے ہیم نلنی سے ملنے میں کسی قسم کی دیر نہ ہوتی تھی۔ مگر آج اُسنے چائے خانہ میں جا کر دیکھا ہیم نلنی وہاں نہیں ہے۔ دوسری منزل میں بھی وہ نظر نہ آئی۔ وہ اب تک اپنی خوابگاہ میں تھی۔

آنند چرن بابو میز کے پاس ہی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رمیش رہ رہ کر تجسس آمیز نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

پاؤں کی آہٹ ہی۔ مگر گھر میں آیا کون؟ اکشے! بے تکلف لہجہ میں بولا! رمیش بابو آپکے گھر گیا تھا۔۔ رمیش کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔

اکشے نے ہنسکر کہا۔ رمیش بابو! خوف کی کیا بات ہے۔ میں آپ پر حملہ کرنے تو نہیں گیا۔ خوشخبری سنکر دوستوں کا فرض ہے کہ مبارکباد دیں۔ میں بھی اپنا فرض ادا کرنے گیا تھا۔

یہ بات سنکر آنند چرن کو خیال آیا کہ ہیم نلنی موجود نہیں۔ اُسکو آواز دی۔ جواب پا کر وہ خود ہی اوپر جا کر کہنے لگا ہیم! یہ کیا! تم ابتک سلائی میں مصروف ہو۔ چلو تمہارے رمیش اور اکشے آگئے ہیں۔

ہیم نلنی نے چہرہ سرخ کرکے کہا "بابا! میری پیالی اور بھی بھیج دو۔ آج میں سلائی کا کام ختم کرنا چاہتی ہوں۔"

آنند چرن: یہی تو تم میں نقص ہے جب کسی چیز کو لے بیٹھتی ہو۔ تو دوسری طرف تمہاری نظر ہی نہیں جاتی۔ جب پڑھنے پر آتی ہو تو کتاب ہاتھ سے نہیں چھٹتی۔ اب سلائی کا سودا ہے تو تمام کام بند کر دئے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ چلو چائے پیو۔ یہ کہکر بابو آنند چرن نے زور سے ہیم نلنی کا ہاتھ پکڑ لیا اور نیچے لے گئے۔ ہیم نلنی آنکھیں نیچے کئے ہوئے چائے پلانے میں مصروف ہو گئی۔

آنند چرن نے یکایک کہا "ہیم! یہ کیا کر رہی ہو۔ میرے پیالہ میں تم نے شکر کیوں ڈال دی! میں تو اپنی چائے میں کبھی شکر نہیں ڈالتا!"

اکشے نے ہنستے ہوئے کہا۔ آج وہ کوئی نصیحت نہیں رکھنا چاہتیں۔۔۔۔۔ آج تو سب کو مٹھائی تقسیم کرینگی!"

ہیم نلنی کے ساتھ یہ مذاق سنکر رمیش کیلئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کیا۔۔۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ شادی کے بعد اکشے سے کوئی تعلق نہ رکھونگا!!

اکشے نے کہا "رمیش بابو! آپ اپنا نام تبدیل کیجئے۔

رمیش نے چیں بجبیں ہو کر کہا "کیوں!"

اکشے نے اخبار کھولکر کہا۔۔ "یہ دیکھو! آپکے نام کے ایک شخص نے دوسرے کا نام رکھکر امتحان پاس کیا تھا۔۔۔ یکایک گرفتار کیا گیا!"

ہیم نلنی جانتی تھی رمیش اسکا جواب نہیں دے سکے گا۔ اسی لئے آتنی دیر اکشے نے جو رمیش پر چوٹ کی تھی۔ وہ خود اسکا جواب دینے پر تیار ہو گئی۔ غضبناک لہجہ میں ذرا مسکراکر بولی "اکشے نامی مہذب شخص چیلخانہ میں ہیں"!

اکشے نے کہا! "یہ دیکھو! دوست ہو کر نیک مشورہ دینے سے آپ ناراض ہوتے ہیں! تو پھر سچی سچی بات اور پورا پورا قصہ کہتا ہوں۔ آپ تو جانتی ہیں۔ میری چھوٹی بہن شرت ششی لڑکیوں کے مدرسہ میں پڑھنے جاتی ہے۔ اسنے کل شام آکر کہا "دادا! تمہارے رمیش بابو کی

بیوی ہمارے سکول میں پڑھتی ہے۔

میں نے کہا بہو تو پگلی! ہمارے رمیش بابو کو چھوڑ کر کیا اور دوسرا رمیش اس دنیا میں نہیں

شرت نے کہا: "تو جو ہو! وہ اپنی بیوی کے ساتھ بڑی بے انصافی کرتے ہیں۔ چھٹیوں میں عموما تمام لڑکیاں گھر چلی جاتی ہیں مگر وہ اپنی بیوی کو بورڈنگ میں رکھنے کا انتظام کرکے ہیں میں نے ابھی وقت اپنے دل ہی دل میں کہا "یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ شرت نے جیسی غلطی کی ہے کیا ایسی غلطی کوئی اور بھی کر سکتا ہے"!

آنند چرن ہنس کر بولے "اکھئے تم کیا پاگلوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ کہ رمیش کی بیوی سکول میں پڑھتی ہے۔ اور روتی ہے؟ ہمارے رمیش بابو کیا اپنا نام تبدیل کر لیے؟

میں اُس وقت رمیش کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور وہ وہاں سے فوراً چلا گیا۔ اکھئے نے کہا "رمیش بابو! آپ ناراض ہو کر کیوں جاتے ہیں! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے آپ پر شک کیا ہے ... یہ کہہ کر وہ رمیش کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔

آنند چرن نے کہا "بات کیا ہے"؟

ہیم نلنی رونے لگی! آنند چرن نے بیتابانہ انداز سے کہا "ہیم تم روتی کیوں ہو"!

ہیم نلنی نے روتے روتے روندھے ہوئے گلے سے کہا "بابا! اکھئے بابو بہت زیادتی کرتے ہیں ... وہ ہمارے گھر میں ایک شریف کی ایسی بے عزتی کیوں کرتے ہیں۔

آنند چرن نے کہا "اکھئے نے جو کچھ کہا تھا وہ صرف مذاق میں" تم اسے اس قدر سنجیدہ بنا رہی
اس قسم کا مذاق ناقابل برداشت ہے۔ یہ کہہ کر ہیم نلنی جلدی سے اوپر چلی گئی

اس مرتبہ کلکتہ آ کر رمیش نے کملا کے شوہر کا پتہ لگانا شروع کیا بہت تفتیش کرنے سے اسے کسی طرح کملا کے ماموں تارنی چرن بابو کا پتہ لگا۔ معلوم ہوا۔ وہ دھوبی پاڑے میں کسی جگہ رہتے ہیں۔ اسے خط لکھا!

رمیش نے آج صبح ہی اس خط کا جواب پایا جو تارنی چرن نے لکھا تھا۔ اس میں واقعہ کے بعد ان کے داماد ڈاکٹر نلنی کانت کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ رنگ پور [illegible] تھے ... وہاں خط لکھ کر انہیں معلوم ہوا کہ وہاں بھی کسی کو کوئی پتہ نہیں لگا۔ ان کا اصلی

رمیش چلا گیا۔ کام ہے! دنیا میں صرف کام ہی مقدم ہے۔ تو کیا محبت باہر انتظار کرتی ہی رہے گی۔

شرد ورت کے پاس صاف شفاف دن نے جیسے ایک گہرا سانس لیا۔ اپنی مسرت گاہ کا سنہری پھاٹک بند کر دیا۔ حسیم نلنی نے ہارمونیم کے پاس ہی کرسی ہٹا کر میز کے پاس بیٹھ کر سلائی کرنے لگی۔ سوئی چبھنے لگی۔ صرف باہر ہی نہیں۔ اندر بھی۔ رمیش کا کام بھی جلد ختم نہ ہوا۔ کام راجہ کی طرح اپنا پورا وقت لیتا ہے۔ اور محبت مفلس ہے!

(۱۳)

رمیش آنند چرن کے کمرہ میں داخل ہوا۔ اسوقت بابو آنند چرن ایک اخبار ہاتھ میں لئے ہوئے آرام کرسی پر سو رہے تھے۔ رمیش کے اندر گھستے ہی وہ کھانس کر اٹھ بیٹھے۔ اور اخبار دیکھکر بولے۔ دیکھا رمیش! اس مرتبہ ہیضہ میں کتنے لوگ مرے۔

رمیش نے کہا:۔ شادی کچھ دنوں کیلئے ملتوی کرنی پڑیگی۔۔۔ مجھے ضروری کام ہے

آنند چرن کے دماغ سے مرے ہوئے لوگوں کی فہرست غائب ہو گئی۔ ذرا دیر تک رمیش کے چہرے کی طرف نظر غائر سے دیکھکر بولے۔ رمیش! یہ کیا بات ہے۔ فہرست جو دیدیا گیا ہے!

رمیش نے کہا:۔ اس اتوار کو چھوڑ کر اگلے اتوار کی تاریخ رکھ دیجئے۔ اس عرصہ میں سب کو اطلاع ہو جائے گی۔

آنند چرن:۔ رمیش: تم نے مجھے لاجواب کر دیا۔ مگر یکایک ملتوی کرنے کی وجہ کیا ہے: اور ایسا کونسا کام آپڑا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔

رمیش:۔ وہ بہت ضروری کام ہے۔ دیر کرنے سے خرابی کا احتمال ہے۔

آنند چرن کٹے ہوئے کیلے کے درخت کی طرح آرام کرسی پر گر پڑے۔۔۔ بولے اچھا اگر تمہارا نقصان ہے تو میں بخوشی اجازت دیتا ہوں جو جی میں آئے کرو۔ اگر تو یہ کو رد کرنے کا خیال ہے۔ تو یہی ہی! لوگ جس وقت مجھ سے پوچھیں گے۔ تو میں کہدونگا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ رمیش کو جس میں سہولیت نظر آئی۔ انہوں نے وہی کیا۔ اب کب انہیں سہولیت ہوگی

!

یہ وہی کہہ سکتے ہیں!

رمیش نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُسنے اپنا سر نیچے کر لیا۔ آنند چرن نے پوچھا ہیم نلنی سے یہ سب باتیں ہو چکی ہیں؟

رمیش: نہیں! اُنہیں ابھی تک کچھ معلوم نہیں!

آنند چرن: اُس کا جاننا تو بہت ضروری ہے۔ تمہاری اکیلے کی شادی تو نہیں۔

رمیش: پہلے آپ سے کہنے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر اُسے!

آنند چرن نے آواز دی! ہیم! ہیم!!

ہیم نلنی نے مکان میں داخل ہو کر کہا۔ کیا بابا؟

آنند چرن: رمیش کہتے ہیں۔ اُنہیں کوئی خاص کام ہے۔ اسوقت وہ شادی کرنے پر تیار نہیں ہیم نلنی کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اُسنے رمیش پر نظر ڈالی۔ دیکھا! رمیش قصور وار ملزم کی طرح لاجواب ہو کر بیٹھ رہا۔

ہیم نلنی کے پاس یہ خبر اس طرح پہنچے گی۔ رمیش کو خواب میں بھی یہ خیال نہ تھا۔ اس طرح یہ ناخوشگوار بات یکایک ہیم نلنی سے کیونکر کہونگا۔ وہ یہی سوچتا تھا ہیم نلنی کے دل کے نازک ترین حصوں میں اس سے جو چوٹ پہنچی۔ رمیش نے اُسکا احساس خود اپنے دل میں کیا۔ مگر جو تیر ایک بار ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ واپس نہیں آتا۔ رمیش نے گویا صاف طور پر دیکھا۔ کہ یہ بے درد تیر ہیم نلنی کے دل میں اچھی طرح چبھا۔ اور اس چوٹ سے اُسکی حالت غیر ہو گئی۔

ایسی بات جب منہ سے نکل گئی پھر کس طرح اُسے واپس لے۔ کوئی تدبیر نہیں سب سچ ہے۔.... شادی اسوقت ملتوی کرنی پڑیگی۔ رمیش کو ضروری کام ہے۔ کیا کام ہے؟ اُسکا بھی اظہار کرنا اُسے منظور نہیں۔ اس پر پھر حاشیہ آرائی کیونکر کی جا سکتی ہے؟

آنند چرن نے ہیم نلنی کی طرف دیکھکر کہا۔... انہیں کو کام ہے۔ اسلئے اس بارہ میں تم جو مشورہ دو وہی کیا جاوے۔

ہیم نلنی نے سر نیچا کر کے کہا۔ بابا! میں یہ کچھ نہیں جانتی۔ موسم برسات کے گھنگھور بادلوں میں ڈوبتے ہوئے سورج کا پژمردہ چہرہ جیسے روشنی سے خالی جھلک دکھا کر اسی میں مل جاتا

یہی نظارہ دکھا کر شمیم نلنی چلی گئی۔

آنند چرن اخبار کو میز پر رکھکر پڑھنے کا بہانہ کرکے سوچنے لگے۔ رمیش خاموشی سے بیٹھا رہا یکایک رمیش چونک کر وہاں سے چلا گیا۔ بڑے کمرہ میں جا کر اُسنے دیکھا شمیم نلنی خاموشی سے کھڑکی کے پاس کھڑی ہے۔ اُسکی نظروں کے سامنے پوجا کی چھٹیوں کا لطف اُٹھانے والا کلکتہ شہر دریا کے جوار کی طرح نظر آیا۔ تمام کوچے اور سڑکیں شور سے بھرپور تھیں۔ رمیش یکایک شمیم نلنی کے پاس جانے سے ہچکچانے لگا۔ پیچھے سے بہت دیر تک اُسکی طرف پرسکون نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ موسم سرما کی سہ پہر کی روشنی طرح کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی خاموش اور پرسکون شمیم نلنی نے رمیش کے صفحۂ دل پر کبھی نہ مٹنے والی لکیر کھینچ دی۔ خوبصورت گل رخسار بل کھاتی ہوئی کمر۔ شانوں پر پڑے ہوئے گیسوئے خمدار بل کھا رہے تھے۔ بالوں کے نیچے سنہری ہار کا کچھ حصہ نظر آرہا تھا۔ بائیں شانے پر لہراتا ہوا آنچل یہ تمام ایک ایک تیر کی طرح اسکے دل پر چوٹ لگا کر مسکن گزین ہوگئے۔

رمیش آہستہ آہستہ شمیم نلنی کے پاس آکر کھڑا ہوا۔ شمیم نلنی رمیش کو دیکھکر راستہ کے لوگوں کیلئے جیسے بہت بےچینی کا احساس کرنے لگی۔ رمیش نے رندھے ہوئے گلے سے کہا "آپ سے میری ایک درخواست ہے!"

رمیش کے گلے کی تکلیف کو شمیم نلنی نے محسوس کیا۔ دم کے دم میں شمیم نلنی کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا۔ رمیش بول اُٹھا "تم مجھ پر بدیقینی نہ کرنا۔" رمیش نے آج پہلی بار شمیم نلنی کو تم کہا تھا رمیش اور کچھ نہ کہہ سکا۔ اُسکی آنکھوں میں آنسو دکھائی دیئے۔ اُس وقت شمیم نلنی کی درد آلودہ نگاہیں رمیش کے چہرہ پر ٹھہر گئیں۔ اُن نگاہوں میں سکون تھا۔ اِسکے بعد اُس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ رخسار تر ہوگئے۔ دیکھتے دیکھتے اُس کھڑکی کے نیچے دونوں اشخاص میں سے ایک کا دل پرسکون اور گفتار سے خالی اطمینان اور تسلی کا احساس کرنے لگا۔

کچھ دیر آنسوؤں کے اِس تلاطم خیز دریا میں خاموشی سے غوطے کھاتا ہوا ایک گہرا سانس لیکر رمیش نے کہا "میں نے اِس وقت ہفتہ بھر کیلئے شادی ملتوی کرنے کی تجویز کی ہے۔ کیا اِسکا سبب تم جاننا چاہتی ہو؟"

حسیم نلنی نے خاموشی سے اپنا سر جھکالیا۔ ... وہ نہیں جاننا چاہتی۔
رمیش نے کہا:- شادی کے بعد میں تمہیں حالات بتاؤنگا۔
رمیش کی یہ بات سن کر حسیم نلنی کے رخسار کا ایک حصہ سرخی مائل نظر آنے لگا۔
آج کھانا پکاتے وقت جب حسیم نلنی رمیش کے ملنے کیلئے بے چین ہو رہی تھی۔ اس وقت وہ طرح طرح کی ہنسی مذاق کی باتیں مشورے اور مختلف شکلوں کی خیالی تصویریں دل پر بنا رہی تھی۔ مگر اس تھوڑی سی دیر میں دو دلوں کے درمیان اعتبار کا ہار تبدیل ہو گیا تھا وہ جو آنسو آنکھوں سے گر پڑے۔ ۔ بات چیت کچھ نہیں ہوئی۔ کچھ دیر کیلئے دونوں پاس ہی کھڑے رہے ... یہی مسرت تھی یہی دل شانتی تھی۔ اسکا اندازہ وہ عالم تخیل میں بھی نہ کر سکی۔
حسیم نلنی نے کہا "تم ایک بار بابا کے پاس جاؤ۔ وہ کسی قدر ناراض ہیں"۔
رمیش خوشی خوشی دنیا کی چھوٹی بڑی چوٹیں سینہ پر برداشت کرنے کے لیے چلا گیا

(۱۵)

آنند چرن نے دوبارہ اپنے کمرہ میں رمیش کو آتا دیکھکر اس پر تحیرانہ نگاہیں ڈالیں۔
رمیش نے کہا۔ اگر آپ نوید کی فرد میرے ہاتھ میں دیں۔ تو میں آج ہی خطوط لکھدوں
آنند چرن نے کہا! تو پھر تم نے دن تبدیل کرنے کا ہی فیصلہ کیا ہے"۔
رمیش نے کہا! ہاں اسکے سوا اور کوئی تدبیر ہی نظر نہیں آتی"۔
آنند چرن نے کہا: دیکھو معاف کرنا میں اس میں دخل نہ دونگا۔ تمام انتظامات تم کو ہی کرنے پڑینگے میں لوگوں کی تمسخر آمیز ہنسی نہ دیکھ سکونگا شادی ہو اوکو تم نے بچوں کا کھیل بنادیا ہے۔ اسلئے مجھ جیسے سن رسیدہ شخص کا اس معاملہ میں دخل دینا بھی نامناسب ہے یہ لو۔ نوید کی فرد۔ اس میں میں نے کتنے ہی روپے ضائع کردیئے۔ بار بار اس طرح روپیہ برباد کروں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔
رمیش نے تمام اخراجات اپنے سر پر لیے۔ وہ انتہائی کوشش کر رہا تھا۔ اتنے میں

آنند چرن نے کہا "رمیش! شادی کے بعد تم کہاں وکالت کرو گے؟ کچھ ٹھیک کیا ہے؟ کلکتہ یا اور کہیں؟

رمیش نے کہا "پچھم میں کسی اچھی سی جگہ کی تلاش میں ہوں"۔

آنند چرن :- یہی ٹھیک ہے۔ اٹاوہ بھی تو خراب جگہ نہیں۔ وہاں کا پانی ہاضمہ کیلئے نہایت عمدہ ہے۔ میں وہاں ایک ماہ رہا تھا۔ خوب کھانا کھایا جاتا تھا۔ خوراک سے دگنا کھا جاتا تھا۔ دیکھو بھائی! میری یہی اکلوتی بیٹی ہے۔ اگر میں اسکے ساتھ ساتھ نہ رہا۔ تو وہ خوش نہ رہے گی۔ اور میں بھی مطمئن نہ رہ سکوں گا۔ اسی وجہ سے میری خواہش ہے کہ تم کوئی اچھی سی جگہ منتخب کر لو!

آنند چرن نے رمیش کا قصور پاکر طرح طرح کی باتیں کرنی شروع کیں۔ اس وقت وہ اگر رمیش سے اٹاوہ کی بات نہ کرتے۔ تو بھی وہ راضی ہو جاتا۔ اُسنے کہا جو حکم دینگے میں وہاں ہی وکالت کرونگا۔ یہ کہکر رمیش نوید کی فہرست لیکر وہاں سے چلا گیا"۔

تھوڑی دیر کے بعد اکھلے کے آتے ہی آنند چرن نے کہا "رمیش نے اپنی شادی ایک ہفتہ کیلئے ملتوی کر دی ہے۔ ۱۰۔ ۱۵دن مقرر کیا ہے"۔

اکھلے :- نہیں! نہیں! آپ کیا کہتے ہیں۔ کیا یہ بھی ممکن ہے۔ پرسوں تو شادی ہے۔

آنند چرن :- ایسا نہ ہوتا۔ تو ہی اچھا تھا۔ معمولی قوموں میں بھی ایسا نہیں ہوتا۔ مگر آج کل تم لوگوں کی عدالت جیسی نظر آرہی ہے۔ اس میں سب کچھ ممکن ہے۔

اکھلے غور و خوض میں پڑ گیا۔ اسکا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ دیر بعد بولا! آپ نے جسے ہر طرح ممتاز لڑکا سمجھ کر شادی طے کی ہے۔ اس میں مجھے لب کشائی کی ضرورت نہیں۔ مگر اس قدر کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ جسے لڑکی سپرد کر رہے ہو۔ اسے ہر طرح غور و خوض کر لینا مناسب ہے۔ ممکن ہے۔ وہ ویسا ہی ہو۔ مگر پھر بھی احتیاط لازمی ہے۔

آنند چرن :- رمیش جیسے لڑکے پر بھی اگر کوئی شک کرے۔ تو پھر تمام دنیا میں کسی کے ساتھ کوئی تعلق یا رشتہ ناطہ کرنا غیر ممکن ہو جائے گا۔

اکھلے :- اچھا! دن بڑھا دینے کا سبب بھی رمیش نے کچھ بتایا تھا؟

آنند چرن نے سر پر ہاتھ پھیرتے پھیرتے کہا "نہیں! سبب تو نہیں بتایا۔ دریافت کرنے پر صرف اسقدر بتایا۔ کہ کوئی بہت ضروری کام ہے۔"

اکشے منہ پھیر کر کسی قدر ہنسا۔ اسکے بعد بولا "معلوم ہوتا ہے۔ آپکی لڑکی سے انہوں نے شبہات بتا دی ہے"!

آنند چرن: "ممکن ہے"!

اکشے: "انکو بلا کر ذرا پوچھئے تو سہی"۔

آنند چرن نے ہیم نلنی کو آواز دی۔ وہ اکشے کو دیکھکر اپنے باپ کے پیچھے اسطرح کھڑی ہوئی کہ اکشے اسے نہ دیکھ سکے۔

آنند چرن نے پوچھا "شادی کا دن یکایک تبدیل کر دیا۔ اسکا کوئی سبب تم کو رمیش نے بتایا ہے" ہیم نلنی نے گردن جھکا کر کہا "نہیں"

آنند چرن: "تم نے اُن سے دریافت بھی نہیں کیا"

ہیم نلنی: "نہیں"

آنند چرن: "تعجب ہے۔ جیسے رمیش ہے۔ ویسے ہی تم بھی ہو۔ تمنے آکر کہا! اسوقت شادی ملتوی ہے۔ تم نے کہا۔ بہت اچھا! کسی اور دن ہوگی۔ اور کوئی بات چیت نہیں ہوئی"۔

اکشے نے ہیم نلنی کی طرف دیکھکر کہا جب ایک شخص علانیہ سبب چھپاتا ہے۔ تو اسے مجبور کرنا مناسب نہیں۔ اگر وہ بتانا چاہتے۔ تو خود ہی بغیر پوچھے کہہ دیتے

ہیم نلنی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اُسنے کہا میں اِس مضمون پر کسی باہری شخص کی بات نہیں سُننا چاہتی۔ مجھے اس سے کوئی ملال نہیں ہے۔

یہ کہکر ہیم نلنی جلدی سے گھر کے باہر ہو گئی۔

اکشے نے ہنسکر کہا "دنیا میں دوستوں کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے یا اسی وجہ سے دوستی کا . . . میں زیادہ محسوس کرتا ہوں۔ آپ لوگ مجھے گالی دیں۔ یا نفرت کریں۔ رمیش پہ شک کرنا ہی دوستی کا اہم فرض ہے جہاں آپ پر کوئی مصیبت مجھے نظر آتی ہے۔ وہاں میں دم بھر کیلئے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ مجھ میں یہی ایک کمزوری ہے۔ اور یہ مجھے ماننی پڑے گی جو گیندر تو کل

تھی آ جائے گا - وہ بھی اگر سب دیکھ سُن کر اپنی بہن کی شادی کے متعلق بے فکر ہو گیا۔ تو اس بارہ میں
میں اس کو کوئی بات نہیں کہوں گا۔"

رمیش کے تعلقات و سلوک کا سوال اب آگیا۔ یکایک آنند چرن کی سمجھ میں وہ بات
آئی . . . ایسا نہیں تھا۔ مگر جو بات چھپی ہوئی تھی۔ ایسی پوشیدہ بات کو وہ اپنی سے اُسے
بلوکر اور اس میں جھگڑا فساد برپا کرنے کی اُنکی خواہش نہ تھی۔

انہیں اکشے کے اوپر غصہ آگیا۔ بولے "اکشے! تمہارا مزاج نہایت شکی ہے۔ ثبوت نہ پاکر بھی تم"
اکشے اپنے آپ پر بخوبی ضبط کر سکتا تھا۔ مگر لگاتار چوٹ سے آج اُسکا وہ استقلال جاتا رہا۔ اپنے
جوش میں آکر کہا۔ "دیکھئے! آنند چرن! میرا قصور یہ ہے کہ میں کبھی پیچھے اُنکے سے حسد کرتا ہوں۔ اور
نیک اشخاص پر شک کرتا ہوں۔ شریف النسب شخص کی لڑکی کو فلاسفی پڑھانے کی لیاقت مجھ
میں نہیں۔ اور اسکے ساتھ فن شاعری پر مدلل گفتگو کرنے کی قابلیت بھی مجھ میں نہیں۔ میں ایک
معمولی شخص ہوں۔ مگر مدت سے آپ لوگوں سے محبت رکھتا ہوں۔ اور خیر خواہ رہا ہوں۔ اور
رمیش کے ساتھ کسی طرح میری مشابہت نہیں ہو سکتی . . . مگر مجھے آپکے روپیہ کی کسی قدر فخر اور گھمنڈ
بھی نہیں ہے۔ آپ سے میں نے کبھی کچھ پوشیدہ نہیں رکھا۔ ضرورت پر میں آپ سے ہر طرح کی بھیک
مانگنے میں بھی نہیں شرماتا۔ مگر نقب زنی کر کے چوری کرنا یہ میری عادت نہیں۔ اِن باتوں کا کیا
مطلب ہے۔ یہ آپکو کل تک معلوم ہو جائے گا۔"

(۱۶)

خطوط تقسیم کرتے کرتے رات زیادہ آگئی۔ رمیش سونے گیا۔ مگر نیند نہ آئی۔ اُسکے دل میں گنگا
جمنا کی طرح سیاہ و سفید دو رنگ کے فکر کی دھاریں بہنے لگیں۔ دونوں دھاریں ایک ساتھ ہی ایک دوسرے
سے ٹکرا کے اُسکے دل کو زور و شور سے بہنے لگیں۔

وہ کئی بار کروٹیں بدل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ اسکی سنسان گلی میں ایک
طرف مکانات کا سایہ۔ اور ایک طرف صاف شفاف چاندنی کی نورانی شعاعیں۔ رمیش
خاموشی سے نظارہ - جو روز ہوتا ہے۔ جو پُرسکون ہے۔ جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے جس میں کبھی

کا جھگڑا نہیں جس میں کسی قسم کی یس و پیش کا امکان نہیں یہ سب دیکھکر رمیش کا دل پانی پانی ہوگیا - اور چاندنی کے اسی پر لطف منظر میں اسکی تمام توجہ یکسو ہوگئی - ایسے عرصہ کارزار میں روشنی کی چادر دیکھکر پیدائش اور موت محنت اور آرام - آغاز اور انجام کیسی نہ سنائی دینے والے نغمہ و تال میں محو ہو کر دنیا کے سطح میں جو داخل ہو رہے ہیں - رمیش اسی روشنی کے سایہ میں گھری گھر دنیا میں پہنچکر عورت و مرد کی محبت پر غور کرتا ہوا ستاروں سے مرصع آسمان کی طرف دیکھنے لگا -

اسکے بعد رمیش آہستہ آہستہ چھت پر آیا - اور آنند جرن کے مکان کی طرف نظر ڈالی جب خاموش مکان کی دیوار کے اوپر کارنس کے نیچے دروازے کی دراز میں بوسیدہ دیوار پر چاند کی نور کرنوں اور اسکے سایہ نے عجیب و غریب دلکشی پیدا کی تھی -

کیسی حیرت ہے! اس آدمیوں سے بھرپور شہر میں ایک معمولی مکان کے اندر ایک عورت کے لباس میں یہ کیا؟ اس سلطنت میں کتنے طالب علم ہیں کتنے وکیل پردیسی اور اہل شہر میں مگر رمیش کی طرح ایک معمولی شخص نے کہاں سے ایک دن موسم سرما کی زردی مائل دھوپ میں اس کھڑکی میں ایک لڑکی کے پاس کھڑے ہو کر زندگی و دنیا کو ایک لامحدود مسرت کے شیریں جمال میں دیکھا ...... یہ کیسی حیرت کی بات ہے - دل کے اندر اور باہر کیسی تحیر آمیز ہل چل مچی ہوئی ہے -

بہت رات تک رمیش چھت پر ٹہلتا رہا - آہستہ آہستہ چاند سامنے کے مکان کی آڑ میں چھپ گیا - زمین پر رات کی تاریکی کا پردہ پڑ گیا - اس وقت بھی آسمان رخصت ہونے والی روشنی سے ہم آغوش ہو رہا تھا

رمیش تھک کر اور سردی محسوس کرکے چونک اٹھا - یکایک ایک فکر نے ریتے رہتے اسکے دل پر چوٹ لگانی شروع کی - دل میں خیال آیا - زندگی کے عرصہ کارزار میں کل پھر جنگ کیلئے سینہ سپر ہونا پڑے گا - اس آسمان پر اگرچہ فکر کی شعاعیں نہیں نظر آتیں - چاندنی میں خواہشات کی شوخی نہیں - رات اگرچہ پرسکون اور خاموش ہے - کائنات کے ان بیشمار ستاروں کی روشنی عرصہ دراز کے سفر زندگی میں بہت عرصہ کیلئے غائب ہوگئی پھر بھی انسان کی سرگرمیوں اور جنگ وجدل کا انت نہیں - سکھ دکھ میں - مزاحمت و مخالفت میں

تمام دنیا معمول ہوئی ہے - ایک طرف ایسی زبردست خاموشی - اور دوسری طرف لوگوں کا یہ
شور وغل ... دونوں ایک ساتھ کس طرح رہ سکتے ہیں - غور و فکر میں بھی رمیش کے دل میں یہ
سوال پیدا ہوا - کچھ دیر پہلے رمیش نے عالم کائنات میں جو محبت کی ایک مکمل شانتی کی
مورتی دیکھی تھی - وہی محبت کچھ دیر بعد اُسکی نگاہوں میں نہایت حقیر نظر آنے لگی - ان دونوں
میں سے کون سی سچی ہے - اور کون ناقص ؟

(۱۷)

دوسرے دن صبح کی گاڑی سے جوگیندر بھیم سے واپس آیا - آج سنیچر تھا - کل اتوار کو
ہیم نلنی کی شادی ہے - مگر جوگیندر نے دروازے پر آ کر دیکھا - کہ شادی کے کوئی آثار نہیں ہیں
اور شور و دھوم دھام ہی ہے - وہ دل ہی دل میں سوچتا ہوا آ رہا تھا - اب تک اُسکے گھر میں
بر آمدے سے لے کر اوپر دیوار تک پتوں کی مالا جھولتی ہوگی - پاس آ کر دیکھا - حقیر بالن کے گھر اور
اُس کے گھر میں کوئی فرق نہیں ہے !

خوف معلوم ہوا - شاید کچھ برا بھلا ظہور میں آیا گھر میں داخل ہو کر دیکھا - چائے کی میز
پر اُسکے کھانے پینے کا سامان موجود ہے - اور آنند چرن سامنے پیالہ رکھے ہوئے اخبار پڑھ رہے تھے
جوگیندر نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا "ہیم کیسی ہے ؟"

آنند چرن - اچھی ہے !

جوگیندر - شادی کا کیا ہوا ؟

آنند چرن - دوسرے اتوار کو ہوگی -

جوگیندر - کیوں ؟

آنند چرن - کیوں ؟ یہ اپنے دوست سے پوچھو - رمیش نے مجھ سے صرف یہی کہا تھا - کہ
اُسے کوئی خاص کام ہے - بس اتوار کو شادی ملتوی کرنی ہوگی -

جوگیندر نے اپنے باپ پر دل ہی دل میں ناراض ہو کر کہا - "ابا اگر میں نہ ہوں - تو
آپ کتنی بڑی غلطیاں کر گذرتے ہیں - رمیش کو اب کام ہی کیا ہے - اور کسی کی ضرورت ہی کیا
ہے - وجود تھا اور آزاد ہے - اسے اب اپنا کہنے والا کوئی نہیں - اگر اُسکی جائداد کے متعلق

کوئی جھگڑا ہوگیا - تو یہ بات وہ صاف صاف کہہ دیتے - اس میں حرج ہی کیا ہے تم نے
نے رمیش کو آسانی کیوں چھوڑ دیا؟

آنند چرن - بہت اچھا! وہ ابھی کہیں چلا تو نہیں گیا - تم ہی اُس سے پوچھو -

جوگیندر چائے کا ایک گرما گرم پیالہ پی کر وہاں سے چلا!

آنند چرن نے کہا "جوگیندر! تم اس قدر جلدی کر رہے ہو - ابھی تو کچھ کھایا پیا بھی نہیں۔"

یہ بات جوگیندر نے نہیں سُنی - وہ سیدھے رمیش کے مکان کی طرف بڑھا - اور دروازہ پر رمیش کو آواز دینے لگا - کوئی جواب نہ ملا - ایک ایک کمرے میں ڈھونڈا۔ رمیش خواب گاہ میں نہیں نشست گاہ میں نہیں۔ چھت پر نہیں۔ نیچے برآمدے میں نہیں۔ بہت تلاش کرنے پر نوکر ملا - اُس سے دریافت کیا "بابو کہاں گئے ہیں"؟

نوکر نے کہا "بابو تو صبح ہی سے کہیں گئے ہیں"۔

جوگیندر - کب آئیں گے؟

نوکر نے کہا "بابو تو کئی ہی کپڑے لے کر گئے ہیں - کہہ گئے ہیں کہ شاید آنے میں چار پانچ دن لگیں گے - کہاں گئے - یہ مجھے معلوم نہیں۔" جوگیندر گھر واپس آیا۔ آنند چرن نے کہا - کیا ہوا؟

جوگیندر نے ناراض ہو کر کہا - ہوگا کیا؟ آپ جس کے ساتھ لڑکی کی شادی کر رہے ہو اسکی خبر رکھنا ضروری ہے کہ وہ کس وقت کہاں رہتا ہے۔ گو تمہیں کچھ بھی پتہ نہیں رہتا حالانکہ گھر پاس ہی ہے۔

آنند چرن نے کہا - کیوں؟ کل رات کو بھی تو رمیش گھر ہی میں تھا"

جوگیندر نے جوش میں آ کر کہا "تم کیا جانو گے کہ وہ کہاں ہے۔ جب اُسکے نوکر تک کو پتہ نہیں - تو تمہارا کیا ذکر؟ یہ کیا کھچڑی پک رہی ہے - مجھے تو یہ سب آثار اچھے نہیں معلوم ہوتے بابا! تم اس قدر بے فکر کیوں ہو؟

آنند چرن یہ بات سُنکر یکایک متفکر ہو گئے سنجیدہ شکل بنا کر بولے کیا؟ بات کیا ہے؟

نیم عقل رمیش بآسانی کل رات کو آنند چرن سے رخصت لیکر جا سکتا تھا مگر یہ بات اُسکے دل میں نہ آئی "شتابی کا کام ہے" صرف اسی قدر کہا تھا - اس میں تمام باتیں آگئی

تھیں۔ اسی ایک بات سے اُسنے سوچ لیا تھا کہ میں نے اچھی طرح صفائی کر لی۔ وہ اپنے فرائض کی تکمیل میں سرگرم تھا۔

جوگیندر: ہیم نلنی کہاں ہے؟

آنند چرن:۔ وہ آج جلدی جلدی چائے پی کر اوپر چلی گئی۔

جوگیندر نے کہا" معلوم ہوتا ہے۔ رمیش کے اس بُرے سلوک سے وہ دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہو رہی ہے۔ اِس وجہ سے مجھ سے نہیں ملی۔ اوپر چلی گئی ہے۔ مایوس و درشت ہیم نلنی کو تسلی دینے کی خاطر جوگیندر اوپر گیا۔ ہیم نلنی اپنے بڑے کمرہ میں تخت پر چُپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ جوگیندر کے پاؤں کی آہٹ سُنتے ہی کتاب لیکر ورق گردانی کرنے لگی۔ اُس کے پہنچتے ہی ہیم نلنی نے کتاب کو ایک طرف پھینک کر کہا۔ آئیں! دادا کب آگئے؟ تمہاری صحت کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی ۔

جوگیندر نے تخت پر بیٹھ کر کہا۔ اچھے ہونے کی تو بات ہی نہیں پھر کیسے اچھا رہ سکتا ہوں ہیم! مجھے سب معلوم ہو چکا ہے۔ مگر اس معاملہ میں تم کوئی فکر نہ کرنا میں یہاں نہیں تھا۔ اس وجہ سے یہ خرابیاں ہوئیں۔ میں سب ٹھیک کر دونگا۔ اچھا ہیم! رمیش نے تم سے کوئی سبب نہیں بتایا۔

ہیم نلنی مشکل میں پڑ گئی۔ رمیش کے بارہ میں یہ تمام شکوک کا تذکرہ اُسکے لیئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ رمیش نے شادی کا دن ملتوی کرنے کا کوئی سبب نہیں بتایا تھا۔ جوگیندر سے اِس معاملہ میں وہ گفتگو کرنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور جھوٹ کہنا بھی اُسکے لیئے ناممکن تھا ہیم نلنی نے کہا" وہ مجھے سبب بتانے کیلئے تیار تھے۔ مگر میں نے سُننا گوارا نہیں کیا"

جوگیندر نے سوچا۔ یہ سخت غرور کی بات ہے۔ یہ غرور فطرتی اور قدرتی ہے۔ بولا!" اچھا تم کوئی خوف نہ کرنا۔ سبب کا میں آج ہی پتہ لونگا"

ہیم نلنی نے کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے کہا۔ دادا!" میں خوف نہیں کرتی۔ سبب دریافت کرنے کیلئے تم پریشان ہو۔ یہ میری خواہش نہیں"

جوگیندر نے سوچا! یہ بھی غرور کی بات ہے۔ بولا!" اچھا تمہیں بتلانے کی ضرورت نہیں"

یہ کہکر وہ چلنے کیلئے تیار ہوا!

حسیم نلنی نے تخت سے اٹھ کر کہا۔ نہ دادا! اس بات پر رمیش بابو سے بحث مباحثہ کرنے کیلئے تمہیں نہ جانے دونگی تم خواہ اُن پر کتنا ہی شک کرو۔ مگر میں ذرا بھی شک نہیں کرتی۔ اس وقت یکایک جوگیندر کے دل میں خیال آیا۔ یہ تو انجان کی بات نہیں معلوم ہوتی۔ اس وقت محبت نگیز رحم سے وہ دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ سوچا! اس میں ذرا بھی سنسار کا گیان نہیں۔ ادھر اس قدر تعلیم یافتہ ہے۔ دنیا کی خبریں بھی خوب رکھتی ہے۔ مگر کہاں شک کی ضرورت ہے۔ اتنی عقل بھی نہیں۔ اس سادہ لوح لڑکی کے ساتھ رمیش کا یہ ناقابل اعتراض سلوک دیکھکر اسے بہت غصہ آیا۔ "سبب" دریافت کرنے کا عہد اسکے دل میں پختہ ہو گیا۔ جوگیندر کو اٹھتے ہوئے دیکھکر حسیم نلنی نے فوراً اسکا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ دادا! تم عہد کرو کہ اس بات کا اُن سے کوئی ذکر بھی نہ کرو گے۔"

جوگیندر نے کہا "دیکھا جائے گا"۔

حسیم نلنی:- نہیں دادا! دیکھنے کی بات نہیں مجھ سے وعدہ کرتے جاؤ۔ میں تم سے کہتی ہوں کہ تم کوئی فکر نہ کرو۔ ایک مرتبہ میری یہ بات رکھ لو۔

حسیم نلنی کا یہ استحکام دیکھکر جوگیندر نے سوچا۔ یقیناً رمیش نے حسیم نلنی سے تمام باتیں کہہ دی ہیں۔ مگر ہم کو جھوٹی باتوں سے بہلانا مشکل ہے کہا دیکھو! ہم بد اعتباری کی کوئی بات نہیں۔ دلی کیلئے جو فرض ہے۔ وہ تو کیا ہی جائے گا۔ تمہارے ساتھ اگر کوئی فیصلہ ہو چکا ہے تو وہ تم ہی جانتی ہو۔ مگر تمہارا فیصلہ تو کافی نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ بھی تو کوئی بات ہونی چاہیئے۔ ابھی تو تمہاری شادی نہیں ہوئی۔ ہمارے ساتھ فیصلہ ہونا بہت ضروری ہے شادی ہو جانے پر پھر ہمیں زیادہ بولنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ یہ کہکر جوگیندر جلدی جلدی چلا گیا

محبت جس پردہ کی تلاش کرتی ہے۔ ..... وہ اب نہیں رہا۔ حسیم نلنی اور رمیش کے درمیان جو تعلق دونوں کو ایک کر دیگا۔ آج اسی تعلق پر لوگ شک کرنے لگے۔ ہر چہار طرف سے لعنت ملامت کا شور سنکر حسیم نلنی اس طرح دکھی ہو گئی تھی۔ کہ وہ اپنے کسی عزیز واقارب سے ملنا بھی ناپسند کرتی تھی۔ جوگیندر کے چلے جانے پر حسیم نلنی جوں کی توں تخت پر بیٹھی رہی!

جوگیندر کے باہر جاتے ہی اکھشے نے کہا جوگیندر آج نے سب باتیں تو سن لیں؟ اب تمہارے دل میں کیا ہے؟

جوگیندر۔ دل میں تو طرح طرح کے خیالات آتے ہیں۔ مگر ان جھوٹی باتوں کو لیکر جھگڑا بڑھانے سے کیا فائدہ؟ تم یہ بتا سکتے ہو کہ رمیش کہاں ہے؟

اکھشے۔ ہاں! بتا سکتا ہوں۔

جوگیندر نے پوچھا! کہاں ہے؟

اکھشے نے کہا! اس وقت نہیں بتاؤنگا۔ آج تین بجے میں رمیش سے تمہاری ملاقات کرا دونگا

جوگیندر نے کہا۔ بات کیا ہے۔ وہ تو بتاؤ۔ میری نگاہ میں تم سب لوگ تاریکی میں ہو۔ تھوڑے دنوں کیلئے میں باہر چلا گیا۔ اور اس عرصے میں اسقدر خرابی آگئی۔ نہیں نہیں! اکھشے پوشیدہ رکھنے سے کام نہیں چلے گا

اکھشے یہ سن کر خوش ہوا۔ میں نے کچھ پوشیدہ نہیں رکھا۔ اس وجہ سے تو میں مشکل میں پڑ گیا ہوں تمہاری بہن نے تو میرا گھر دیکھنا تک بند کر دیا۔ اور تمہارے والد صاحب مجھ پر شک کرکے گالی دیتے ہیں۔ رمیش بابو بھی مجھ سے مل کر پہلے کی طرح خوشی کا اظہار نہیں کرتے۔ اب صرف تم ہی باقی ہو ...... اور تم سے بھی میں ڈرتا ہوں"!

جوگیندر۔ دیکھو اکھشے! تمہاری یہ تمام چالیں مجھے پسند نہیں۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔ اس بات کو چھپا کر اسکی قدر و قیمت میں اضافہ کرنا چاہتے ہو صاف صاف کہہ دو۔ تاکہ جھگڑا پاک ہو۔

اکھشے نے شروع سے ہی تمام باتیں کہتا ہوں تمہیں بہت سی باتوں سے واقفیت نہیں۔

(۱۸)

رمیش درزی پاڑے کے جس مکان میں رہتا تھا۔ اسکا کرایہ ابھی تک ختم نہیں ہوا تھا یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ مکان کسی کو کرایہ پر دیا جائے گا۔ یا نہیں۔ یہ سوچنے کا موقعہ اب تک اُسے نہیں ملا تھا۔ وہ ان چند مہینوں میں دنیا سے بالکل بے تعلق سا ہو گیا تھا

نفع نقصان بھی سوچنے کی طاقت جاتی رہی تھی ؁

آج صبح اسی نے مکان میں جاکر کمرے کی صفائی کرائی تخت پر بستر بچھوایا۔ اور کھانے پینے کا بھی انتظام کرایا۔ آج سکول کی چھٹی کے بعد کملا کو لانا ہوگا ؁
ابھی بہت وقت ہے۔ یہ سوچ کر رمیش تخت پر لیٹ گیا۔ اس کے پیش نظر اس وقت اسکا مستقبل تھا۔ اُس نے اٹاوہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر پچھم کے نظاروں کا خیالی تصور کچھ بہت مشکل نہیں تھا۔ شہر کے باہر ہی اس کا مکان ——— درختوں کی قطاروں کے سایہ میں ہوکر اسکے باغیچہ کا راستہ ہے ——— راستہ کے اس پار زبردست میدان اس میں کتنے ہی کنوئیں ہیں۔ بیچ بیچ میں پرندوں کو اڑانے کے جابجا مچان بندھی ہوئی ہیں۔ کھیت میں پانی دینے کے لئے بیلوں کے ذریعوں پانی نکالا جارہا ہے۔ سب کے درمیان اس کی ترحم آمیز آواز سنائی دیتی ہے۔ راستہ کی دھول اڑاتے ہوئے بیچ بیچ میں یکے اور گاڑیاں جارہی ہیں۔ اُن کی جھنجھناہٹ کی آواز سے تپتا ہوا آسمان گویا نیند سے بیدار ہوگیا ہے۔ یہ بہت دور گرمی اُداس دوپہر اور آدمیوں سے خالی جگہ میں وہ اپنے بنگلے کے دروازے بند کئے ہوئے ہیم نلنی کو تنہا خیال کرکے دُکھ کا احساس کرنے لگا اپنے پاس عرصہ دراز کی سہمی کملا کو دیکھکر وہ ایک روحانی سرور کا حظ اُٹھانے لگا۔ رمیش نے سوچا تھا۔ کہ وہ اسوقت کملا سے کچھ نہیں کہیگا۔ شادی کے بعد ہیم نلنی اکر اپنے سینہ سے لگا کر موقع کے ساتھ ترحم آمیز محبت کا اظہار کرکے رفتہ رفتہ اُسے اُس کے تمام تدریجی واقعات سنائیگی ——— جتنی تکلیف کم دی جاسکے۔ بہتر ہے۔ کملا کی زندگی کا وہ زبردست مگر پُر اسرار جال رفتہ رفتہ توڑنے کی کوشش کرونگا۔ اس کے بعد اسی دیس میں۔ سماج سے باہر کسی قسم کی چوٹ نہ پاکر کملا بآسانی اس کے ساتھ ہل کر اپنی ہو جائیگی۔ اُس وقت دوپہر تھی۔ گلی میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جو دفتر جانے والے تھے۔ وہ جا چکے تھے۔ جو گھر میں رہنے والے تھے۔ وہ نیند کا استقبال کر رہے تھے۔ تمازتِ آفتاب سے دن میں ایک حرارت آمیز دلکشی پیدا ہوگئی تھی۔ آنے والی چھٹی کی خوشی سے آسمان پر بھی نسیمہ کا احساس ہوا رمیش اپنے سنسان مکان میں دوپہر کے سناٹے میں

کی تصویر میں رنگ آمیزی کرکے نگاہ شوق سے دیکھنے لگا۔

عین اس وقت کسی گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ کی آواز کانوں میں آئی۔ وہ گاڑی رمیش کے گھر کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ رمیش نے سوچا سکول کی گاڑی کملا کو پہنچانے آئی ہے۔ اسکا دل بے چین ہو اٹھا یہ کملا کو کس نظر سے دیکھے گا۔ اسکے ساتھ کس انداز سے گفتگو ہوگی؟ کملا بھی کس طرح رمیش کو قبول کرے گی۔ یکایک اسکے غمگین و مشوش دل میں مسرت کی جان نواز روح پھونک دی۔

پیچھے اسکے دو نوکر تھے۔ ۔ ۔ ان میں سے ایک نے جلدی جلدی کملا کا ٹرنک لاکر برآمدے میں رکھا۔ ۔ ۔ اسکے بعد پیچھے پیچھے کملا گھر کے دروازے کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔ اندر نہ گئی

رمیش نے کہا! کملا! گھر آؤ۔

کملا کسی قدر جھجکتی ہوئی حملہ کو رک رک کر گھر میں داخل ہوئی۔ چھٹیوں میں رمیش نے اسے وہیں رکھنا چاہتا تھا۔ وہ رو دھو کر چلی آئی تھی۔ اس واقعہ اور کئی مہینوں کی جدائی میں رمیش کے ساتھ اسکا دل جیسے رمیش کے دل سے جدا ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے کملا گھر میں داخل ہو کر رمیش کے چہرے کی طرف نہ دیکھ کر ذرا گردن پھیر کر کھلے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

رمیش کملا کو دیکھتے ہی متحیر ہو گیا۔ جیسے اسنے اسے پہلی بار از سر نو دیکھا۔ ان کئی مہینوں میں اسکی حیرت میں کسی قدر تبدیلی آگئی تھی پیچیدار اور درخت سے لپٹی ہوئی بیل کی طرح وہ بہت بڑھ گئی تھی۔ گاؤں کی رہنے والی لڑکیوں کی طرح اسکے عضو عضو میں شگفتگی تھی۔ اور ملاحت بڑھ گئی تھی۔ آج وہ کہاں گئی۔ اسکے گول گول رخسار لمبے ہوکر ایک خاص قسم کے ہوگئے تھے۔ اس کے دونوں رخسار پہلے کی سانولی چکناہٹ چھوڑ کر نازک اور زردی مائل ہوتے جا رہے تھے اسوقت ان میں کسی قسم کی سختی نہ تھی۔ آج گھر میں داخل ہو کر جسوقت وہ نزاکت سے ذرا منہ ٹیڑھا کر کے کھڑکی کے سامنے کھڑی ہوئی اس وقت اسکے چہرے پر موسم سرما کے دوپہر کی سی روشنی پڑ رہی۔ اسکے سر پر کپڑا نہیں تھا۔ بالوں کے اگلے حصہ میں لال فیتے کی گرہ بندھی ہوئی تھی۔ کالے کالے بال پشت پر لہرا رہے تھے جسم پر بسنتی رنگ کی ساڑھی۔ اسکے شگفتہ چہرے اور جسم پر ایک عجیب و غریب دلکشی کا سماں دکھا رہی تھی۔ اسوقت رمیش چپ چاپ

اُسکے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔
کملا کا حسن ان کئی مہینوں میں رمیش کے دل میں عکس کی طرح پڑ رہا تھا۔ آج اسی حسن کی جلوہ ریز شعاع نے یکایک اُسکے صفحۂ دل کو جگمگا دیا۔ وہ جیسے اسکے لیے تیار نہ تھا
رمیش نے کہا۔ کملا بیٹھو!
کملا۔ ایک تخت پر بیٹھ گئی۔ رمیش نے کہا۔ سکول میں تمہاری پڑھائی کیسے ہوتی ہے
کملا نے نہایت مختصر طور پر کہا۔ اچھا!
رمیش سوچنے لگا۔ اب کیا کہنا ہوگا۔ یکایک ایک بات دل میں آئی۔ بولا "معلوم ہوتا ہے بہت دیر سے کچھ کھایا نہیں۔ تمہارے لیے سب کچھ تیار ہے۔ یہ تو ہی لے آؤں
کملا نے کہا۔ نہیں میں کھا آئی ہوں"
رمیش نے کہا۔ کیا تھوڑا سا بھی نہیں کھاؤ گی۔ اگر مٹھائی نہ کھاؤ۔ تو پھل رکھے ہیں شریفہ۔ سیب۔ ناشپاتی۔ انگور"
کملا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف سر نیچا کر لیا۔
رمیش نے پھر ایک بار کملا کے چہرے کی طرف نظر ڈالی۔ کملا اس وقت ذرا سر نیچے کیے ہوئے اپنی انگریزی کتاب کی تصاویر دیکھ رہی تھی۔ اسکا خوبصورت چہرہ سونے کے ہار کی طرح خود چمک کر ہر چہار طرف جگمگاہٹ پیدا کر رہا تھا۔ موسم خزاں کے بے رونق دنوں میں جیسے رونق آگئی۔ دھوپ نے جیسے اپنا ہاتھ لہرا لیا۔ مگر جیسے بھیجا کو ایک خاص فاصلہ اپنے ساتھ لیے رہتا ہے۔ اسی طرح اس لڑکی نے آج اس بھرا روشنی اپنے کو غرض مرتبہ طرف ایک خاص انداز سے کشش پیدا کر دی۔۔۔۔ اسنے تو کچھ نہیں سمجھا۔ چپ چاپ بیٹھی اپنی کتاب کی تصویر دیکھ رہی تھی۔
رمیش جلدی جلدی اٹھ کر ایک تھال میں سیب۔ ناشپاتی اور انگور وغیرہ لے آیا اور بولا۔ کملا! معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم تو نہیں کھاؤ گی۔ مگر مجھے بھوک لگی ہے۔ میں تو اب صبر نہیں کر سکتا"
یہ سنکر کملا ذرا مسکرائی۔ اس یکایک ہنسی کی روشنی نے دونوں کے اندر ناامیدی کا خاتمہ

کر دیا"۔

رمیش نے چاقو لیکر سیب کاٹنا شروع کیا۔ مگر کسی طرح بھی وہ اچھی طرح نہ کاٹ سکا ایک طرف تو بھوک کا تقاضا تھا۔ برا بھلا کاٹتے دیکھ کر کملا کو ہنسی آگئی۔ وہ کھلکھلا کر ہنس ہی رمیش نے اس ہنسی سے محظوظ ہو کر کہا: "معلوم ہوتا ہے۔ میں اچھی طرح نہیں کاٹ سکتا۔ اس وجہ سے تم ہنس رہی ہو۔ اچھا! تم کاٹو۔ دیکھوں تم کس قدر ہوشیار ہو"۔

کملا نے کہا! "اگر ہنسیا ہو۔ تو کاٹ سکتی ہوں۔ چاقو سے نہیں کاٹ سکتی"۔

رمیش نے نوکر کو آواز دی۔ وہ ہنسیا لایا۔

کملا جوتا کھول کر نیچے بیٹھی۔ اور کاٹنے لگی۔ رمیش سامنے بیٹھا ہوا پھلوں کے کٹے تھالی میں رکھتا جاتا تھا۔

رمیش نے کہا "تمہیں بھی کھانا ہوگا"۔

کملا نے کہا "نہیں"

رمیش نے کہا "تو پھر میں بھی نہ کھاؤنگا"۔

کملا نے رمیش کے چہرے پر اپنی نگاہیں ڈالکر کہا۔۔ "اچھا پہلے تم کھاؤ پھر میں کھاؤنگی"

رمیش نے کہا "پھر مکر نہ جانا۔ دھوکا نہ دینا۔

کملا نے سنجیدگی سے گردن جھکا کر کہا۔ "نہ۔ سچ کہتی ہوں۔ دھوکا نہ دونگی"۔

لڑکی کے اس سادہ صداقت کو سنکر رمیش نے تھال سے ایک ٹکڑا لیکر منہ میں رکھا تھا کہ یکایک اسکا منہ جیسے بند ہو گیا۔ اسنے دیکھا۔ سامنے کے دروازے میں جوگیندر اور اکشے کھڑے ہوئے ہیں۔

اکشے نے کہا۔ "رمیش بابو! معاف کیجیئے گا۔ میں نے سمجھا تھا۔ آپ یہاں تنہا ہیں جوگن! بغیر اطلاع دیئے ہوئے یہاں آنا قطعی نامناسب ہوا۔ چلو ہم لوگ نیچے بیٹھیں۔

ہنسیا پھینک کر کملا جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے میں دونوں شخص کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھاگ کر کہاں جاتی؟ جوگیندر نے راستہ چھوڑ دیا۔ مگر کملا کے چہرے سے نظر نہیں ہٹائی۔ تیز نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ کملا جھجک کر پاس کے کمرے میں چلی گئی"۔

(۱۹)

جوگیندر نے کہا۔ "رمیش! یہ لڑکی کون ہے؟"

رمیش نے جواب دیا۔ "میری ایک رشتہ دار۔"

جوگیندر نے کہا "کیسی رشتہ دار؟ معلوم ہوتا ہے کوئی ایسا رشتہ نہیں محبت کا تعلق بھی معلوم نہیں ہوتا تمہارے تمام رشتہ داروں کے متعلق تو تمہارے ہی منہ سے سن چکا ہوں۔ مگر اس رشتہ دار کا تو کوئی تذکرہ نہیں سنا۔"

اکشے نے کہا۔ جوگین! یہ تمہاری بے انصافی ہے۔ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو دوستوں سے بھی پوشیدہ رکھی جاتی ہیں۔"

جوگیندر۔ "کیوں رمیش! کیا سچ مچ چھپانے کی بات ہے؟"

رمیش کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ بولا۔ "ہاں پوشیدہ ہے۔ اس لڑکی کے متعلق میں تمہارے ساتھ کوئی تذکرہ کرنے پر تیار نہیں۔"

جوگیندر۔ "مگر میں بدقسمتی سے تمہارے ساتھ تذکرہ کرنے کی خاص خواہش رکھتا ہوں۔ ہیم کے ساتھ اگر تمہاری شادی کی تجویز نہ ہوتی۔ تو خواہ کسی کے ساتھ تمہارا کتنا ہی گہرا تعلق ہوتا مگر میں کبھی بھی نہ دریافت کرنے کی جرأت کرتا جو پوشیدہ تھا۔ وہ پوشیدہ ہی رہتا۔"

رمیش نے کہا۔ "یہاں تک تو میں تم سے کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں کسی کے ساتھ میرا تعلق نہیں جس سے ہیم نی کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی رکاوٹ ہو سکے۔"

جوگیندر۔ "نہ سہی! مگر میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں جس کے ساتھ تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔ اس کے چھپانے کا کیا سبب ہے؟"

رمیش۔ "وہی سبب اگر بتاؤں۔ تو پوشیدہ رکھنے کا فائدہ کیا؟ تم مجھے بچہ سمجھتے ہو جو کچھ سمجھو تمہیں صرف میرے اوپر تمہیں وشواش رکھنا ہوگا۔"

جوگیندر۔ "اس لڑکی کا نام کملا ہے نہ؟"

رمیش۔ "ہاں۔"

جوگیندر۔ اس کا تعارف کسی شخص سے تم نے اپنی بیوی کہکر کرایا تھا۔ یا نہیں
رمیش "ہاں"!
جوگیندر:۔ پھر بھی تمہارے اوپر دشواش رکھنا ہوگا۔ تم میرے پر یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہو۔ کہ یہ لڑکی تمہاری بیوی نہیں ہے۔ اور سب لوگوں پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ تمہاری بیوی ہے ...... اس بچائی کی مثال نہیں ملتی"!
اکشے:۔ دنیا کے قانون کے مطابق ہمیں مثال کی پیروی کئے بغیر کام نہیں چلتا۔ مگر بھائی جوگیندر! دنیا کے کام اسی طرح چلتے ہیں۔ ممکن ہے۔ اس میں سچائی ہو۔ رمیش بابو جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ ٹھیک ہی ہوگا۔
رمیش:۔ میں تم لوگوں سے کوئی بات نہیں کہتا۔ میں صرف یہی کہتا ہوں ہیم نلنی کے ساتھ شادی میرے فرض کے برخلاف نہیں۔ کملا کے متعلق تم لوگوں کے سامنے سب باتوں کا تذکرہ ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ تم اگرچہ مجھ پر شک کرتے ہو۔ لیکن میں بھی میں کوئی بے انصافی نہیں کرونگا۔ میرے اپنے شکوہ دکھ مان ایمان کے متعلق میں تمہارے رو برو پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ مگر دوسرے کے متعلق بھی بے انصافی سے کام نہیں لے سکتا
جوگیندر:۔ ہیم نلنی سے سب باتیں کہی ہیں۔
رمیش۔ نہیں۔ شادی کے بعد اس سے کہونگا۔ ایسی بات ہے کہ اگر وہ اس وقت بھی جاننے کی خواہش کریں۔ تو میں اس وقت بھی بتا سکتا ہوں۔
جوگیندر:۔ اچھا! کملا کے متعلق میں دو ایک سوال کر سکتا ہوں؟
رمیش:۔ نہیں اس طرح نہیں۔ اگر تم مجھے قصور وار سمجھتے ہو۔ تو میرے متعلق ہر قسم کی سزا تجویز کر سکتے ہو۔ مگر تمہارے رو برو سوال جواب کرنے کیلئے بے قصور کملا سے وہ نہیں کرا سکتا
جوگیندر:۔ کسی سے سوال جواب کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو جاننے کی بات تھی وہ جان گیا ثبوت کافی مل گیا۔ اس وقت میں تم سے صاف طور پر کہتا ہوں۔ اسکے بعد اگر تم نے میرے مکان میں داخل ہونے کی خواہش کی۔ تو تمہیں سخت بے عزتی برداشت کرنی پڑے گی۔
رمیش کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھا رہا۔

جوگیندر نے کہا۔ اور ایک بات ہے جیسیم کو تم خط بھی نہیں لکھ سکتے۔ اسکے ساتھ تمہارا ظاہری
باطنی اور دُور کا تعلق بھی نہ رہے گا۔ اگر خط لکھو گے۔ تو جو بات تم پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو
وہی بات میں عوام کے روبرو پورے ثبوت کے ساتھ ظاہر کر دونگا۔ اِسوقت اگر کوئی ہم
لوگوں سے سوال کرے۔ کہ تمہارے ساتھ ھیم نلنی کی شادی کیوں ہیچ ہوگئی۔ تو میں کہونگا
کہ اس میں میری رائے نہیں تھی۔ اس وجہ سے ہیچ ہوگئی ہے ...... اندرونی باتوں کا
اظہار نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر تم محتاط نہ رہو گے۔ تو تمام باتیں ظاہر ہو جائینگی۔ تم نے ایسا
سلوک کیا ہے جسکی کسی شریف سے اُمید نہ تھی۔ اِسوقت تمہارے ساتھ میری یہی آخری گفتگو
ہے۔ کسی وقت تمہارا ھیم کے ساتھ کچھ تعلق کا خیال تھا۔ تمہاری بات چیت اور تعلق سے اُسکا
کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔ اِس تعلق میں میں نے تمہیں سچا نہیں پایا۔ سبب یہ ہے کہ اِسقدر
جھوٹ کے بعد سچ بولنے کی تم سے اُمید نہیں۔ پھر اگر اِسوقت بھی شرم ہے۔ اور بے عزتی
کا خوف ہے۔ تو میری یہ بات نہ بھولنا۔"
اکھئے:۔ "واہ جوگیندر! بس! رمیش بابو لاجواب ہو گئے۔ پھر بھی تمہیں رحم نہیں آتا۔ چلو
اب چلو! رمیش بابو! کچھ خیال نہ کیجئے گا۔ ہم لوگ اِسوقت جاتے ہیں۔"
جوگیندر اور اکھئے دونوں چلے گئے۔ رمیش کٹھ پتلی کی طرح سخت ہو کر بیٹھ رہا۔ کچھ سوچ
کر اٹھا۔ اور گھر سے باہر نکل کر ٹہلتے ٹہلتے تمام حالتوں کا اندازہ لگا کر سوچنے لگا۔ مگر اُسکے
دل میں خیال آیا کہ کملا ہے۔ اُسے اِتنے بڑے تن تنہا مکان میں چھوڑ کر کہیں جانا مناسب نہیں۔
رمیش نے پاس والے کمرے میں آکر دیکھا۔ کملا راستے والے دروازے میں کھڑکی کھولکر
چپ چاپ بیٹھی ہوئی ہے۔ رمیش کے پاؤں کی آہٹ سن کر اُسنے اپنا منہ پھیر لیا۔ کھڑکی
کا دروازہ بند کر دیا۔ رمیش کرسی پر بیٹھ گیا۔
کملا نے پوچھا! "وہ دونوں شخص کون تھے۔ آج صبح میرے سکول گئے تھے۔"
رمیش نے متحیر ہو کر کہا ...... "سکول گئے تھے؟"
کملا نے کہا! "وہ تم سے کیا کہتے تھے"؟
رمیش نے کہا "وہ مجھ سے یہ پوچھتے تھے۔ کہ تم میرے کون ہو"؟

کملا نے اگرچہ سسرال کے نہ ہونے سے اب تک شرم کرنا نہیں سیکھا تھا۔ مگر پھر بھی جوانی کے اثرات سے رمیش کی اس بات سے اسکا منہ سرخ ہوگیا۔

رمیش نے کہا میں نے ان لوگوں سے کہا تھا۔ کہ تم ابھی کوئی نہیں ہو۔

کملا نے سوچا "رمیش اسے شرم دلا کر محبت کی چٹکی لینا چاہتا ہے۔ اسنے منہ پھیر کر پھیلاتے ہوئے کہا "جاؤ"!

رمیش سوچنے لگا "کملا کے روبرو تمام باتیں صاف صاف کیونکر کہہ سکوں گا"؟

کملا یکایک بیتاب ہو اٹھی! بولی" یہ دیکھو تمہارے کپڑے تو یونہی پڑے رہتے ہیں" یہ کہہ کر جلدی سے پاس والے کمرے میں جا کر کوٹ کو آڑا کر تھال اٹھا لائی"

رمیش کے سامنے تھال رکھ کر کہا "تم نہ کھاؤ گے"؟

رمیش کی خواہش کھانے کی نہیں تھی۔ ... مگر کملا کی یہ بات یہاں تک اسکے دل میں پہنچی۔ اسنے کہا "کملا! تم نہ کھاؤ گی"؟

کملا نے کہا "پہلے تم کھاؤ"

معمولی بات تھی۔ مگر رمیش کی موجودہ حالت نے اسکے دل کے نازک ترین مقام میں بہت گہرا زخم لگا دیا۔ اسنے کوئی جواب نہیں دیا۔ زبردستی کھانے لگا۔

کھانے کے بعد رمیش نے کہا! کملا! "آج رات کو ہم الگ جگہ پہنچیں گے"

کملا نے آنکھیں نیچے کرکے کہا۔ "وہاں مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا"!

رمیش "سکول میں رہنے سے تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہے"؟

کملا "نہیں! مجھے سکول نہ بھیجنا۔ مجھے شرم آتی ہے۔ لڑکیاں صرف تمہاری ہی باتیں پوچھتی ہیں"

رمیش "تم کیا کہتی ہو"!

کملا: "میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ وہ لوگ پوچھتی ہیں۔ کہ تم کیوں چھٹی پر بھی یہاں رکھا جاتی ہو۔ ... میں ... کملا بات ختم نہ کر سکی۔ اسکے دل میں کچھ درد کی ٹیس سی اٹھنے لگی"

رمیش: "تم نے کہہ کیوں نہ دیا۔ کہ وہ میرے کوئی نہیں ہیں"

کملا ناراض ہو کر رمیش کے چہرے کی طرف ترچھی چتونوں سے دیکھ کر بولی "جاؤ"!

پھر رمیش ... سوچنے لگا۔ کیا کرنا ہوگا۔ اودھر اُسکے سینہ میں متواتر ایک دبی ہوئی تکلیف کیسٹ کی طرح جیسے گڈھا کھود کر باہر آنے کی خواہش کر رہی تھی۔ اب تک جو گیندر نے ھیم نلنی سے کیا کہا ہوگا۔ اور ھیم نلنی اپنے دل میں کیا سوچتی ہوگی؟ اپنی قدرتی حالت کا اظہار ھیم نلنی پہ کیونکر کرونگا۔ اُسکے ساتھ ہمیشہ کیلئے اگر علیحدہ ہونا پڑا۔ تو زندگی کے دن کیونکر کٹیں گے؟ یہی تمام آگ سے بھرے ہوئے سوالات اندر ہی اندر جلانے لگے وہ اچھی طرح سوچنے کیلئے بھی وقت نہ پاسکا۔ رمیش نے صرف یہی سوچا کہ کملا کے ساتھ اُسکے تعلق کی خبر کلکتہ کے دوستوں اور دشمنوں کے حلقہ میں پھیل گئی ہے۔ اسلئے اب کلکتہ میں ایک دن بھی رہنا اچھا نہیں

مغموم و متفکر رمیش کو اس طرح فکر میں غوطہ کھاتے دیکھکر کملا نے کہا۔ "تم کیا سوچ رہے ہو؟ اگر تم دیس میں رہنا چاہتے ہو۔ تو میں وہاں ہی رہونگی"۔

کملا کے منہ سے ایثار و قربانی کی یہ بات سُن کر رمیش کے دل پر اور بھی چوٹ لگی۔ وہ پھر سوچنے لگا۔ کہ کیا کرنا ہوگا؟ دوسری بار وہ پھر متفکر ہو کر سوچتے سوچتے کملا کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگا"

کملا نے سنجیدہ شکل بنا کر پوچھا "اچھا! اب چھٹیوں میں سکول نہیں رہنا چاہتی۔ اس وجہ سے تم ناراض ہو گئے؟ سچ سچ کہو!

رمیش نے کہا "سچ کہتا ہوں۔ تمہارے اوپر غصہ نہیں ہے۔ میں نے اپنے آپ پر ہی غصہ کیا"

رمیش نے افکار کے پیچ پیچ جال میں سے غور کر کے اپنے آپکو نکال کر کملا کے ساتھ بات چیت کرنے کا ارادہ کیا۔ اُسنے پوچھا! کملا! سکول میں تم نے اتنے دنوں تک کیا سیکھا ذرا بتاؤ تو سہی!

کملا نہایت جوش سے اپنی تعلیم کا حساب دینے لگی۔ زمین گول ہے۔ یہ کہہ کر اُسنے رمیش کو تحیر بنانے کی کوشش کی۔ اور جب اُسنے رمیش سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اُس وقت رمیش نے سنجیدہ شکل بنا کر زمین کے گول ہونے میں شک کا اظہار کیا۔ کہا "بھلا! یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔"

کملا نے آنکھیں پھاڑ کر کہا- واہ! میری کتاب میں لکھا ہے... ہم سب نے پڑھا ہے رمیش نے تعجب کا اظہار کر کے کہا- بتاؤ تو کیا!.. کتاب میں لکھا ہے کتنی بڑی کتاب ہے؟ اِس سوال سے کملا نے کسی قدر ہو کر کہا- بہت بڑی کتاب نہیں- مگر چھاپے کی کتاب ہے- اُس میں تصویریں بھی ہیں"

اتنے بڑے ثبوت پر رمیش کو ہار ماننی پڑی- اِسکے بعد کملا تعلیم کا ذکر ختم کر کے وِدیالہ کی متعلمہ و معلمہ وغیرہ کی باتیں کرنے لگی جس کسی وقت اُسنے سوالات بھی کئے یکایک کملا بول اُٹھی "تم میری بات تو سنتے ہی نہیں"- یہ کہکر وہ منہ بنا کر وہاں سے اُٹھ گئی۔

رمیش نے بے چین ہو کر کہا- نہ نہ کملا بغصہ نہ کرو میری طبیعت آج اچھی نہیں ہے "اچھی نہیں ہے" یہ سنکر کملا لوٹ آئی- اور بولی- تمہاری طبیعت خراب ہے- کیا شکایت ہے؟ رمیش نے کہا کوئی مرض نہیں...... وہ کچھ نہیں...... بیچ بیچ میں میری حالت ایسی ہی ہو جاتی ہے۔

کملا نے کہا "میرے نقشہ میں جو تصویر ہے- دیکھو گے"!

رمیش نے اِصرار کے ساتھ دیکھنا چاہا- کملا نے جلدی جلدی اپنی کتاب لا کر رمیش کے سامنے کھول کر رکھ دی- اور کہنے لگی- یہ جو دو گول دیکھ رہے ہو- یہ اصل میں ایک ہے گول چیزوں میں کیا اگلے اور پچھلے حصہ کی تمیز ہوتی ہے۔

رمیش نے ذرا سوچ کر کہا "چپٹی چیزوں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے"

کملا نے کہا- اِسی لیئے اِس تصویر میں زمین کے دو حصے علیحدہ طور پر دکھائے گئے ہیں اِنہیں باتوں میں شام ہو گئی۔

(۲۰)

آنند چرن تنہا پڑے ہوئے سوچ رہے تھے- جوگیندر کوئی اچھی خبر لائیگا تمام جھگڑے بکھیڑے بآسانی صاف ہو جائیں- جوگیندر آ گئے جس وقت گھر میں آئے اُسوقت مخوف نگاہوں سے آنند چرن نے اُنکے چہرے کی طرف دیکھا

اگلے اتوار کو شادی ہے۔ منوریہ بھی دے دیا گیا ہے۔ اب کیا پھر خطوط لکھنے ہونگے۔ کہ شادی ملتوی ہو گئی۔

جوگیندر نے کہا۔ اس مرتبہ ملتوی کرنے کی کیا ضرورت؟ صرف تبدیلی کے ساتھ کام چلانا ہوگا۔

آنند چرن نے متحیر ہو کر کہا۔ تبدیلی کیونکر ہو سکے گی؟

جوگیندر: جہاں تبدیلی ممکن ہے۔ وہی کرنی ہوگی۔ رمیش کی بجائے کسی اور لڑکے کی تلاش کرکے اسی دن و اسی وقت رسم ادا کر لی جاوے۔ ورنہ لوگوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہیں گے۔ یہ کہکر جوگیندر نے ہیم کے چہرے پر نظر ڈالی۔ اس نے عاجزانہ انداز سے سر نیچا کر لیا۔

آنند چرن۔ لڑکا اتنی جلدی مل جائے گا!

جوگیندر۔ اس سے تم بے فکر رہو۔

آنند چرن۔ مگر ہیم کو تو راضی کرنا ہوگا۔

جوگیندر۔ رمیش کے تمام حالات سنکر وہ یقیناً راضی ہو جائے گی۔

آنند چرن: پھر جو تمہیں مناسب معلوم ہو وہی کرو۔ مگر رمیش بہت اچھا تھا۔ تعلیم یافتہ تھا پرسوں ہی سب۔ ساتھ سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ اٹاوہ جاکر وکالت کریگا۔ اتنے میں یہ کیا ہو گیا؟

جوگیندر۔ ابھی کیا فکر کرتے ہو۔ اٹاوہ میں تو رمیش اب بھی وکالت کر سکتا ہے۔ ہیم کو بلا لاؤ۔ اب وہ دن تو نہیں رہے۔

کچھ دیر بعد جوگیندر ہیم نلنی کو لے کر گھر آیا۔ اسکے مکان کے ایک کونے میں کتابوں کی الماری کے پیچھے کھڑا تھا۔

جوگیندر نے کہا ہیم بیٹھو! تم سے ایک بات کرنی ہے۔

ہیم نلنی چپ چاپ تخت پر بیٹھ گئی۔ وہ جانتی تھی۔ کہ اب اسکے امتحان کا وقت آگیا۔

جوگیندر نے کہا۔ رمیش کے شک کا سبب تم کچھ نہیں جانتی؟

ہیم نلنی نے کوئی بات نہیں کہی۔ اس نے صرف گردن جھکا لی۔

جوگیندر۔ آپ نے شادی کا دن ایک ہفتہ کیلئے بڑھا دیا۔ اسکا کیا سبب ہے؟ جو ہم لوگوں کو بتایا نہیں جا سکتا۔

ہیم نلنی نے آنکھیں نیچے کرکے کہا "ضرور کوئی خاص سبب ہے"

جوگیندر۔ یہ تو ٹھیک ہے سبب تو ہے۔ مگر کیا یہ شک کے قابل نہیں۔

ہیم نلنی نے خاموشی سے گردن نیچے کرکے اشاروں سے کہا ۔ ۔ ۔ نہ ۔ ۔ ۔

اسکے سب سے پیارے رمیش کے اوپر ہی جوگیندر کو غصہ آگیا۔ کتاب ختم کرنے کا کیا ذکر دیباچہ بھی نہ پڑھا جا سکا۔

جوگیندر غضبناک لہجہ میں کہنے لگا۔ تمہیں تو معلوم ہوگا۔ رمیش کچھ مہینے پیشتر اپنے باپ کے ساتھ وہیں چلا گیا تھا۔ اسکے بعد بہت دنوں تک اسکا کوئی خط نہیں آیا تھا۔ سب حیران تھے کہ کیا ہوگیا؟ یہ بھی تم جانتی ہو۔ کہ رمیش دونوں وقت ہمارے ہاں آتا تھا۔ وہ ہمارے مکان کے پاس ہی مکان لے کر رہتا تھا۔ وہی رمیش جب کلکتہ آیا۔ تو ہمیں ملا تک نہیں۔ دوسرے مکان میں چھپ کر رہتا تھا۔ اتنے پر بھی تم سب پہلے کی طرح سمجھ کر اسے اپنے گھر لائے۔ اگر میں ہوتا تو کیا کبھی ایسا ہوتا؟

ہیم نلنی خاموش رہ گئی۔

جوگیندر۔ رمیش [illegible] سے کیا تمہیں کبھی کچھ خیال نہیں آیا۔ اسکے متعلق کیا تمہارے دل میں کبھی کوئی سوال [illegible]۔ رمیش پر ایسا [illegible] وشواش؟

ہیم نلنی نے [illegible] جواب نہیں دیا۔

جوگیندر۔ [illegible] سادہ دل ہو۔ کسی پر بھی شک نہیں کرتیں۔ ۔ ۔ ۔ امید کرتا ہوں [illegible] بھی [illegible] خود ہی سکول میں جاکر پتہ لگایا۔ رمیش اپنی بیوی کو بورڈنگ [illegible] رہا ہے۔ چھٹیوں میں بھی اسے وہاں ہی رکھنے کا بندوبست کر رہا تھا۔ [illegible] لیکن [illegible]۔ رمیش نے [illegible] کہ چھٹیوں میں کملا کسی طرح بورڈنگ میں نہیں رہ سکتی۔ آج [illegible] سکول کا [illegible] درزی باہر آئی۔ اس [illegible] خود ہی [illegible] تھا۔ [illegible] کملا بیٹھی ہوئی [illegible] اور رمیش سامنے بیٹھا ہوا

ہیم نلنی اُس وقت اپنے باپ کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھ بیٹھی۔ جوگیندر کے چہرے کی جانب دیکھ کر بولی۔ .. بھیّا جو سوچنا تھا۔ سب سوچ لیا ہے۔ جب تک اُن کے منہ سے نہ سنوں گی تب تک مجھے کسی طرح اعتبار نہیں آئے گا۔ یقین رکھو۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ بیٹھی۔ آنند بابو نے بے چین ہو کر اسے پکڑ لیا ورنہ وہ ...... گر پڑے گی۔

ہیم نلنی آنند بابو کا ہاتھ پکڑ کر اپنی خواب گاہ میں گئی بستر پر لیٹ کر بولی۔ بابا! مجھے اکیلے چھوڑ دو۔ میں ذرا سوؤں گی۔

آنند بابو نے کہا۔ بہری کی ماں کو بلا دوں۔ وہ پنکھا کرے گی؟

ہیم نلنی نے کہا۔ ہوا کی ضرورت نہیں۔

آنند بابو پاس والے کمرہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ سوچنے لگے۔ اس لڑکی کی ماں چھ مہینہ کی عمر میں ہی مر گئی۔ وہی خدمت۔ وہی استقلال۔ وہی دائمی مسرت کا خیال لئے میں پرورش کرتا رہا۔ مگر کوئی شمع کی طرح جلتے جلتے آج تک پرچتا رہا اور جیسے پال پوس کر اتنا بڑا کیا آج جس کی یاد نے باپ کے دل کو دردمند بنا دیا۔ اب اُسکی خرابی کا خیال رہ رہ کر انہیں تڑپانے لگا۔ کمرے میں بیٹھے ہوئے وہ دل ہی دل میں ہیم نلنی سے کہنے لگے۔ ماں! تمہاری تمام مشکلات کا خاتمہ ہو۔ شک وشبہات کا فور ہوں۔ اور تم سکھ سے زندگی بسر کرو۔ تمہیں سکھی دیکھ کر میں سکھی ہونگا۔ یہ کہتے کہتے انہوں نے کپڑے سے اپنے آنسو پونچھے۔

عورتوں کو جوگیندر شروع سے ہی ناقص العقل سمجھتا تھا۔ آج اُسکے اس عقیدے کو اور بھی استحکام نصیب ہوا۔ یہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی یقین نہیں کرتی۔ اب کیا ہوگا؟ جوگیندر کسی طرح بھی کچھ نہ سوچ سکا۔

جوگیندر نے پکارا "اکشے"!

اکشے آہستہ آہستہ آیا۔ جوگیندر نے کہا۔ سب تو سن لیا۔ اب کیا تدبیر ہے؟

اکشے نے کہا! بھائی! جھوٹ موٹ مجھے ان سب باتوں میں کیوں پھنساتے ہو؟ میں نے اتنے دنوں تک کوئی بات نہیں کہی تم نے آتے ہی مجھے آفت میں پھنسا دیا۔

جوگیندر۔ یہ سب شکوہ شکایتیں بعد میں دیکھی جائینگی۔ اسوقت اسکے سوا اور کوئی تدبیر

نظر پڑتی آئی کہ جیتنی ہی کے سامنے ہی رمیش سے تمام باتیں اُملا لی جائیں۔

اُس نے کہا۔ پاگل ہو گئے ہو کیا؟ انسان اپنے مُنہ سے . . . . . .

جو کچھ نہ کہہ سکے۔ اگر وہ خط کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کر دے۔ تو اور بھی بہتر ہے۔ یہ بات تمہیں

اُٹھانا پڑے گی۔ مگر دیر ہی کرنے سے کام بگڑ جانے گا۔

اُس نے کہا۔ دیکھوں! کہاں تک میں کیا کر سکتا ہوں!

(۲۱)

رات کے نو بجے رمیش کملا کو لیکر سیالدہ سٹیشن گیا۔ جاتے وقت وہ خود سپاہی بنکر بیٹھا

ہوا چلا۔ گاڑی والے کو بلا ضرورت اسنے گلی گلی گھمایا۔ کولوٹولہ میں ایک مکان کے پاس

گاڑی اُسنے دیکھا۔ اُس قدیم مکان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

رمیش نے اس زور سے ایک گہرا سانس لیا۔ کہ سوئی کملا چونک کر اُٹھ بیٹھی۔ اور پوچھا

تمہیں کیا ہوا ہے؟

رمیش نے جواب دیا "کچھ نہیں"۔ بس سے زیادہ وہ اور کچھ نہیں کہہ سکا۔ گاڑی کے کونے

میں چپ چاپ بیٹھا رہا۔ دیکھتے دیکھتے گاڑی کے ایک کونے سر رکھ کر کملا بیخبر سو گئی۔ تھوڑی

دیر کے بعد کملا کی موجودگی رمیش کے لئے جیسے ناقابل برداشت ہو گئی۔

ٹھیک وقت پر گاڑی سٹیشن پہنچی۔ سیکنڈ کلاس کا ایک درجہ پہلے سے ہی ریزرو تھا۔

رمیش و کملا اسی میں بیٹھے۔ ایک تختہ پر بستر بچھا کر اور پردہ تان کر کملا سے کہا۔ تمہارے

سونے کا وقت ہو گیا۔ اب تم سو رہو۔

کملا نے کہا۔ گاڑی چھوٹنے پر میں سو جاؤنگی۔ اُس وقت تک میں کھڑکی کے پاس بیٹھ

کر دیکھونگی۔

رمیش راضی ہو گیا۔ کملا گھونگٹ نکال کر لوگوں کا آنا جانا دیکھنے لگی۔ رمیش بیٹھا ہوا

تھا۔ مگر اس وقت اُسکی طبیعت میں سکون اور تحمل کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ گاڑی چھوٹنے پر

رمیش چونک پڑا۔ یکایک دل میں خیال آیا۔ اُسکی جان پہچان کا ایک شخص گاڑی کی

طرف دوڑتا ہوا دکھائی دیا۔

اس وقت کملا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ رمیش نے کھڑکی سے منہ نکال کر دیکھا۔ ریلوے ملازم کے منع کرنے پر بھی زبردستی گاڑی میں سوار ہوا۔ اسکی چادر ملازم کے پاس ہی رہ گئی۔ گاڑی پر سوار ہو کر جب اسنے چادر لینے ہاتھ بڑھایا۔ تو رمیش نے صاف طور پر دیکھ لیا کہ وہ اور کوئی نہیں ہے۔ انکشے ہے۔

اس چادر کے تماشہ کو دیکھ کر کملا کی ہنسی بہت دیر تک نہیں رکی۔

رمیش نے کہا۔ ساڑھے دس بج گئے۔ اب تم سو رہو۔

لڑکی بستر پر لیٹ گئی۔ مگر نیند نہ آئی۔ وہ رہ رہ کر ہنستی تھی۔

رمیش جانتا تھا۔ کہ کسی گاؤں سے انکشے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ بچپن سے کلکتہ میں ہی رہتا ہے۔ آج رات کو وہ کلکتہ چھوڑ کر کہاں جا رہا ہے؟ رمیش بخوبی سمجھ گیا۔ کہ وہ اسی کے تعاقب میں جا رہا ہے۔

انکشے نے اگر انکے گاؤں میں پہنچ کر تفتیش شروع کی۔ اور اس بات سے اس نے تمام گاؤں میں شور و شر مچا دیا۔ تو بڑی خرابی ہوگی۔ انکے محلہ کے لوگ کیا کہینگے۔ رمیش نے خیالی تصور میں ہی دیکھا۔ کلکتہ جیسے شہر میں تمام حالتیں اچھی طرح چھپ جاتی ہیں مگر گاؤں میں ذراسی حرکت سے انکے دیہات بدل میں اپنے زور شور سے لہریں الٹ پلٹ مچادینگی۔ جوں جوں اس بات کو سوچنے لگا۔ توں توں اسکا دل تشویش و فکر کا جولانگاہ بن گیا۔

جب اس سٹیشن پر گاڑی ٹھہری۔ رمیش منہ نکالکر دیکھنے لگا۔ انکشے نہیں اترا نیم ہالٹ میں مختلف لوگ اترنے چڑھنے لگے۔ ان میں بھی انکشے نظر نہ آیا۔ ایک بار اس نے پھر ایک اور سٹیشن پر کھڑکی سے سر نکال کر دیکھا۔ مسافروں میں کہیں انکشے نظر نہیں آیا۔ اسکے بعد اور کسی سٹیشن پر اترنے کے لئے رمیش بہت کچھ سوچنے پر بھی خیال نہ کر سکا۔ بہت رات گذرنے پر رمیش تھک کر سو رہا۔ دوسرے دن صبح گوالنگنج کے سٹیشن پر گاڑی پہنچی۔ رمیش نے دیکھا۔ انکشے ہاتھ میں بیگ لئے ہوئے سٹیمر کی طرف دوڑا ہوا جا رہا ہے جس سٹیمر میں رمیش کے جانے کا ارادہ تھا۔ اسکے چھوٹنے میں اب بھی دیر تھی۔ مگر دوسرے

گھاٹ پر ایک اور سٹیمر جانے کے لئے تیار تھا۔ ۱۰ بجے بج رہا تھا۔ رمیش نے پوچھا۔ "یہ سٹیمر کہاں جائے گا۔" جواب ملا "پچھم کی طرف"۔

"کہاں تک جائے گا؟"

"اگر پانی کم نہ ہوا۔ تو بنارس تک!"

یہ سن کر رمیش اسی وقت کملا کو لیکر ایک کمرہ میں آیا۔ اور فوراً اُپلے۔ دودھ۔ دال چاول اور بہت سے کیلے خرید لایا۔

ادھر انکشے دوسرے سٹیمر کے تمام مسافروں کے درمیان کھڑا تھا۔ ان مسافروں میں سے کسی کو جلدی نہیں تھی۔ کیونکہ جہاز کی روانگی میں ابھی بہت دیر تھی۔ بہت سے لوگ نہا دھو کر کھانا پکا رہے تھے۔ کوئی کھا رہا تھا۔ انکشے نے گولا گنج پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اپنے سوچا۔ پاس ہی اگر کہیں کوئی ہوٹل ہوگا۔ تو رمیش کملا کو وہیں کھلانے پلانے گیا ہوگا۔

آخر جہاز نے سیٹی بجائی۔ اس وقت تک بھی رمیش کہیں نظر نہ آیا۔ تختہ سے گذر کر مسافر جہاز پر چڑھنے لگے۔ سیٹی نے مسافروں کو گھبرا دیا۔ جب تمام مسافر سوار ہو گئے۔ تختہ کھینچ لیا گیا۔ اسوقت انکشے نے بے تابانہ انداز سے کہا "میں اتر جاؤنگا!" مگر خلاصی نے اسکی بات نہیں سنی۔ ایک ڈونگا پاس ہی کھڑا تھا۔ انکشے اسی پر کود پڑا۔ کنارے آکر بھی رمیش کا کوئی پتہ نہ چلا۔ تھوڑی دیر ہوئی۔ ایک پسنجر ٹرین گولا گنج سے کلکتہ چلی گئی تھی۔ انکشے نے دل ہی دل میں سوچا۔ کل رات کو میں نے یقیناً رمیش اور کملا کو دیکھا تھا جہاز میں میں نے اچھی طرح غور سے دیکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے رمیش صبح کی گاڑی سے پھر کلکتہ واپس چلا گیا ہے۔ کلکتہ میں اگر کوئی شخص چھپنے کی کوشش کرے۔ تو اس کا ڈھونڈنا بھی بہت مشکل ہے۔

۲۲

انکشے تمام دن گولا گنج میں پریشان ہوتا رہا۔ شام کی ڈاک گاڑی سے وہ کلکتہ روانہ ہوا۔ دوسرے دن صبح وہ کلکتہ پہنچتے ہی سب سے پہلے درزی پاڑا میں رمیش کے

مکان پر گیا۔ دیکھا۔ مکان کا دروازہ بند ہے۔ خبر لینے پر معلوم ہوا کہ وہاں کوئی نہیں آیا
ڈھونڈو تو نہیں ملا۔ دیکھا۔ اسکا مکان خالی ہے۔ انندچرن کے مکان پہنچکر جوگیندر
سے بولا "۔۔۔۔۔۔ بھاگ گیا۔۔ پکڑ نہیں سکا"

جوگیندر نے کہا - یہ کیا بات ہے۔

انکشے نے اپنے سفر کا تمام حال مفصل کہہ سنایا۔

انکشے کے دیکھتے دیکھتے رمیش کملا کو لیکر بھاگ گیا - اب اسکا شک اور بھی پختہ ہوگیا
جوگیندر نے کہا - مگر انکشے ان کوششوں کا کوئی نتیجہ نہیں ہوا - صرف ہیم نلنی ہی کیوں ؟
بابا بھی یہی کہتے ہیں - کہ جب تک رمیش کے خاص منہ سے کوئی بات نہ سنیں گے
انہیں اعتبار نہیں آئیگا - یہی کیوں ؟ اگر آج بھی رمیش آجائے - تو بابا ہیم نلنی
کے ساتھ اسکی شادی کردینگے - میں خود ایسی مشکلات میں پڑگیا ہوں - کہ تم سے کیا
کہوں ؟ بابا ہیم نلنی کی تکلیف کسی طرح نہیں دیکھ سکتے - ہیم نلنی اگر آج بھی کہہ دے
کہ رمیش کی دوسری بیوی ہوتے ہوئے بھی میں اس سے شادی کرونگی - تو والد صاحب کچھ
خیال نہ کرینگے - اور نہ غلط اندازہ ہونگے جس طرح بھی ممکن ہو - اور جس قدر جلد ہو سکے
رمیش کا پتہ لگانا ہوگا - تمہیں ناامید ہونے کی ضرورت نہیں میں خود اس کام کو
اپنے ہاتھ میں لیتا مگر میری تو عقل ہی سلب ہو چکی ہے معلوم ہوتا ہے - تم نے ابھی تک
منہ بھی نہیں دھویا - اور چائے بھی نہیں پی -

انکشے نے منہ دھویا - چائے پیتے پیتے سوچنے لگا - اتنے میں انندچرن ہیم نلنی کا
ہاتھ پکڑے ہوئے چائے پلانے آئے - انکشے کو دیکھتے ہی ہیم نلنی الٹے پاؤں باہر نکل گئی
جوگیندر نے ناراض ہوکر کہا "ہیم کی یہ سراسر بے انصافی ہے - بابا! تم بہت قدرشناس ہو،
انکار کرتی ہے تو اسے زبردستی یہاں لانا نامناسب ہے - ہیم! ہیم!!

ہیم نلنی اس وقت اوپر چلی گئی تھی - انکشے نے کہا "جوگیندر! معلوم ہوتا ہے - تم
میرا کھیل اور بھی خراب کردوگے - انکے سامنے میرے متعلق کوئی ذکر نہ کرنا - زبردستی سے
بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا -

یہ کہکر اکشے چائے پیئے چلا گیا۔ اکشے نہایت مستقل مزاج شخص تھا جب تمام
آثار اسکے پیش نظر تھے تو اسے سب سوچنے میں کوئی دیر نہ لگی۔ کچھ سوچ سمجھ کر وہ
وہاں سے چلا گیا۔ اسکے جانے پر ہیم نلنی کو ساتھ لیئے ہوئے آننداچرن آئے۔ آج اس کے
رخسار زرد ہوگئے تھے۔ آنکھوں کے حلقوں میں سیاہی آگئی تھی۔ نگاہیں نیچی تھیں جوگیندر
کی طرف نہ دیکھ سکی۔ وہ جانتی تھی۔ کہ جوگیندر اسکے اوپر اور رمیش کے اوپر ناراض ہے
اسکے برخلاف طرح طرح کی تدبیریں سوچ رہا ہے۔ اس وجہ سے جوگیندر کے ساتھ اسے نظر
ملانا مشکل ہوگیا۔

محبت نے اگرچہ ہیم نلنی کے وسواس پر پہرہ لگا دیا تھا۔ تاہم تدبیر کو بالکل
نہ چھوڑ دینا مناسب نہ معلوم ہوا۔ جوگیندر کے سامنے ہیم نلنی کل اپنے عقائد کی پختگی
دکھا کر چلی گئی تھی۔ مگر رات کی تاریکی میں خوابگاہ میں وہ طاقت پوری طور پر ٹھہر نہ سکی
شروع سے آخیر تک رمیش کے سلوک میں کوئی خاص بات نہ پائی گئی۔ شک کے سبب
کو ہیم نلنی یہاں تک سمجھتی تھی۔ وہ اپنے وسواس میں اسے داخل نہیں ہونے دیتی تھی جیسی
کے حملہ کرنے پر ماں جیسے بچے کو اپنے سینے میں دونوں ہاتھوں سے دبا کر اسکی حفاظت کرتی
ہے۔ رمیش کے وسواس کو ہیم نلنی اسی طرح مخالف ثبوت کے باوجود بھی زور سے دل
میں دبائے ہوئی تھی۔ مگر ہائے! زور کیا ہمیشہ یکساں رہتا ہے؟

ہیم کے پاس کے مکان میں ہی رات کو آننداچرن سوئے تھے۔ ہیم جو بستر پر پڑی
ہوئی ادھر ادھر کروٹیں بدل رہی تھی۔ وہ اسے سمجھ رہے تھے۔ بار بار وہ اسکے کمرہ میں
جاکر کہتے تھے "بیٹی! تمہیں نیند نہیں آتی" ہیم نلنی جواب دیتی۔ "بابا! تم کیوں جاگ
رہے ہو؟ مجھے ابھی نیند آرہی ہے۔ میں سو جاؤنگی"

دوسرے دن صبح اٹھکر ہیم نلنی چھت پر ٹہل رہی تھی۔ رمیش کے گھر کا کوئی دروازہ
کوئی کھڑکی کھلی نہیں

آفتاب رفتہ رفتہ طلوع ہوا۔ صفحۂ عالم اسکی کرنوں سے جگمگا اٹھا۔ مگر ہیم نلنی کی
نگاہوں میں آج کا دن! اور یہ نیرنگیاں بے رس تھیں۔ ایسی ناامیدی۔ مسرت سے

خالی چھت پر وہ ایک کونے میں بیٹھی ہوئی دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رو رہی تھی آج تمام دن کوئی نہیں آئے گا چائے کے وقت بھی کسی کا انتظار نہیں۔ پاس تھے۔ گاؤں میں ایک شخص ہے۔ یہ خیال آتے ہی اسکا رہا سہا اطمینان بھی جاتا رہا۔

ہیم! ہیم!!

ہیم نلنی جلدی اٹھ کر آنسو پونچھ کر بولی "کیا بابا"!

آنند بابو چھت پر آئے۔ اور ہیم نلنی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر بولے۔ "مجھے آج اٹھنے میں دیر ہوگئی"

آنند بابو کو فکر و بے چینی سے تمام رات نیند نہیں آئی تھی صبح کے وقت آنکھ لگ گئی۔ روشنی کی چمک سے آنکھ کھلی۔ دیکھا۔ مکان میں کوئی نہیں۔ صبح صبح اسے چھپتے دیکھ کر ان کے دل میں چوٹ لگی۔ بولے "چلو بیٹی چلو! چائے پینے چلو"!!

چائے کے میز پر جوگیندر کے روبرو بیٹھ کر ہیم نلنی کو چائے پینے کی خواہش نہ تھی مگر اسنے دیکھا یہ ٹھیک نہیں۔ اسلیئے خود ہی وہاں گئی۔ وہاں پہنچکر اسے معلوم ہوا۔ کہ جوگیندر کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ اسوقت اسکا دل دھڑکنے لگا اور سینہ میں ایک سوزش سی ہونے لگی۔ یکایک خیال آیا۔ معلوم ہوتا ہے رمیش آگئے۔ اتنے سویرے اور کون آئے گا؟ کانپتے ہوئے پاؤں سے کمرے میں جا کر دیکھا۔ آگئے تھے۔ وہ کسی طرح اپنے آپ پر ضبط نہ کر سکی۔ فوراً باہر چلی گئی۔

دوسری بار آنند بابو جب اسے کمرہ میں لائے اسوقت وہ سر جھکائے ہوئے باپ کے پیالہ میں چائے ڈالنے لگی۔

جوگیندر ہیم نلنی کے اطوار سے بیتاب ہو رہا تھا ہیم رمیش کے لیئے اس قدر قرب و بے چینی کا اظہار کرے گی۔ یہ اسکے لیئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ اسکے بعد جب دیکھا آنند بابو بھی اسکے طرفدار بنے ہیں۔ اس وقت اسکی بے چینی اور بھی بڑھ گئی۔ "ہم لوگ سب کے سب جیسے بے انصاف ہیں"۔ ہم لوگ نیت کی خاطر ہی فرض کی ادائیگی کی خواہش کر رہے ہیں۔۔۔ ہم ہی جیسے تمام خرابیوں کے باعث ہیں۔ احسان کا اعتراف تو دور رہا

آپ سے قصور وار تسلیم کئے جا رہے ہیں - بابا کی عقل تو نہ معلوم کہاں چلی گئی - اسوقت تسلی دینے کا موقعہ نہیں - اسوقت چوٹ پہنچانے کا موقع ہے - یہ تو آن سے نہیں ہو سکتا - بلکہ ناخوشگوار بنائے دیئے رہتے ہیں

جوگیندر نے باپ سے مخاطب ہو کر کہا "بابا! معلوم ہے کیا ہوا ہے"

آنند چرن نے متاسفانہ انداز سے کہا "معلوم نہیں کیا ہوا ہے؟"

جوگیندر: - رمیش کل اپنی بیوی کو لے کر گولا گنج جا رہا تھا - انکے نے کو اسی گاڑی میں دیکھ کر وہ پھر کلکتہ واپس بھاگ آیا -

ہیم نلنی کا ہاتھ کانپ اٹھا - وہ چائے ڈال رہی تھی - گر پڑی - مجبور تخت پر بیٹھ گئی جوگیندر اُسکے منہ کی طرف دیکھتا ہوا آنکھیں نکالنے لگا - اور کرخت لہجہ میں بولا "بھاگنے کی کیا ضرورت تھی - انکے نے سے کیا پوشیدہ ہے - سب تو پہلے ہی ظاہر ہو چکا ہے - ایک تو پہلے ہی اُسنے غلطی کی تھی - اب یہ پھر ..... چوروں کی طرح بھاگنا اور چھپنا یہ کونسی مردانگی ہے - معلوم نہیں ہیم کے دل میں کیا ہے؟ .... اِسکے بھاگنے سے تو اُس کے قصوروں کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے -

ہیم نلنی کانپتے کانپتے تخت کو چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی - بولی "..... دادا! مجھے ثبوت کی ضرورت نہیں - اور نہ میں اس کی پروا کرتی ہوں اگر تم چاہتے ہو تو کرو - مجھے اسکی ضرورت نہیں"

جوگیندر: "تمہاری جسکے ساتھ شادی ہونا چاہتی ہے - کیا اُسکے ساتھ تیرا کوئی تعلق نہیں؟"

ہیم نلنی "شادی کی بات کیا کہتے ہو - اگر تم فسخ کرنا چاہتے ہو ..... تو کر دو ..... یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے - مگر میرا دل توڑنے کی بے فائدہ کوشش نہ کرو" -

یہ کہتے کہتے ہیم نلنی چلا چلا کر رونے لگی - آنند چرن جلدی جلدی اٹھ کر اُس کے آنسوؤں سے تر منہ کو اپنی گود میں رکھ کر بولے "چلو ہیم! ہم لوگ اوپر چلیں"

(۲۳)

جہاز روانہ ہوا - پہلے اور دوسرے درجے میں کوئی مسافر نہ تھا - رمیش نے ایک کمرہ

منتخب کر کے اس میں بستر لگایا۔ صبح کے وقت کچھ پھل اور دودھ کھا کر کملا ندی ۔۔۔۔
اور ندی کا کنارہ دیکھ رہی تھی۔
رمیش نے کہا۔ کملا! جانتی ہو ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟
کملا نے کہا "دیس جا رہے ہیں"
رمیش:۔ دیس تو نہیں۔ تمہاری نہیں لگتا ہم دیس نہیں۔
کملا۔ میرے لیے تم نے دیس جانا بند کر دیا؟
رمیش۔ ہاں! صرف تمہاری خاطر سے۔
کملا نے منہ بنا کر کہا:۔ کیوں؟ ایسا کیوں کرتے ہو؟ میں نے ایک دن بات بات میں کہہ دیا۔ اب بار بار اسی کا ذکر کرتے ہو۔ تم تو ذرا سی بات میں بگڑ جاتے ہو۔
رمیش نے ہنسکر کہا: نہیں میں ناراض نہیں ہوں۔ دیس جانے کی جب ہم کو خواہش نہیں
کملا نے اسوقت گھبرا کر پوچھا۔ تو پھر ہم کہاں جا رہے ہیں؟
رمیش:۔ "پچھم"
یہ سنکر کملا خوشی سے پھولی نہ سمائی۔ وہاں کتنے ہی تیرتھ ہیں۔ آب و ہوا بہت صحت بخش ہے۔ راجاؤں مہاراجاؤں کی کتنی ہی قدیم یادگاریں ہیں۔ کتنے ہی بہادری و جانبازی کے کارنامے ہیں۔ مسرت آمیز لہجہ میں بولی "پچھم میں ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"
رمیش نے کہا۔ کچھ ٹھیک پتہ نہیں۔ مونگیر۔ پٹنہ۔ دانا پور۔ بکسر۔ غازی پور۔ کاشی ان مقامات میں سے جو پسند آیا۔ وہی منتخب کر لیں گے۔ ان سنے اور ان سنے شہروں کا نام سنکر کملا کا دل اور بھی مسرت سے بھر گیا۔ وہ تالیاں بجاتے بجاتے بولی "بڑا مزہ ہوگا"
رمیش نے کہا۔ مزہ تو بعد میں آئیگا۔ اتنے دنوں تک کھائیں گے کیا؟ تم خلاصی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھا سکو گی؟
کملا نے نفرت آمیز انداز سے کہا "نہیں! یہ مجھ سے نہ ہوگا"۔
رمیش:۔ پھر کیا ہوگا؟
کملا:۔ "کیوں؟ میں خود ہی پکا لونگی"۔

رمیش: تم پکا سکتی ہو؟

کملا نے ہنس کر کہا - تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ نہیں پکا سکتی! تو کیا؟ میں کیا الھڑ لڑکی ہوں - ماما کے گھر میں تو برابر پکاتی تھی -

رمیش نے اسوقت مضطربانہ انداز سے کہا بہت اچھا! میں نے یہ سوال ناحق کیا خیر! اب کھانے پکانے کی چیزیں مہیا کرنی چاہیئے -

یہ کہکر رمیش چلا گیا - اور ایک لوہے کا چولھا لایا صرف یہی نہیں - کاشی پہنچانے تک کیلئے اُمیش نامی لڑکے کو برتن صاف کرنے اور پانی وغیرہ بھرنے کے لیئے لے آیا -

رمیش نے کہا "کملا! آج کیا کھانا ہوگا"

کملا نے کہا - تم تو صرف دال اور چاول لائے ہو - دونوں کو ملا کر کھچڑی پکا لیں گے -

رمیش نے خلاصی سے مصالح وغیرہ منگایا -

کملا یکایک ہنسنے لگی - بولی! صرف مصالح لیکر کیا کرونگی سِل بٹہ تو ہے نہیں پیسونگی کیونکر؟ تم بھی . . . . . .

رمیش نے ایک ہاون دستہ منگایا - کملا کو ہاون دستہ میں مصالح پیسنے کی عادت نہ تھی - رمیش نے کہا! اچھا میں کسی سے پسوا دیتا ہوں - مگر کملا کو یہ منظور نہ تھا - وہ خود ہی پیسنے لگی - مصالح کی چیزیں اُچھل اُچھل کر چاروں طرف گرنے لگیں - وہ ہنسنے لگی - رمیش بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کرسکا - یہ سب ختم کرکے کملا دھوتی پہن کر کھچڑی پکانے لگی - کلکتہ سے ایک ہانڈی میں سندیش[*] لائے تھے - اُس ہانڈی سے آج کام لیا گیا!

تھوڑی دیر بعد کملا نے کہا - کھچڑی میں اب کوئی دیر نہیں - تم جاؤ - نہا آؤ رمیش نہا کر آیا - اب سوال یہ اٹھا - تھال تو ہے نہیں کھائینگے کس میں؟ رمیش نے ڈرتے ڈرتے کہا خلاصی کے پاس جو تھال ہے جا کر مانگ لاؤں؟

کملا چونکی "

رمیش نے آہستہ سے کہا - اس قسم کی غلطی مجھ سے پہلے بھی ہو چکی ہے -

---

[*] سندیش: بنگالی مٹھائی

کملا نے کہا "پہلے جو ہوا - ہوا - اب نہیں ... میں اب نہیں دیکھ سکوں گی"
یہ کہکر کملا نے رمیش کی ہانڈی پر جو ڈھکنا تھا - اُسے اچھی طرح دھو دیا - اور بولی
آج تم اسی میں کھاؤ - کل پھر دیکھا جائے گا -
رمیش کھانے لگا - اسی کھانے میں بہت مزہ آیا - کملا نے کہا - جاؤ! تم تو مذاق کر رہے ہو - رمیش نے کہا - مذاق نہیں - کھانا نہایت ہی لذیذ ہے - کملا نے اور دیا - رمیش نے کہا - یہ کیا کرتی ہو - اپنے لیے بھی تو رہنے دو -
"بہت ہے - اسکے لیے تم فکر نہ کرو"
رمیش نے اچھی طرح کھایا - کملا اس سے بہت خوش ہوئی - رمیش نے پوچھا - تم کس میں کھاؤ گی؟
کملا نے کہا - - کیوں! اسی ڈھکنے میں!
رمیش نے گھبرا کر کہا - نہیں یہ نہیں ہوگا
کملا نے کہا - کیوں نہیں ہوگا؟
رمیش نے کہا - نہیں - نہیں - ایسا کبھی ہو سکتا ہے!
کملا نے کہا - ہو سکتا ہے - میں سب ٹھیک کر لونگی - رمیش تو کس میں کھائے گا؟
رمیش نے کہا - ہاں! نیچے ایک شخص کھانے پینے کی چیزیں بیچتا ہے - اسکے پاس سے میں پتہ مانگ لاؤنگا -
رمیش نے کہا - اگر تم اسی ڈھکنے میں کھانا چاہتی ہو تو لاؤ - مجھے دو - میں اچھی طرح دھو دوں - [illegible] شخص جلدی سے کہا - پاگل ہو گئے ہو [illegible] دیر بعد بول اٹھی مگر پان تو تم [illegible] -
[illegible] پان والا پان بیچتا ہے
[illegible] کی گرہستی کا کام آسانی سے شروع ہوا - رمیش دل ہی دل میں [illegible] ہونے لگا - وہ سوچنے لگا - شوہر و بیوی کے تعلقات پر [illegible] پر وہ پونجی لی جا سکے گی [illegible] گھر کی مالکہ کا اقتدار حاصل کر کے کملا ایسی بے [illegible] مدد کی امید نہیں رکھتی تھی - وہ جب تک اپنے ماں باپ کے گھر میں تھی کھانا پکاتی تھی - بچوں کی پرورش و پرداخت کرتی تھی - گرہستی کا

تمام کاروبار انجام دیتی تھی۔ اُنکی سلیقہ شعاریاں دیکھکر رمیش بہت خوش ہوا ۔۔۔ مگر اسکے ساتھ ہی وہ یہ بھی سوچنے لگا۔ کہ آئیندہ اسکے ساتھ کس طرح سلوک کرنا ہوگا؟ اسے کیونکر اپنے پاس رکھ سکونگا۔ یا دور رکھونگا؟ دونوں کے درمیان محبت کی حد کہاں تک قائم کی جاسکے گی؟ دونوں کے درمیان اگر تعلیم کی ہی رہتی۔ تو سب خوبصورت اور دل خوش کن ہوجاتا۔ مگر یہ اُمید اگر جھوٹی ہی ہوگی۔ تو اکیلے کملا کو لے کر تمام حالتیں کیونکر قائم رکھ سکوں گا۔ اس کا سوچنا بہت مشکل ہوگیا۔ رمیش نے سوچا اسب باتیں کملا سے صاف صاف کہہ دینی چاہئیں۔ اس سے پوشیدہ رکھنا مناسب نہیں۔

۳۴

اس وقت بھی شام نہیں ہوئی تھی۔ ایسے وقت میں جہاز کنارے پہنچا۔ اُس دن باوجود چند کوشش کے بھی جہاز نہ چل سکا۔ اونچے ٹیلوں پر بیٹھے ہوئے بیچ ساحل کے پاس آکر پرندوں کی قطار ایک ساتھ ریت کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے پانی پی رہے تھے۔ گاؤں کی بہوئیں گھڑے لئے پانی بھر کے آرہی ہیں۔ ان میں بعض بعض نابوتی عورتیں منہ کھولے بعض گھونگٹ نکالے جہاز کی طرف دیکھتی ہوئی اپنی حیرت کا ... کررہی تھیں۔ گاؤں کے چھوٹے چھوٹے بچے ٹیلوں پر گھومتے ہوئے باتیں کرتے کرتے ناچ رہے تھے۔

جس پار سنسان ساحل کے بیچ میں آفتاب غروب ہورہا تھا۔ رمیش چپ چاپ جہاز پر بیٹھا ہوا شام کو آفتاب کے غروب ہونے کا دلفریب نظارہ دیکھ رہا تھا۔ کملا اپنی رسوئی کے پاس دروازے میں کھڑی ہوئی تھی۔ رمیش جلد ہی پیچھے مڑ کر دیکھے گا۔ یہ اُمید کرکے وہ آہستہ آہستہ کھانس رہی تھی ..... اُس کا بھی کوئی نتیجہ نہ ہوا ۔۔۔۔۔ بالآخر وہ اپنے چابی کے گچھے سے دروازہ کھٹکھٹانے لگی جس کی آواز پیدا ہوئی۔ اُس وقت رمیش نے نظر پھیری۔ کملا کو دیکھکر اُس کے پاس آکر بولا۔ "تمہارے بلانے کی یہ عجیب حکمت ہے"!

کملا نے کہا۔ "پھر کیوں کر پکاروں"؟

رمیش نے کہا۔ "کیوں! ماں باپ نے میرا نام کرن سنسکار کس لئے کیا تھا ... اگر
وہ کام نہیں۔ تو ضرورت پر مجھے رمیش بابو کہہ کر پکارنے میں حرج ہی کیا ہے"؟

"پھر وہی مذاق۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا"۔ کملا کے رخساروں پر شام کے
آفتاب کی ڈوبتی ہوئی شعاعوں نے اور بھی سرخی کی ایک لکیر کھینچ دی۔ اُسنے سر نیچا
کر کے ... "تم نے جو لکھا ہے۔ وہ ٹھیک نہیں۔ سنو! کھانا تیار ہے۔ دن بیتتے جھٹ پٹ کھالو۔

آج صبح اچھی طرح کھایا یا نہیں"۔ ہوا کے فرحت افزا جھونکوں نے رمیش کی بھوک
بڑھا دی۔ کملا کی تکلیف کے خیال سے اُسنے بھوک کا اظہار نہ کیا۔ مگر کھانے کے تذکرہ
نے جو کہ اُسکے شکم میں ایک اضافہ کر دیا۔ اُس کا ایک سبب یہ تھا خود خوشی سیر
ہونے کی نہیں۔ خوشی اس بات کی تھی۔ کہ کملا یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اُس کا
شوہر نہیں ہوں۔ دل و جان سے خدمت کرتی ہے یہی خوشی اُسکے دل کے کسی کونے
میں دبی ہوئی بیٹھی تھی۔ مگر یہ گراں بہا جواہر اُسکے مقدر میں نہیں تھا۔ اتنی بڑی چیز کا
دار و مدار صرف غلطی پر ہے۔ اِس فکر کی بے رحم چوٹ وہ برداشت نہ کر سکا۔ سر
نیچا کئے ہوئے گہرے سانس لیتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔

کملا اُسکے چہرہ کی حالت دیکھ کر ہیرا اللہ! مذاق سے بولی "معلوم ہوتا ہے آج تمہاری
طبیعت کچھ سست ہے۔ کھاؤ گے نہیں؟ میں جبر کرنا نہیں چاہتی"!

رمیش نے جلدی جلدی چہرے کا رنگ تبدیل کر کے کہا۔ "نہیں! تم کیوں جبر
کرو گی۔ مجھے خوب بھوک لگی ہے۔ اسوقت تو تم نے زیادہ ہی سے کھانا اٹھا کر بلایا
مگر کھانا پروسنے کے وقت مدھوسودن کی طرح کہیں چھپ نہ جانا"۔

یہ کہکر رمیش نے چاروں طرف نظر ڈال کر کہا "کہاں! کھانے کی چیز تو کچھ
دکھائی نہیں دیتی۔ اگرچہ بہت زور کی بھوک لگی ہے۔ مگر یہ اسباب تو مجھے ہضم
نہیں ہوگا۔ بچپن سے میری عادت کچھ اور قسم کی ہے۔ رمیش نے کمرے وغیرہ
کی بستر کی طرف اپنی انگلی دکھائی۔

کملا کھلکھلا کر ہنس پڑی ہنسی کو روک کر بولی "اب صبر نہیں ہو سکتا؟ جب آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس وقت کیا بھوک پیاس نہیں لگتی؟ اور جیسے ہی میں نے پکارا اسوقت دل میں خیال آیا کہ بہت بھوک ہے۔ اچھا! تم ایک منٹ صبر کرو میں لاتی ہوں۔

رمیش نے کہا۔ اگر دیر ہونے سے بستر وغیرہ کچھ نہ دیکھ پاؤگی۔۔۔۔۔۔ اس وقت مجھے دوشش نہ دینا"۔

محبت کی اس پُر لطف چٹکی نے کملا کو کچھ کم حظ نہیں پہنچایا ہوا۔ اسکا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اپنی جان بخش ہنسی سے تمام کمرے میں آبِ حیات کی بارش کر کے وہ جلدی جلدی کھانا لینے گئی۔

پتوں سے ڈھانپ کر ایک ٹوکری لیکر تھوڑی دیر کے اندر ہی اندر کملا کمرہ میں کے اندر داخل ہوئی۔ اور بستر پر وہ ٹوکری رکھکر آنچل سے میز صاف کرنے لگی۔

"رمیش نے بےتابانہ انداز سے کہا۔ یہ کیا کر رہی ہو؟

کملا نے کہا! کچھ نہیں۔ ابھی دھوتی دھو ڈالونگی۔ یہ کہکر اُسنے پوڑی اور ترکاری تھالی میں رکھی۔

"رمیش نے کہا کیا تعجب کی بات ہے۔ پوڑی کا شعر تیست کیسے سمجھا"۔

کملا نے کہا۔ اچھا! بتاؤ تو سہی؟

رمیش نے ذرا حیلہ حوالہ سے کام لیکر کہا۔ یقیناً خلاصی کے کھانے میں سے حصہ لائی ہو

کملا نے جوش میں آکر کہا! رام! رام! کبھی نہیں!"

رمیش نے کھاتے کھاتے پوری کی تعریف میں اسقدر مبالغہ سے کام لیا کہ کملا جھنجھلا اُٹھی۔ جب اُسنے کہا۔ الف لیلہ میں الہ دین بلوچستان سے گرم گرم کھانا لا کر اسطرح کھلایا کرتا تھا"۔ اس وقت کملا سے نہ رہا گیا۔ اُسنے مُنہ پھیر کر کہا "جاؤ میں نہیں بتاؤں گی"۔

رمیش نے بےتابانہ انداز سے کہا "نہ۔ نہ میں ہی ہار مانتا ہوں۔ خلاصی کی بیوی نے

ہیں۔ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ میں تو کچھ سوچ نہیں سکتا مگر پھر بھی کملا مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں۔" یہ کہکر رمیش نے اصل بات کے فیصلہ کی نسبت جھٹ پٹ کا فیصلہ کرنا ضروری سمجھا۔

جہاز کے ٹھہرنے پر کملا نے کھانے پینے کی چیزیں منگانے کے لیے اومیش کو گاؤں بھیجا تھا۔ جب کملا اسکول میں پڑھتی تھی۔ اسوقت وظیفہ کے طور پر جو روپے رمیش نے دیئے تھے انہیں میں سے بچا بچا کر کملا کے پاس کچھ روپے ہو گئے تھے۔ آج اس روپیہ سے کملا نے کچھ سامان منگایا۔ کملا نے اومیش سے پوچھا "اومیش! تو کیا کھلائے گا؟ بتا تو سہی"

اومیش نے کہا "ماں! گاؤں کے گوالے کے گھر میں بہت اچھا دہی دیکھ آیا ہوں۔ اگر پیسے دو تو لے آؤں۔ کیلا تو گھر میں موجود ہے۔ ابھی وہیں چوڑہ وغیرہ ملا کر کھالونگا"

کملا بچے کی یہ بات سن کر اپنے دل میں بہت خوش ہوئی۔ بولی "اومیش کچھ پیسے بچے ہیں؟" اومیش نے جواب دیا "نہیں"۔

کملا بڑی مشکل میں پڑی۔ رمیش سے وہ کیونکر پیسہ مانگ سکے گی یہی سوچنے لگی۔ ذرا دیر بعد بولی "اگر تیری قسمت میں دہی اور پھل وغیرہ نہ ہوئے۔ تو پوری مشکل میں ہے"

اومیش نے کہا "ماں! جو دہی میں دیکھ آیا ہوں۔ اسکی نسبت کیا کہوں؟"

کملا نے کہا "دیکھو اومیش! بابو جب کھانا کھا چکیں۔ تو تو اپنے بازار والے پیسے مانگنا"

رمیش جسوقت کھانے بیٹھا۔ اس وقت اومیش آیا۔ رمیش اسکے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اومیش نے دبی زبان سے کہا "ماں! بازار کے پیسے"

اس وقت رمیش کو یکایک خیال آیا کہ کملا کے لیے روپے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ استغنا میں کام نہیں چلے گا۔ بیتابانہ انداز سے بولا "کملا! تمہارے پاس تو روپیہ نہیں ہے۔ مجھے منع کیوں کر دیا؟"

کملا نے سر جھکا کر اپنا قصور قبول کر لیا۔ کھانے کے بعد رمیش نے کملا کے ہاتھ میں ایک چھوٹا کیش بکس دیکر کہا "اس میں کافی روپے ہیں"

اس طرح گرہستی کی ذمہ داری کملا کے اوپر پڑی۔ رمیش نے جہاز کے باہری معاملہ

کے اندر و باہر چکر لگانے لگا ..... اسی نام کے زبان پر آتے ہی خیال آیا کہ درد میں
شرابور آنکھیں اُسکے سامنے اپنے درد کا اظہار کر رہی ہیں۔ رمیش کا عضو عضو تھرا اٹھا
اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ گذشتہ دو سال کی زندگی کے تمام واقعات اُسکے پیش
نظر ہو گئے۔۔ ہیم نلنی کے ساتھ اُسکا پہلا تعارف ..... یہ دن بھی یاد آیا۔ رمیش
کی زندگی کا خاص دن بن گیا۔ رمیش یہ نہیں سمجھ سکا تھا۔ جوگیندر جب اُسے اپنی بہن کے
پاس لے گیا تھا۔ وہاں ہیم نلنی کو بیٹھا ہوا دیکھ کر شرمسار رمیش نے اپنے آپکو سخت
مصیبت میں گرفتار دیکھا۔ رفتہ رفتہ شرم جاتی رہی ہیم نلنی کے ساتھ خلا ملا ہونے
لگا۔ آہستہ آہستہ اس بندھن نے رمیش کو قیدی بنا دیا۔ فن شاعری میں تمام باتیں
رمیش نے پڑھی تھیں۔ اور جن سے دل میں ایک لطف خیز کسک پیدا ہو گئی تھی۔ وہ
تمام اُسے ہیم نلنی کی محبت کا نتیجہ سمجھا۔ "میں اُسے پیار کرتا ہوں"۔ اس خیالی غرور نے
اُس کا دل ایک عجیب لطف سے بھر دیا۔ اُس کے ہم جماعت لڑکے امتحان میں کامیاب
ہونے کے لیے پیار و محبت کی نظموں کے معنی و مطالب یاد کرنے کے لئے مرتے تھے۔.....
اور رمیش تو محبت کے راستہ میں استقلال سے قدم بڑھا چکا تھا۔ یہ سوچ کر وہ دوسرے طلبا
پر رحم کھاتا تھا۔ رمیش نے آج اچھی طرح غور و خوض کر کے دیکھا۔ اُس دن بھی وہ محبت
بدستور تھی۔ مگر جسوقت یکایک کملا نے آکر اسکی زندگی کی حالت میں اور بھی تغیر کر دیا
اسوقت وہ مخالفت کی چوٹ پر چوٹ کھا کر دیکھتے دیکھتے ہیم نلنی کی طرف متوجہ ہوا۔
محبت نے اپنا ایک خاص ہالہ بنایا۔ اور خیالات اُسکے اردگرد چکر لگانے لگے

رمیش اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں سر تھامے ہوئے سوچنے لگا۔ سابقہ زندگی
کے تمام واقعات تو پیش نظر تھے ..... اسکی محبت کی پیاسی اور پریم کی بھوکی زندگی
..... ناکامیابی اور مایوسی کے جال میں پھنسی ہوئی۔ یہ خیال کیا۔ وہ اپنے دونوں جڑے ہوئے
ہاتھوں سے تار تار کر کے نہ پھینک دیگا؟

اس نے پختہ عہد کر کے یکایک سر اٹھایا۔ دیکھا، بہت دور پر ایک بید کی کسی
پر کملا ہاتھ رکھے ہوئی کھڑی ہے۔ کملا متحیر ہو کر بول اٹھی معلوم ہوتا ہے تم سو رہے

تھے۔ اور میں نے آکر تمہیں جگا دیا؟

مضطرب اور بے چین کملا کو جاتے ہوئے دیکھ کر رمیش نے جلدی جلدی کہا۔ "نا نا کملا! میں سوتا نہیں تھا۔ بیٹھو! تمہیں ایک قصہ سناؤں۔"

قصہ کی بات سن کر کملا خوشی سے کرسی اٹھا لائی۔ اور بیٹھ گئی۔ رمیش نے سوچا تھا۔ تمام باتیں کملا سے صاف صاف کہہ دینی ضروری ہیں۔ مگر اتنی سخت بات کہہ کر وہ اسکے دل پر چوٹ نہ لگا سکا ... اس وجہ سے کہا "بیٹھو! تمہیں ایک قصہ سناؤں"

رمیش نے کہا "کسی زمانہ میں ایک ذات کا چھتری تھا۔ اس ..."

کملا نے پوچھا "کس زمانہ میں؟ بہت ... دو ... نوں ... پیشتر ..."

رمیش نے کہا "ہاں! بہت دنوں پیشتر۔ اس وقت تم نہیں پیدا ہوئی تھیں"

کملا: "تم پیدا ہو چکے تھے۔ تم بہت قدیم زمانہ کے شخص ہو۔ اسکے بعد!"

رمیش: "اس چھتری کا قاعدہ تھا وہ خود شادی میں نہیں گیا۔ اپنی تلوار بھیج دی۔ اسی تلوار کے ساتھ بیٹی کی شادی ہو گئی۔ جب بہو گھر آ گئی۔ تو پھر اسکے ساتھ شادی کی۔"

کملا: "نہ۔ نہ چھی۔ وہ کیسی شادی؟"

رمیش: "میں بھی اس قسم کی شادی پسند نہیں کرتا ... مگر کیا کروں گا ... جس چھتری کی بات کہتا ہوں۔ وہ خود اپنی سسرال جا کر شادی کرنے میں بے عزتی سمجھتا تھا۔ جس چھتری راجہ کا قصہ سنا رہا ہوں۔ وہ اسی قوم کا تھا۔ ایک دن وہ ..."

کملا: "تم نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں کا راجہ تھا؟"

رمیش نے کہا "وہ مدراس کا راجہ تھا۔ ایک دن وہ راجہ ..."

کملا: "راجہ کا نام کیا تھا۔ پہلے یہ تو بتاؤ؟"

کملا کی خواہش تھی کہ وہ تمام واقعات صاف طور پر سنے۔ اسکے سامنے کچھ چھپانے سے کام نہیں چلے گا۔ رمیش یہ جانتے ہوئے بھی آگے کہنے کو تیار تھا ... اس وقت دیکھا۔ کملا کو قصہ سننے کی جیسی خواہش ہے قصہ میں اگر ذرا بھی تعلق سے کام لیا گیا۔ تو اسکے لئے ناقابل برداشت ہو جائے گا۔"

یکایک رمیش نے کہا :- راجہ کا نام رنجیت سنگھ ....
کملا نے تعجب انگیز لہجہ میں کہا - رنجیت سنگھ مدردیس کا راجہ - اسکے بعد .....
رمیش :- اسکے بعد ایک دن راجہ نے بھاٹ کے منہ سے سُنا - اُسی کے قوم میں اور ایک راجہ کی نہایت خوبصورت لڑکی ہے۔
کملا - وہ کہاں کا راجہ تھا ؟
رمیش :- خیال آتا ہے - کہ وہ کانچی کا راجہ تھا -
کملا :- خیال آتا ہے کیوں ؟ تو کیا وہ کانچی کا راجہ نہیں تھا -
رمیش :- کانچی کا راجہ تھا - تم اُسکا نام جاننا چاہتی ہو - اُسکا نام امر سنگھ تھا ...
کملا - لڑکی کا نام تو تم نے بتایا ہی نہیں - وہ بہت خوبصورت لڑکی تھی -
رمیش :- ہاں ! ہاں !! بھول گیا - اُس لڑکی کا نام .... اُسکا نام ... اوہ ...
اُس کا نام چندرا .....
کملا تعجب :- ہے تم اس طرح بھول جاتے ہو تم تو میرا نام بھی بھول گئے تھے -
رمیش :- کوشل کا راجہ بھاٹ کے منہ سے یہ بات سن کر .....
کملا :- کوشل کا راجہ کہاں سے آگیا - تم نے کہا تھا - مدردیش کا راجہ !
رمیش :- کیا تم سمجھتی ہو کہ وہ ایک جگہ کا راجہ تھا - وہ کوشل کا بھی راجہ تھا - اور مدردیش کا بھی !-
کملا :- سمجھ گئی - دو راجہ پاس پاس کے !
رمیش :- ہاں ! ایک جسم دو سر ا جان !
اس طرح بار بار بھولتے بھولتے اور کملا کے سوالات کا مدلل جواب دیتے دیتے اور اپنی غلطیوں کی کسی طرح اصلاح کرتے کرتے رمیش نے اس طرح قصہ بیان کیا -
رنجیت سنگھ نے امر سنگھ کے پاس آدمی بھیجا - اور شادی کی تجویز پیش کی راجہ امر سنگھ نے بخوشی منظور کر لیا - دن مقرر کیا - کرشن پکش کی دوا دشی کو ڈھائی پہر بعد لگن کی ساعت تھی - رات کو تمام شہر گھر گھر میں روشنی ہوئی - آج رات کو راج کماری

چندرا کی شادی ہوگی۔

مگر کس کے ساتھ؟ چندرا یہ بات نہیں جانتی تھی۔ جب وہ پیدا ہوئی تھی اُس وقت پرم ہنس پرمانند سوامی نے راجہ سے کہا۔ اس لڑکی کے گرہ خراب ہیں شادی کے موقعہ پر ساعت مقررہ پر تلوار گے۔ اندراج کنیا کی شادی ہو گئی۔

اندرجیت سنگھ نے آکر اپنے بھائی کی بیوی کو پرنام کیا۔ اندراج کے بچیت اور اندرجیت گویا دوسرے رام لکشمن تھے۔ اندرجیت نے چندرا کے چہرے پر نظر نہیں ڈالی۔ انہوں نے صرف اُسکے مہاور سے سرخ چرنوں پر نظر ڈالی تھی۔

رسم و رواج کے بموجب دوسرے دن موتیوں کا ہار دیکر اندرجیت بہو کو لیکر اپنے ملک روانہ ہوا۔ ناموافق گرہ کی بات یاد کرکے مخوف دل سے کاشی راج نے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے رخصت کیا۔ وداع آشیرباد دیا۔ ماں نے بیٹی کا منہ چوم کر آنسوؤں کو ضبط کرنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئی۔

کاشی سے اندرجیت دور تھا۔ تقریباً ایک مہینہ کا راستہ تھا۔ دوسری رات کو جب ندی کے کنارے تلوار رکھکر اندرجیت آرام کرنے کی تجویز کرنے لگا۔ عین اسی وقت جنگل میں مشعل کی روشنی نظر آئی۔ کیا بات ہے؟ اندرجیت نے پوچھا تھی۔

سپاہیوں نے واپس آکر کہا۔ کنورجی! یہ بھی ایک برات ہے۔ اور تم آپ ہی جیسے شادی کر کے بہو کو شوہر کے گھر لیے جا رہے ہیں۔ ساتھ میں لوگ ہتھیاروں سے لیس ہیں کیونکہ راستہ میں طرح طرح کے خوف ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ حضور سے التماس کرتے ہیں کہ تجھے دور تک اپنی حفاظت میں لے چلیے۔

کنور اندرجیت سنگھ نے کہا۔ جو شرن میں آیا ہے۔ اُس کو مدد دینا ہمارا فرض ہے حتی الامکان ہم اُسکی حفاظت کریں گے۔

تیسری رات اماوس کی رات تھی۔ سامنے چھوٹے چھوٹے پہاڑ تھے پیچھے جنگل تھے اندر سپاہی جھینگر کا نغمہ سنتے سنتے سو گئے۔

عین اسی وقت یکایک شور و شر سے سب جاگ اٹھے۔ اندر کے گھوڑے

پاگلوں کی طرح دوڑ بھاگ رہے ہیں۔ خبر نہیں کس نے اُنکی رسیاں کاٹ دی ہیں اور درمیان سے بعض بعض خیموں میں آگ لگ گئی ہے۔ وہ کالی رات میں نظر آ رہی ہے پتہ لگا۔ ڈکیتوں نے حملہ کیا۔ مار پیٹ ہوئی۔ کتنے ہی مرے مارے۔ تاریکی میں دوست دشمن کی تمیز مشکل تھی۔ جب صبح ہوئی۔ تو سب لوگ اُدھر اُدھر تتر بتر ہو کر جنگل اور پہاڑوں میں جا چھپے۔

اس اثنا میں ایک خاتمہ پر اُجکاری نظر آئی۔ وہ خوف سے باہر آ گئی تھی۔ اور ایک گروہ کو بھاگنے پر آمادہ دیکھکر اُنہیں میں مل گئی تھی۔ وہ دوسری برات جو جا رہی تھی اُس میں کچھ ایسی گڑبڑ مچی۔ کہ دولہن کو غنیمت لے بھاگے۔ راج کنیا چندرا کو اُنہوں نے اپنی بہو سمجھا۔ اور اسے لے کر تیزی سے اپنے دیس کی طرف چلے۔ وہ لوگ نہایت غریب اور مفلس چھتری تھے۔ کالنگ سمندر کے کنارے رہتے تھے۔ وہاں راج کنیا کے ساتھ اُس دوسری برات والے دولہا کا ملاپ ہوا۔ دولہا کا نام جیت سنگھ تھا۔ اُسکی ماں آئیں۔ اور ضروری رسم ادا کرنے کے بعد بہو کو گھر لے گئیں۔ رشتہ داروں اور عزیز واقارب نے بہو کو دیکھ کر کہا۔ ایسا حسن تو دیکھنے میں کبھی نہیں آیا۔ جیت سنگھ بھی اُس کے حسن و جمال پر مفتوں ہو گیا۔ ایسی کلیان لکشمی کی وہ دل و جان سے پوجا کرنے لگا۔ راج کنیا بھی ستی دھرم کی مریادا سے خوب واقف تھی۔ اُسنے جیت سنگھ کو اپنا شوہر سمجھ کر اپنے آپ کو اُس پر قربان کر دیا۔

نئی محبت کی شرم توڑتے ہوئے کچھ دن گذر گئے۔ جب شرم دور ہوئی۔ اُسوقت باتوں باتوں میں جیت سنگھ نے جانا۔ کہ جسے وہ بہو سمجھ کر گھر لایا ہے وہ راج کنیا چندرا ہے۔

(۲۶)

کملا نے گہری سانس کھینچ کر پوچھا "اِس کے بعد"؟

رمیش نے کہا۔ "میں اتنا ہی جانتا ہوں۔ اِسکے بعد کیا ہوا؟ تم ہی بتاؤ سنکر دیکھوں"

کملا۔ "نہ! نہ! یہ تمہارا دھوکا۔ اِسکے بعد کیا ہوا؟ سناؤ!"

رمیش:- سچ کہتا ہوں جب کتاب میں یہ قصہ پڑھا تھا - وہ ابھی مکمل طور پر شائع نہیں ہوئی - اگلا حصہ اس کا کب شائع ہوگا؟ معلوم نہیں -

کملا نے ناراض ہو کر کہا - بھاڑ میں جائے! تم بڑے نٹ کھٹ ہو - یہ تمہاری بڑی بے انصافی ہے

رمیش:- جو آپ ناک تے ہیں ... آپ غصہ کرو تم سے میں اتنی قدر پوچھتا ہوں - کہ چندرا کو لے کر جیت سنگھ کیا کرے گا؟

اس وقت کملا زمین کی طرف دیکھ کر سوچنے لگی ...... کچھ دیر بعد بولی ....

"میں نہیں جانتی کہ وہ کیا کرے گا؟ میں تو سوچ کر بھی نہیں بتا سکتی"

رمیش کچھ دیر چپ رہا - پھر بولا "جیت سنگھ کیا چندرا سے تمام باتیں صاف کہے گا؟"

کملا نے کہا "تم بڑے زبردست ہو جو ہو، معلوم ہوتا ہے سب یوں ہی گول مول رکھتا ہے - کہنا سننا نہیں ہوگا مگر اتنے بڑے معاملے کی صفائی تو ہونی چاہیئے"

رمیش نے سادہ لوحی سے کہا - ہونی تو چاہیئے -

رمیش نے پھر کچھ دیر بعد کہا - اچھا کملا! اگر ... ...

کملا: "اگر کیا؟"

رمیش: فرض کرو - اگر میں ہی جیت سنگھ ہوتا - اور تم چندرا ہوتیں "....

کملا:- تم ایسی بات مجھ سے کہو - سچ کہتی ہوں - مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا"

رمیش:- نہیں - تمہیں بتانا ہی پڑے گا ... اس وقت میرا کیا فرض ہے اور تمہارا کیا؟

کملا نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا - کرسی سے اٹھ کر چلی گئی - دیکھا رمیش اس کے کمرے کے باہر چپ بیٹھا ہوا اندر کی طرف دیکھ رہا ہے - پوچھا! "رمیش تو نے کبھی بھوت دیکھا ہے؟"

رمیش نے کہا "ہاں! دیکھا ہے"

یہ سن کر کملا ایک بینت کا بنا ہوا مونڈھا اٹھا کر بیٹھ گئی - اور پوچھنے لگی بتا تو سہی - تو نے کیسا بھوت دیکھا تھا؟

کملا ناراض ہو کر چلی گئی۔ رمیش نے اسے پھر نہیں پکارا۔ چاند کا ٹکڑا اس کی نظروں کے سامنے ہی گھنے بانس کے جنگل میں چھپ گیا۔ اپنے اپنے کمرے کا چراغ بجھا کر اس وقت تمام خلاصی و شیرو جہاز کے نچلے حصے میں آرام کرنے کی غرض سے چلے گئے تھے پہلے دوسرے درجہ کے مسافروں میں کوئی نہیں تھا۔ تیسرے چوتھے درجہ کے مسافروں میں زیادہ تر لوگ کھانا پکانے میں مصروف تھے۔ کنارے تاریکی سے چھپائے ہوئے مکانوں کی شاخیں اور بیچ بازار کی روشنی سے ایک عجیب رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے تھے۔ لبریز ندی کی پر شور لہریں جہاز کی زنجیروں سے ٹکرا ٹکرا کر ایک نغمہ الاپ رہی تھیں۔ اور رہ رہ کر گنگا کا بہاؤ جہاز کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا تھا۔

اس اتھاہ وسعت، خوفناک تاریکی، اور ناواقف مناظر کی زبردست ہلچل کے درمیان رمیش حقیقت میں نظروں سے ہو کر اپنے فرائض پر غور کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے سوچا ہیم نلنی اور کملا دونوں میں سے ایک کو چھوڑنا ہی ہوگا۔ دونوں کی حفاظت نہ ہوگی۔ اسکا کوئی راستہ نہیں پھر بھی ہیم نلنی کے لیے جائے پناہ ہے۔۔ وہ رمیش کو بھول سکتی ہے۔ وہ اور کسی سے بھی شادی کر سکتی ہے مگر کملا کو چھوڑنے سے اسکی زندگی کا اور کوئی بھی سہارا نہیں۔

انسان کی خود غرضی کا ٹھکانہ نہیں ہیم نلنی کے بھول سکنے کی نسبت رمیش کا جو خیال تھا۔ اسکی حفاظت کی ضرورت ہے۔ رمیش کے متعلق جو ہیم نلنی کا خیال تھا اس سے رمیش کو کوئی تسلی نہ ہوئی۔ اسکی تشویش کی بے چینی اس سے کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اسے ایسا لگا اس وقت ہیم نلنی تیرے سامنے سے جیسے بھاگی جا رہی ہے۔ اور بتدریج دور ہوتے ہوئے گھوڑے کی طرح بھاگی جا رہی ہے۔ اس وقت بھی دونوں ہاتھ پھیلا کر پکڑی جا سکتی ہے۔

دونوں گھٹنوں پر سر رکھ کر وہ سوچنے لگا۔ ... دور سے گیدڑ کے چلانے کی آواز کانوں میں آئی۔ گاؤں کے دو ایک کتے بھونکنے لگے۔ اس وقت رمیش نے سر اٹھا کر دیکھا کملا اندھیرے میں دروازے کا جنگلا پکڑے ہوئے کھڑی ہے۔ رمیش فوراً اٹھ کر گیا اور

دوسرے دن جب کملا سو کر اُٹھی۔ اس وقت صبح صادق آ چکی تھی۔ چاروں طرف نظر
کی۔ سوچا۔ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ خیال آیا۔ وہ جہاز میں ہے۔ آہستہ آہستہ اُٹھ کر
دروازے سے جھانک کر دیکھا۔ پُرسکون پانی پر نہایت ہی لطیف کہرے سے ڈھکا
ہوا تھا۔ ..... تاریکی زرد رنگ میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اور … درختوں کی
قطاریں جیسے آسمان پر ہری ہری گلکاریاں نظر آ رہی تھیں … دی ہائیں
نیلگوں دھار پر ڈونگیاں چلتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ کملا … نہ سوچ سکی۔ اُسکے
دل میں نہ معلوم۔ ایک کیسا زبردست درد معلوم ہونے لگا۔ موسم سرما کی شبنم۔ اور کہرے کے
لباس سے ملبوس شفق آج کیوں اُسکے دروازہ مسرت میں نہیں جگمگاتی۔ آنسوؤں کی روانی
کیوں لڑکی کے سینے کے اندر سے ہو کر آنکھوں کے پاس بار بار بے چینی کا اظہار کرنے لگی؟
اس کا شوہر ہے۔ ساس نہیں۔ ہم جلیس نہیں۔ اپنا پرایا کوئی نہیں۔ یہ بات کل تو
اسکے دل میں نہ آئی تھی ..... اتنی ہی دیر میں کیا ہو گیا؟ جس سے آج اُسکے دل میں بار
بار یہی خیالات آنے لگے۔ صرف رمیش پر ہی اُسکا دارومدار نہیں۔ ایسے تفکرات کیوں
دل میں گھر کرتے ہیں۔ یہاں دنیا کی وسعت کا ٹھکانہ نہیں۔ یہ کتنی وسیع اور لامحدود ہے۔ مگر یہ
لڑکی نہایت حقیر ہے۔

کملا بہت دیر تک خاموشی سے دروازہ پکڑے ہوئے کھڑی رہی۔ ندی کا بہاؤ پگھلے
ہوئے سونے کی طرح رواں دواں نظر آنے لگا۔ خلاصی وغیرہ اس وقت اپنے کام میں
مصروف تھے۔ انجن اس وقت بھک بھک کر رہا تھا۔ گاؤں کے بچے وغیرہ جہاز کا
شور و شر دیکھ رہے تھے۔

گول مال سنکر رمیش بھی جاگ اُٹھا۔ کملا کی خبر لینے کے لیئے وہ دروازہ پر آیا۔ کملا
نے متحیر ہو کر اپنا گھونگھٹ اور بھی کھینچ لیا۔ خبر نہیں کیوں؟! ورا اپنے آپ کو سنبھالنے
کی کوشش کرنے لگی۔

رمیش نے کہا۔ کملا! تم نے منہ ہاتھ دھو لیا؟
اس سوال پر کیوں کملا ناراض ہوئی۔ اس سوال کے جواب میں وہ خود قاصر رہتی مگر

اور کو دیا جا سکتا ہے۔ میں وہ کیوں لونگا؟

کملا نے کوئی جواب نہیں دیا کیش بکس زمین پر رکھ دیا۔

رمیش۔ کملا! اچھا کملا! سچ سچ کہو! معلوم ہوتا ہے میں نے قصہ پورے طور پر نہیں سنایا۔ اس وجہ سے ناراض ہو گئی ہو!

کملا نے منہ نیچا کر کے کہا "غصہ کس نے کیا ہے"؟

رمیش۔ جس نے غصہ نہیں کیا۔ وہی اس کیش بکس کو رکھے۔ میں سمجھونگا کہ اسکی بات سچ ہے

کملا۔ کیش بکس رکھنا پڑے گا۔ تمہاری چیز ہے۔ تم رکھو!

رمیش۔ میری چیز تو نہیں۔ دی ہوئی چیز لینے سے دوسرے جنم میں [illegible] کا بھوت ہوتا ہے۔ میں نہیں ہونا چاہتا۔

رمیش کی اس بات کو سنکر کملا کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ اسنے ہنستے ہنستے کہا "کبھی نہیں"۔ دی ہوئی چیز واپس لے لینے سے انسان بھوت ہو جاتا ہے میں نے ایسا کبھی نہیں سنا

اس یکایک ہنسی سے صلح کی بنیاد پڑی۔ اسنے کہا۔ دوسرے کی زبانی کیونکر سنو گی اگر کبھی کوئی بھوت دیکھا ہوتا۔ تو اس شخص سے دریافت کر لیتے پر صحیح جھوٹ کا پتہ لگ جاتا

کملا نے یکایک آرزو مندانہ لہجہ میں کہا۔۔۔۔ "اچھا! مذاق نہیں! سچ کہو تم نے کبھی بھوت دیکھا ہے؟

رمیش نے کہا! سچ مچ تو نہیں دیکھا۔ مگر اس قسم کے اور کئی بھوت دیکھے ہیں خالص اشیاء دنیا میں کمیاب ہیں۔

کملا۔ کیوں؟ امیش تو کہتا ہے۔۔۔۔۔

رمیش۔ امیش۔ امیش کون؟

کملا۔ واہ! وہی لڑکا جو ہمارے ساتھ جا رہا ہے۔ اسنے اپنی آنکھوں سے بھوت دیکھا ہے

رمیش۔ اس بارہ میں میں اور امیش ہم خیال نہیں یہ بات مجھے ماننی ہی پڑے گی۔

اتنے میں جہاز چل پڑا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا۔ کہ اتنے میں ایک شخص پگڑی لٹکائے دریا کے کنارے کنارے دوڑتا ہوا نظر آیا۔ ہاتھ اٹھائے ہوئے جہاز کو ٹھہرانے کے لیے

شروع کرنے لگا۔ جہاز کے افسر نے کوئی خیال نہ کیا۔ پھر وہ شخص رمیش کی طرف دیکھ کر اہو ہا ہو پیٹنے لگا۔ رمیش نے سوچا کہ یہ بے شک غلط سمجھ رہا ہے۔ رمیش نے دونوں ہاتھ سے اشارہ کر کے اسے بتا دیا۔ کہ مجھے جہاز ٹھہرانے کا کوئی استحقاق نہیں۔

یکایک کملا بول اٹھی۔ نہیں نہیں! اسے چھوڑ نہ جانا۔ یہ اپنا امیش ہے۔ اسے کسی طرح لانے کا انتظام کرو۔

رمیش نے کہا۔ میرے کہنے سے یہ جہاز کیوں ٹھہرائیں گے؟

کملا نے آزردہ دلی سے۔۔ ہو کر کہا۔ نہیں نہیں! تم کہو۔ یہ ٹھہرا لیں۔ کنارہ تو پاس ہی ہے۔

رمیش نے جہاز کے افسر سے جہاز ٹھہرانے کی سفارش کی۔ افسر نے کہا۔ بابو! کمپنی کے اصول کے برخلاف ہے۔

کملا نے باہر جا کر کہا۔ "اسے چھوڑ کر نہیں جا سکو گے۔ ذرا ٹھہراؤ۔۔۔ وہ میرا امیش"

قانون کے خلاف ورزی کو جو آسان طریقہ ہے رمیش نے اسی کی پیروی کی۔ یعنی انعام کے لالچ سے جہاز ٹھہرا لیا۔ اور امیش کو چڑھا کر اسے ڈانٹ بتانے لگا۔ امیش نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ ٹوکری کو کملا کے پاؤں کے پاس رکھ کر ہنسنے لگا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ کملا کے دل سے تو وہ افسوس اب تک دور نہیں ہوا۔ بولی! ہنس رہا ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ اگر جہاز والا نہ ٹھہراتا۔ تو کیا کرتا؟

امیش نے کوئی جواب نہ دیا۔ جن تنکوں سے ٹوکری ڈھکی ہوئی تھی۔ وہ اٹھا دیئے۔ اس میں سے کیلوں کا ایک گچھا۔ کئی قسم کے ساگ۔ کدو کے پھول اور بینگن نکلے۔

کملا نے پوچھا۔ یہاں سب کہاں سے لایا؟

امیش نے جو کچھ کہا۔ وہ تسلی بخش نہیں تھا۔ کل بازار سے جب وہ دہی لینے کیلئے گیا تھا تو کہیں کسی کی چھت پر اور کہیں کسی کے کھیت پر اسنے نظر ڈالی تھی۔ آج صبح ہی جہاز کی روانگی سے پیشتر ان جگہوں میں پہنچا۔ کسی سے اجازت بھی نہ لی۔

رمیش نے غضبناک ہو کر کہا۔ غیر کے کھیت سے تو کیوں اٹھا لایا۔

امیش نے کہا چوری کیوں کرتا ہ کھیت میں تو بہت سے تھے میں یہ تھوڑے سے لے آیا ہوں۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے؟

رمیش:- کیا تھوڑے سے لانے میں چوری نہیں ہو تی۔ کمبخت ابھی جہاں سے لایا ہے۔ وہیں پھینک آ!

امیش نے اپنی دردمند نگاہیں کملا کے چہرہ پر ڈالیں۔ ماں! ان سب کو چاہیے دیس میں کہتے ہیں۔ دیکھی ترکاری بہت اچھی ہوتی ہے۔ اور نہ بتیو کا ساگ ہے

رمیش نے اور بھی ناراض ہو کر کہا۔ بیجا۔ ورنہ میں یہ سب پانی میں پھینک دونگا اس بارہ میں کملا کو کیا کرنا چاہیئے۔ اِس خیال سے امیش نے کملا کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ کملا نے اُسے دوسرے کمرے میں لے جانے کا اشارہ کیا۔ اس اشارہ سے امیش نے یہ سمجھا۔ کہ کملا کے دل میں کوئی خوشی پوشیدہ ہے۔ یہ دیکھ کر وہ ساگ وغیرہ اٹھا کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

رمیش نے کہا۔ یہ بڑی بے انصافی ہے لڑکے کو حوصلہ نہ دو۔

رمیش خط لکھنے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کملا نے منہ نکال کر دیکھا۔ سیکنڈ کلاس کے ڈک کے پاس رسوئی خانہ میں امیش چپ چاپ بیٹھا ہوا ہے۔ سیکنڈ کلاس کا مسافر کوئی نہیں تھا۔ کملا ایک گرم چادر اوڑھ کر امیش کے پاس جا کر کہنے لگی۔ وہ ترکاریاں کیا تو نے پھینک دیں ـــ

امیش نے کہا پھینکتا کیوں! سب اسی کمرہ میں رکھی ہیں۔

کملا نے منہ بنا کر کہا۔ تو نے یہ بہت برا کام کیا۔ اب کبھی ایسا نہ کرنا۔

یہ کہکر کملا کمرے میں گئی۔ اور ۔ لہجہ میں بولی۔ چچا! نہانے آئیے

رمیش نہانے آیا۔ کملا جلدی جلدی ترکاری کاٹنے لگی۔ اسکے بعد کھانا پکانے میں مصروف ہوئی۔ اسی دن رمیش باتوں باتوں میں بہت کھا گیا۔

جب کملا اور رمیش کھا پی چکے۔ اُس وقت چاند نکل آیا تھا۔ آسمان پر تارے چمکتے ہوئے تھے۔ چاند کی صاف شفاف کرنیں پانی پر تھرک رہی تھیں۔ کنارے

اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھا ۔ ۔ ۔ اُسی لکڑی کے چھوٹے سے کمرے میں ایک کسی بیدار ناواقف جانور کے کھلے ہوئے منہ کی طرح ۔ اُسکی تاریکی میں اپنی تاریکی شامل کردی - وہ کہاں جائیگی کس جگہ وہ اپنا حقیر جسم چھوڑ کر آنکھیں بند کرکے یہ کہہ سکے گی - کہ یہ میری اپنی جگہ ہے کمرے میں جھانک کر کملا پھر باہر آگئی - باہر آتے ہوئے رمیش کا چھاتا ٹین کے ٹرنک پر گرا - اسی آواز سے چونک کر رمیش نے سر اٹھایا - اور کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا - دیکھا کملا اُسکی خوابگاہ میں کھڑی ہے - بولا! کملا! یہ کیا! میرا خیال تھا کہ تم اسوقت سورہی ہو - تم کیا ڈرتی ہو؟ اچھا میں اب باہر نہیں بیٹھونگا ۔ ۔ ۔ ۔ میں اسی پاس والے کمرے میں سونے گیا تھا ۔ ۔ ۔ بیچ کا دروازہ کھلا رکھتا ہوں -

کملا نے جھنجھلا کر کہا "میں نہیں ڈرتی" یہ کہکر وہ جلدی سے اندھیرے کمرہ میں گئی - اور جو دروازہ رمیش نے بند کر رکھا تھا - اُسے بند کردیا - بستر پر پڑ کر ایک چادر اوڑھ لی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُسنے جیسے دنیا میں اور کسی کو نہ پاکر صرف اپنے آپ کو چادر سے ڈھانپ لیا - اُسکے دل کا ایک ایک حصہ حسد سے بھرپور ہوگیا - جہاں آزادی نہیں - وہاں کیونکر جان بچ سکتی ہے -

رات بہت گئی - پاس کے کمرہ میں رمیش سو رہا ہے - کملا بستر پر نہ ٹھہر سکی آہستہ آہستہ باہر چلی آئی - جہاز کا ڈنڈا پکڑ کر کنارے کی طرف دیکھنے لگی - کہیں کسی کی آواز نہیں سنائی دیتی چاند مغربی سمت میں غروب ہو رہا تھا - دونوں طرف کھیتوں کے درمیان جو تنگ راستہ گاؤں سے آ ملا تھا وہ مجمل ہوگیا تھا - اسی طرف دیکھکر کملا سوچنے لگی - اسی راستہ سے کتنی لڑکیاں و عورتیں روزانہ پانی بھر کر گھر جاتی ہیں "گھر" اُکا لفظ زبان پر آتے ہی اُسکا دل سینہ سے باہر آنے کی کوشش کرنے لگا - ایک چھوٹا سا گھر! ۔ ۔ ۔ ۔ مگر وہ گھر کہاں ہے؟ ۔ ۔ ۔ سنسان کنارہ دھو دھو کر رہا تھا - وسیع اور لامحدود مکان ۔ ۔ ۔ ایک طرف سے دوسری طرف تک خاموش ۔ ۔ ۔ غیر ضروری آسمان ۔ ۔ ۔ غیر ضروری دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ حقیر لڑکی کے لیے یہ لامحدود وسعت بے حد غیر ضروری ۔ ۔ ۔ اُسے صرف ایک گھر کی ضرورت تھی -

عین اسی وقت کملا یکایک چونک اٹھی - کون ایک شخص بہت فاصلہ پر کھڑا ہے خوف نہیں ماں! میں امیش ہوں - رات تو بہت آگئی - سوئیں کیوں نہیں؟

اتنی دیر تک جو آنسو نہیں گرے تھے۔ وہ دیکھتے دیکھتے آنکھوں سے اچھل اچھل کر بہنے لگے۔ بڑے بڑے قطروں نے کسی باندھ کی پرواہ نہ کی صرف بہنے لگے۔ کملا نے اُمیش کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ جیسے پانی سے بھرے ہوئے بادل میں ہوا کے جھونکے بارش کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ اور ایک غربت زدہ لڑکے کے منہ سے محبت کی بات سنتے ہی کملا اپنے دردمند دل کو نہ روک سکی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔۔۔ کملا نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اُس بھیگے ہوئے گلے سے کوئی بات نہ نکلی —

درد سے بے تاب اُمیش نہ سوچ سکا۔ کہ کیونکر تسلی دی جائے۔ بہت دیر تک خاموش رہ کر یکایک وہ بول اٹھا۔ "ماں! تم نے جو روپے دیئے تھے۔ ان میں سے سات آنے بچے ہیں" اُس وقت کملا کے آنسوؤں کا بار کم ہو گیا تھا۔ اُمیش کی اس بے محل بات کو سن کر کملا نے محبت آمیز ہنسی سے ہنس کر کہا "اچھا! تو وہ اپنے ہی پاس رہنے دے۔ جا اب سو رہ"

چاند درختوں میں چھپ گیا۔ اس مرتبہ جیسے ہی کملا بستر پر پڑی۔ ویسے ہی اس کی آنکھوں میں نیند آ گئی۔ صبح کی دھوپ جب اس کے دروازوں پر پڑی۔ اُس وقت بھی وہ سو رہی تھی —

(۲۸)

جب دن زیادہ چڑھ آیا۔ اُس وقت مکان سے چوبے جی کملا بیدار ہو گئی۔ اور اپنے کام میں مصروف ہوئی۔ اُس دن اُس کی نگاہوں میں سورج کی روشنی۔ دریا کا پانی۔ اور کنارے کے درخت سب کے سب تکان سے چور مسافر کی طرح تھکے ہوئے معلوم ہونے لگے۔

اُمیش جب وقت پر اپنے کام میں مدد دینے آیا۔ اس وقت کملا نے پوچھا اُمیش! آج مجھے تھکن نہ گئی؟

اُمیش ذرا سی بات میں ڈر جانے والا لڑکا نہیں تھا۔ بولا ہاں! آنکھ سے کیوں ڈر کے مجھے ہمارے پیچھے آیا ہوں —

جب رمیش نے کملا کا مغموم چہرہ دیکھ کر پوچھا۔ کملا! کیا آج تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے کملا نے صرف گردن ہلا کر اس سوال کو غیر ضروری اور غیر متعلق بتایا۔ اور جلدی سے

رسوئی بنانے میں جٹ گئی۔

رمیش نے سوچا۔ دن بدن حالت مشکل نظر آرہی ہے۔ بہت جلدی اسکا کوئی فیصلہ ہوجانا ضروری ہے۔ ہیم نلنی کے ساتھ ایک بار گفتگو ہو جانے سے معلوم ہو جائے گا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ وہ دل میں یہی سوچنے لگا۔

بہت غور و خوض کے بعد ہیم نلنی کو خط لکھنے بیٹھا۔ لکھتا تھا اور کاٹتا تھا۔ اتنے میں "جناب! آپ کا نام؟" یہ سن کر وہ چونک اٹھا۔ دیکھا! ایک عمر رسیدہ شخص جس کے بال سفید، سر کے بال خال خال موجود ہے۔ رمیش کی توجہ خط لکھنے سے ہٹ گئی اور اس کے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔

آپ برہمن ہیں۔ نمسکار! آپکا نام رمیش بابو ہے۔ یہ مجھے پہلے سے ہی معلوم ہے۔ پھر بھی ہمارے دیس میں نام دریافت کرنے کا رواج ہے۔ یہ شرافت ہے۔ آج کل کتنے ہی لڑکے نام پوچھنے سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ بھی ناراض ہو گئے ہیں۔ تو بدلہ لے سکتے ہیں۔ میں اپنا نام بتاؤں گا۔ باپ کا نام بتاؤں گا۔ حتی کہ بابا کا نام بتانے سے بھی گریز نہ کروں گا۔

رمیش نے ہنس کر کہا۔ میرا غصہ اس قدر خوفناک نہیں۔ آپ صرف اپنا نام بتا دیں تو اسی میں خوشی ہوگی۔

"میرا نام ترلوک چکرورتی ہے۔ پچھم میں سب لوگ مجھے چاچا کہتے ہیں۔ آپ نے تو تواریخ پڑھی ہے۔ بھارت ورش میں بھرت کو چکرورتی راجہ کہتے ہیں۔۔۔ میں بھی اسی طرح پچھم دیس میں چکرورتی چاچا کے نام سے مشہور ہوں۔ آپ پچھم کی طرف جاتے ہیں۔ تو وہاں آپ میرا نام ضرور سنیں گے۔ مگر یہ تو بتائیے۔ کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟

رمیش:۔ نے کہا! میں ابھی تک کچھ ٹھیک نہیں کر سکا۔

ترلوک:۔ جگہ کا فیصلہ تو آپ نے نہیں کیا۔ مگر جہاز پر سوار ہونے سے آپ نہ چوکے؟

رمیش نے کہا! ایک دن گوالندو سے اتر کر دیکھا۔ جہاز سیٹی بجا رہا تھا۔ اسوقت میں نے سوچا کہ جہاز کی روانگی میں دیر نہیں ہے۔ صرف میرے فیصلہ کی دیر ہے۔ فوراً جہاز پر سوار ہو گیا۔ اور تمام کام تہ کر کے رکھ دیئے۔

ترلوک: نمسکار مہاشے! آپ کے ساتھ تو بے حس غنیمت ہو گیا تھا۔ مگر مجھ میں اور آپ
میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہم پہلے اپنا ارادہ پختہ کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد جہاز پر
چڑھتے ہیں۔ کیونکہ میں بہت ڈرتا ہوں۔ آپ جا رہے ہیں۔ یہ تو ٹھیک کر لیا۔ مگر
کہاں جائینگے۔ اسکا فیصلہ نہیں کیا۔ یہ کیا معمولی بات ہے؟ آپکی بیوی بھی ساتھ ہے؟
"ہاں" کہنا چاہتا تھا۔ مگر یکایک اسکا دل کانپ اٹھا۔ خاموش دیکھ کر چکرورتی
مہاشے نے کہا "معاف کیجئے گا۔ آپکی بیوی آپ کے ساتھ ہی ہے۔ یہ میں نے پہلے ہی پتہ لگا
لیا ہے۔ بہو اس کے کمرے میں کھانا پکا رہی تھی۔ میں بھی اپنے پیٹ کے ہاتھوں رسوئی خانہ کا
کی طرف گیا تھا۔ اور بہو سے پہلا ہی بیٹی مجھے دیکھ کر شرما گئی۔ تب بیٹا بکیم ملک کا چچا چکرورتی
چاچا ہوں۔ آہا! ہاں تو مہاکشاٹ اتی پورنا ہے؟ میں نے پوچھ کر کہا۔ ہاں! رسوئی خانہ
پر جب تمہارا اختیار ہے۔ تو میں بھوکا نہ رہنے پاؤں گا۔ بہو مسکرائی۔ میں نے سوچا کہ بہو
مجھ سے خوش ہوئی۔ اب کھانے کی فکر نہیں ہے۔ جب سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ تو
پہلے پتر سے میں کوئی اچھا سا دن دیکھ لیتا ہوں۔ مگر اس سے بہتر ایسا اچھا موقع کبھی نہیں
ملا۔ آپ اب کام میں مصروف ہیں۔ میں مخل ہونا نہیں چاہتا۔ اگر اجازت ہو تو میں بہو
کی مدد کروں۔ میری موجودگی میں ان کے ملائم ہاتھوں سے انہیں چولہا اٹھانے کی کیا ضرورت
نہیں انہیں۔ آپ کیجئے آپ تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تعارف کرنے کے لئے تیار
ہوں۔

یہ کہکر وہ رسوئی خانہ کی طرف چلا۔ راستہ میں کہنے لگا۔ بڑی خوشبو آرہی ہے۔ کھانا
تو درکنار۔ خوشبو سے ہی طبیعت خوش ہو گئی۔

کملا نے ہنستے ہنستے کہا "کھانا پکانے کا طریقہ بھی مجھے آتا ہے۔"

چکرورتی: اف! تعلیم ایک ہی دن میں تو نہیں دی جا سکتی۔ اگر میں اس طرح تعلیم کی
بے قدری کروں۔ تو سرسوتی ماتا مجھ سے ناراض ہو جائیگی۔ وہ چار دن میں تمہیں بھی کی
خوشامد کرتی ہوگی۔ پھر دیکھ آئیگا میں کس طرح خوش ہوتا ہوں۔ یہ تمہیں خود ہی بتا دونگا
پہلی بات تو یہ ہے کہ میں پان کسی قدر زیادہ کھاتا ہوں۔ مگر چھالیا کے ٹکڑے

بڑے بڑے منصوبوں - مجھے بس میں کرنا کوئی آسان کام نہیں - مگر تمہارے شگفتہ چہرے نے کام کو بہت آسان کر دیا ہے " (امیش کی طرف مخاطب ہو کر) کیوں ؟ تیرا نام کیا ہے ؟

امیش نے جواب نہیں دیا - وہ بہت ناراض ہو گیا تھا - وہ سوچ رہا تھا کہ کملا کی محبت میں حصہ بٹانے کے لئے یہ کہاں سے آ گیا - کملا نے امیش کو خاموش دیکھ کر کہا اس کا نام "امیش" ہے

ضعیف نے کہا - یہ لڑکا عجیب ہے - اس کے دل کی تھاہ نہیں ملتی - مگر اس سے مجھ سے خوب چھنے گی - شراب دیر نہ کرو - جلدی کھانا پکاؤ ورنہ دیر ہو جائے گی -

کملا جو بھی محسوس کر رہی تھی - اس بوڑھے کو پا کر بھول گئی -

رمیش بھی اس کے آنے سے مطمئن ہوا - پہلے جب رمیش کملا کو اپنی بیوی سمجھتا تھا اس وقت اس کا سکون - ناہمی رکھ و شمار سے خالی میں جوں اور محبت میں کتنا فرق ہے ؟ اس فرق نے ضرور اس لڑکی کے دل پر چوٹ پہنچائی ہوگی - عین اسی وقت اگر چکرورتی آ کر رمیش کی جانب سے کملا کے افکار کو دور کر دے - تو رمیش کے دل میں جو ناقابل برداشت دکھ ہے - وہ بھاگ جائے - اور وہ اپنے دل کی طرف توجہ دے

تھوڑی دور پر اس کے کمرے کے دروازے کے پاس کملا آ کر کھڑی ہوئی - اس کی دلی خواہش تھی - کہ بغیر کام کاج کے اس دوپہر میں وہ چکرورتی کے ساتھ تنہا بیٹھے گی - اور چکرورتی اسے دیکھ کر کہہ اٹھا - نہیں بیٹی میں یہ پسند نہیں کرتا -

کملا نہیں سمجھ سکی کہ کیا یہ پسند نہیں کرتا - وہ حیران رہ گئی - بوڑھے نے رمیش سے مخاطب ہو کر کہا - رمیش بابو ! آپ نے اسے جوتا پہنایا - یہ اچھا نہیں کیا - ہمارے دیس کی پاک زمین کو جوتی پہننے والی عورتوں سے بچا کر رکھیئے - رام چندر اگر سیتا کو جوتا پہنا کر جنگل میں لے جاتے - تو لکشمن کبھی چودہ برس تک جنگل میں نہ گھومتے - میری باتیں سن کر آپ ضرور ہنستے ہوں گے - کیوں پسند کریں گے - آپ لوگ تو آزاد خیال ہیں - بغیر سوچے سمجھے جہاز پر سوار ہو جاتے ہیں - کہاں جاتے ہیں - اس کا خیال ہی نہیں

رمیش نے کہا - چاچا جی ! آپ ہی ہمارے جانے کا مقام طے کر دیجئے جہاز کی

میشی سے آپ کی رائے اچھی ہوگی"۔

چکرورتی نے کہا۔ بیٹا دیکھو۔ اب تمہاری عقل ٹھکانے ہوئی۔ اور بہت تھوڑی دیر کی ملاقات میں! تو چلو! غازی پور چلیں۔ کیوں بیٹی؟ غازی پور چلے گی۔ وہاں گلاب کے کھیت بکثرت ہیں۔ اور وہاں ہی تمہارا یہ بوڑھا چکرورتی بھی رہتا ہے۔

رمیش نے کملا کے منہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیا صلاح ہے؟ کملا نے گردن جھکالی!

اسکے بعد رمیش اور چکرورتی دونوں نے مل کر شیسار کملا کے کمرے میں شٹنگ شروع کی رمیش ایک آہ سرد بھر کر باہر ہی رہ گیا۔ دوپہر کو جہاز روانہ ہوا۔ موسم سرما کی دھوپ کے رنگ سے شرابور دریا کے دونوں کنارے اطمینان بخش عجیب وغریب خواب کی طرح آنکھوں کے سامنے سے گذرتے جا رہے تھے۔ کہیں دھان کے کھیت تھے کہیں کشتی ٹھہرنے والے گھاٹ دکھائی دیتے۔ کہیں ریت کا کنارہ۔ کہیں گاؤں کے گنو سارے کہیں سامن کی کھلی ہوئی چھتیں۔ کہیں قدیم بڑ کے درختوں کے سایہ میں کشتی کے انتظار میں چند مسافر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موسم سرما کی دوپہر کے سناٹے میں پاس کے کمرے سے جب رہ رہ کر کملا کی دبی ہوئی ہنسی کی آواز جب رمیش کے کانوں میں آتی تھی۔ تو اس وقت اس کے سینہ میں ایک پُرلطف بانسری کے نغمہ کی آواز آتی تھی یہ سب کیسا دلآویز خوبصورت ہے۔ مگر کتنے فاصلہ پر...... رمیش کے دکھ سے بھری ہوئی زندگی پر وہ چوٹ لگا کر کتنی دور پڑی ہوئی ہے.............

۲۹

کملا اس وقت بھی کمسن تھی کسی قسم کی فکر شک وشبہ اور درد اس کے دل میں نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ رمیش کے تعلق سے ان کئی دنوں میں اسے کچھ سوچنے کا موقعہ نہ ملا پانی کا سوتا اپنی روانی میں جہاں رکاوٹ پاتا ہے۔ وہاں بہت میل جم جاتی ہے...... کملا کے دل سے تیس پانبانی بہنے والے رمیش کے سلوک سے یکایک ایک جگہ رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی اسی جگہ میل سے پیدا ہوتے طرح طرح کی باتیں بار بار ایک ہی جگہ چکر لگا رہی تھیں شبہ چکر کی

ستو پکا کر کھانا پکانے اور ہنسی تفریح میں کملا کا دل سوتا مکمل گیا تھا۔ میل صاف ہو گیا تمام خس و خاشاک پاس سروانی میں بہ گئے۔ کنوار کے مہینہ کے خوشگوار ایام نے دریا کے کنارے عجیب و غریب مناظر اور بھی دلکشی پیدا کر دی۔ اسکے درمیان کملا کے یہ روزانہ کام کاج اس خوبصورتی سے انجام پاتے تھے۔ جیسے کسی دلفریب تصویر کے حاشیہ پر سونے کے پانی سے لکھے ہوئے اشعار کے کوئی ورق الٹ رہا ہو۔

رفتہ رفتہ خوشیوں کے دن شروع ہوئے۔ اُمیش بھی اپنی خدمات سرگرمی سے انجام دینے لگا۔ ایک دن رمیش نے کملا سے پوچھا۔ امیش اب تو ترکاریاں وغیرہ کہیں سے چرا نہیں لاتا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی چوری کی عادت پہلی کی طرح جلد ہی جلد ہی بڑھتی جا رہی ہے روپیہ بھی چرا لاتا ہے۔ اور ترکاریاں بھی۔ یہ کہکر رمیش نے امیش کو بلایا اور کہا! اچھا۔ آج کا حساب تو دے۔

رمیش کا حساب امیش سے نہیں ملا۔ جو کچھ اُسے دیا گیا تھا خرچ کا حساب اس سے کہیں زیادہ پایا گیا۔ مگر اس سے امیش کو ذرا بھی فکر نہ ہوئی۔ اُسنے کہا میں اگر حساب ٹھیک رکھ سکتا تو میری یہ حالت کیوں ہوتی؟ پھر تو میں گماشتہ ہو سکتا تھا۔ بابو! بھیا جی؟

چکرورتی نے کہا۔ رمیش! بابو! کھانا کھانے کے بعد آپ اس سے حساب لیجئے گا۔ اُس وقت اچھی طرح سوچا جا سکے گا۔ امیش میں جو اکٹھا کرنے کی قابلیت ہے۔ یہ کیا کم ہے؟ خواہش تو سب کرتے ہیں۔ مگر کامیاب کتنے ہوتے ہیں؟ بہلائے اشک تو سب کرتے ہیں مگر اکٹھا کرنے والوں میں سے کوئی ہزار میں ایک ہوتا ہے!

رمیش۔ "چچا جی! یہ آپ اچھا نہیں کرتے۔ اِسے حوصلہ مند بنا رہے ہیں۔"

چکرورتی۔ امیش بھی بالکل بچہ ہے۔ اسکی حوصلہ بڑھانے کی بڑی ضرورت ہے۔

الغرض اس قسم کی بہت سی باتیں روزانہ ہوتی رہتیں۔ رمیش جس قدر سخت گیری سے کام لیتا تھا کملا اسی قدر نرمی سے کام لیتی تھی

رمیش کی نگاہوں میں کملا دن بدن مضمحل نظر آنے لگی۔ چکرورتی مہاشے کے ملنے سے اگرچہ سب لوگوں کے دن ہنسی خوشی سے گذرتے تھے۔ رمیش نے کملا کو پہلے سے بہت زیادہ

کاروبار میں مصروف پایا۔ مگر جس میں وہ ابھی ابھی آرہا تھا۔ نہ لے سکا۔ بڑا جہاز جیسے جگنوؤں کی بھیڑ میں نظر آتا تھا۔ اور تھوڑے سے پانی میں لنگر ڈال کر دور سے دیکھتا رہتا ہے...
. . . .اور چھوٹی چھوٹی کشتیاں ڈگمگاتی ہوئی کنارے آجاتی ہیں۔ رمیش کی ساتھ بھی ہو بہو ایسی ہی ہوئی۔

پھر نماشی کے قریب ایک دن صبح اٹھ کر دیکھا گیا۔ آسمان پر جا بجا بادلوں کا ہجوم ہے ہوا غبار آلود ہے۔ پانی رہ رہ کر بہتا ہے۔ اور دھوپ تھوڑی تھوڑی دیر بعد نکل آتی تھی۔ گنگا میں آج کشتی نہیں تھی۔ جو ایک دو نظر آتی تھیں۔ وہ کچھ یوں ہی سی تھیں پانی بھرنے والی لڑکیاں آج زیادہ دیر تک گھاٹ پر نہیں ٹھہرتی تھیں۔ پانی پر بادلوں کو چھپاتی ہوئی سورج کی کرنیں پڑتی تھیں۔ اور ایک کنارے سے دوسرا کنارہ جیسے کانپ اٹھتا تھا

چکرورتی مہاشے نے کہا۔ بیٹی! آج دونوں وقت کے لئے کھانا پکا لو۔ کھانے پینے کے بعد ہی طوفان کے آثار نمودار ہوئے۔ پانی رہ رہ کر زور شور سے لہریں مارنے لگا۔ آفتاب غروب ہو گیا ہے کہ نہیں۔ یہ بھی نہ معلوم ہو سکا۔ جہاز نے لنگر ڈال دیئے۔

شام ہوتی۔ بادلوں کے منتشر ٹکڑے رہ رہ کر مریض کی زردی مائل ہنسی کی طرح چاند کی روشنی میں آنے جانے لگے۔ اور تھوڑی دیر بعد موسلا دھار بارش شروع ہوئی۔

کملا ایک مرتبہ پانی میں ڈوب چکی تھی۔ اس لئے طوفان سے ڈرتی تھی۔ رمیش نے آکر تسلی دینی شروع کی۔ اور کہا۔ جہاز پر کوئی خوف نہیں ہے۔ تم بے فکر رہو۔ میں پاس کے کمرہ میں جاگ رہا ہوں۔

کملا کو اس سے کوئی تسلی ہوئی یا نہیں۔ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر اتنے میں چکرورتی مہاشے سے کہا۔ چاچا جی! تم اسی کمرے میں آکر بیٹھو۔

چکرورتی نے جھجکتے ہوئے کہا بیٹی تمہارے سونے کا وقت ہو گیا۔ میں ایک دفعہ......
کمرے میں جا کر دیکھتا۔ رمیش وہاں نہیں ہے۔ اس بارش میں رمیش کہاں گئے۔ بھیگنا تو ان کی عادت نہیں ......

"کون ہے۔ چاچاجی! میں تو اسی پاس والے کمرہ میں ہوں"۔
چکرورتی مہاشے نے جھانک کر دیکھا۔ رمیش بستر پر پڑا ہے۔ اور کتاب پڑھ رہا ہے۔ بولے "ہوا کیلی ڈر رہی ہے۔ آپکی کتاب تو طوفان سے خوف نہیں کرتی۔ آؤ اس کمرہ میں آؤ کملا نے . . . بے خود ہوکر جلدی سے چکرورتی مہاشے کا ہاتھ زور سے پکڑ کر بھنچے ہوئے گلے سے کہا۔ نہیں۔ نہیں! چاچاجی! بارش کے گول مال میں یہ بات رمیش نے نہیں سنی۔ مگر چکرورتی مہاشے متحیر ہوکر لوٹ آئے۔
رمیش کتاب رکھ کر اس کمرے میں آیا۔ پوچھا "چاچاجی! کیا بات ہے؟ معلوم ہوتا ہے کملا آپ کو" . . . . .
کملا رمیش کی طرف نہ دیکھ کر جلدی سے بول اٹھی "نہیں میں نے انہیں صرف قصہ کہنے کے لیے بلایا تھا"۔
کیوں کملا نے "نہیں" کا لفظ کہا۔ اگر اس سے دریافت بھی کیا جاتا۔ تو وہ جواب سے قاصر رہتی۔ اس "نہیں" کا مطلب یہی تھا۔ سمجھ لو۔ کہ میں اپنا خوف دور کرنے کے لیے انہیں بلا رہی تھی۔ . . . نہیں . . ضرورت نہیں۔ اگر یہ سمجھو۔ کہ مجھے ساتھی کی ضرورت ہے . . . . . تو ضرورت نہیں!"
تھوڑی دیر میں کملا نے کہا . . . "چاچاجی! رات ہوتی جا رہی ہے۔ آپ سونے جائیے۔ ذرا امیش کی خبر لیجیے گا۔ کہیں وہ ڈر نہ رہا ہو۔
دروازے کے پاس سے آواز آئی۔ "ماں! میں کسی سے نہیں ڈرتا"
امیش منہ لپیٹے کملا کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ کملا کا دل پسیج اٹھا۔ اُسے جلدی جلدی باہر جا کر کہا۔ کیوں امیش! تو پانی میں کیوں بھیگ رہا ہے؟ جا کمبخت ان چاچا جی کے پاس سو رہ"!
کملا کے منہ سے کمبخت کا لفظ سن کر امیش خوش ہوکر چکرورتی کے ساتھ سونے گیا
رمیش نے پوچھا "جب تک نیند نہ آئے۔ اس وقت تک کیا میں بیٹھا ہوا قصہ سناؤں"؟

کملا نے کہا! نہیں مجھے خوب نیند آرہی ہے۔
رمیش نے کملا کا مطلب نہیں سمجھا۔ یہ بات نہیں۔ مگر اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا صرف کملا کے چہرے کی طرف متکبرانہ نگاہوں سے دیکھتا ہوا وہ آہستہ آہستہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

بستر پر لیٹ کر وہ اطمینان سے سو سکے۔ ایسی شانتی کملا کے دل میں نہیں تھی پھر بھی وہ اپنے آپ پر جبر کر کے لیٹی۔ بارش کے ساتھ ہی دریا کا پانی بھی تموج میں آنے لگا رفتہ رفتہ انجن گھر میں سارنگی کی آواز کی طرح گھنٹی بجنے لگی۔ پانی کے زبردست تھپیڑوں سے بچنے کے لیئے جہاز میں لنگر ڈال رہے تھے۔

کملا بستر چھوڑ کر کمرے کے باہر آ کر کھڑی ہو گئی۔ موسم بھر کے لیئے پانی تھم گیا تھا۔ مگر ہوا تیز سے زخمی جانور کی طرح چلاتی ہوئی زور زور سے دوڑتی نظر آتی تھی۔ بادلوں کے ہٹنے پر بھی شکل کشن کی چترویشی کا چاند اپنی مدھم روشنی سے بے حس اور تنہا کسی تارے کی طرح خاموش نظر آ رہا تھا کنارہ صاف طور پر نظر نہیں آتا تھا۔ دریا پر ایک پردہ سا پڑا ہوا معلوم ہوتا تھا مگر اوپر نیچے۔ دور نزدیک۔ دائرہ میں اور نظرتے دور ایک بدحواس دیوانہ پن اور طوفان بے تمیزی کی عجیب و غریب صورت نظر آتی تھی جو یم راج کی سواری کے آوٹیچے سینگ والے سیاہ بھینس کی طرح سر مار رہی تھی۔

اس وحشت اثر رات اور تلاطم انگیز آسمان کی طرف دیکھتے دیکھتے کملا کے سینہ میں جیسے ایک ہلچل سی ہونے لگی۔ اس ہلچل کا باعث خوف تھا یا خوشی یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس قیامت خیز رات میں جو ایک بے روک طاقت اور قیود سے خالی آزادی تھی۔ گویا اُس نے کملا کے دل میں ایک خوابیدہ ساتھی کو بیدار کر دیا آج تمام دنیا میں پھیلے ہوئے تصادم انگیز خیالات نے کملا کے متوالے دل کو مضطرب بنا دیا۔ کس کے برخلاف یہ شورش ہے؟ کیا اس سوال کا جواب بادل کی گرج میں مل سکتا ہے؟ نہیں۔ وہ شورش بھی کملا کے دل کی حرکت کی طرح ناپدید تھی۔ کبھی ایک ناقابل بیان غیر مشکل وہم آمیز خیالی خواب نے تاریکی کے جال کو تار تار کر کے باہر آنے کے لیئے

زمین و آسمان کی اس بدمستی کو بڑھا دیا تھا۔ یہ غصہ آلود تضرع مسافروں کے نشان قدم
سے خالی ویرانہ میدان سے ہوتی ہوئی صرف نہ نہ کہکر شور و شر مچاتی رات کی تاریکی میں بہتی
ہوئی چلی آرہی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ صرف ایک زبردست انکار تھا۔ ۔ ۔ کس کا انکار۔ ۔ ۔
یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ ۔ ۔ مگر نہیں۔ ۔ کسی طرح نہیں۔ ۔ نہیں! نہیں!!
نہیں!!! کی سی آواز آتی تھی۔

(۳۰)

دوسرے دن صبح بارش کا شور و شر کسی قدر کم ہو گیا تھا۔ مگر بالکل نہیں رکا تھا۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لنگر کھینچا جائے۔ یا نہیں۔ یہ اس وقت بھی ٹھیک نہیں کر سکتے تھے۔ جہازران
صرف آسمان کی طرف تاک رہے تھے۔

صبح صبح ہی چکرورتی مہاشے رمیش کی تلاش میں کملا کے پاس والے کمرے میں پہنچے
دیکھا! رمیش اس وقت بھی بستر پر پڑا ہوا تھا۔ چکرورتی کو دیکھتے ہی وہ جلدی سے اٹھ
بیٹھا۔ اس کمرے میں رمیش کے سونے کی حالت دیکھ کر چکرورتی نے گذشتہ رات
کے واقعات کے ساتھ دل میں سب کچھ ملا جلا کر سوچ لیا۔ پوچھا "معلوم ہوتا ہے
کل رات کو اس کمرے میں سوئے تھے؟"

رمیش نے اس سوال کا جواب ٹال کر کہا۔ "یہ کیا مصیبت پیش آئی۔ کل رات کو
تو آپ کو کیسی نیند آئی؟"

چکرورتی نے کہا۔ "رمیش بابو! آپ مجھے بالکل نہ سمجھئے۔ میری تمام باتیں ایسی ہی
ہوتی ہیں۔ پھر بھی اس عمر میں مجھے کتنے ہی مشکل مسئلہ کی غور و فکر کرنی پڑتی ہے۔ اور ان
میں سے بہتوں کا انجام بھی مل گیا ہے۔ مگر آپ میرے لیئے ایک معمہ ہیں۔"

دم بھر کے لیئے رمیش کا چہرہ ذرا سرخ ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں اپنے آپکو سنبھال کر
ہنستے ہوئے کہا۔ "اگر میں آپ کے لیئے راز سربستہ ہوں۔ تو اس میں عیب کیا ہے۔ زبان
کی ابتدائی کتاب پڑھنا مشکل ہے۔ مگر وہ تیلگی لڑکوں کے لیئے نہایت آسان ہے۔ جیسے

آپ نہیں سمجھ سکتے۔ اُسے آپ معیوب نہ قرار دیں۔ اور جس حرف کو آپ نہیں پہچان سکتے۔ صرف اُسکی جانب غور سے دیکھنے ہی سے کبھی آپ پہچان نہیں گے۔ ایسا خیال بھی نہ کیجئے گا۔"

چکرورتی نے کہا۔ رمیش بابو! مجھے معاف کیجئے گا جس کے ساتھ مجھے سمجھانے کا کاکوئی تعلق نہیں۔ اُس کو سمجھنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔ مگر دنیا میں اتفاق سے ایسے ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں۔ کہ دیکھنے سے ہی اُن کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اسکی شہادت رشین ورالہ جاہ زبان سے ہو سکتی ہے۔ روحانی تناسب کی نگاہ سے اُنکے قبل میں ہم تو کے لیئے ہمدردی ہے یہ اُسے تسلیم کرنا پڑیگا ضرور مانے گا۔ اگر نہ مانے گا تو میں اُسے مسلمان نہیں کہونگا۔ اس حالت میں تیلگو کا تذکرہ "غلطی" ختم کر دیتا ہے صرف نامید ہونے سے کام نہیں چلے گا۔ بات کو اچھی طرح سوچ لیجئے۔

رمیش نے کہا۔ سوچتا ہوں۔ اسی وجہ سے تو غصہ نہیں کر سکتا۔ مگر میں غصہ کروں یا نہ کروں۔ آپکو رنج ہو یا نہ ہو۔ لیکن زبان تیلگو ہی رہیگی۔ . . . قدرت کا یہی بیرو رعایت اصول ہے۔ یہ کہکر رمیش نے ایک آہ سرد کھینچی۔

اس درمیان میں رمیش سوچتا رہا۔ کہ غازی پور جانا چاہیئے۔ یا نہیں۔ پہلے اُس نے خیال کیا۔ کہ غیر جگہ میں رہنے کے لیئے بڑے کی جان پہچان کام آئیگی۔ مگر اس وقت خیال آیا۔ جان پہچان میں وقت بھی ہے۔ کملا کے ساتھ اُس کا کیا تعلق ہے۔ اسکا تذکرہ اگر کیا گیا۔ تو کملا کے لیئے نہایت مشکل کا سامنا ہو گا۔ اس سے بہتر تو یہی ہے۔ یہاں کوئی سوال کرنے والا نہیں۔ اپنے بنگالے مقام میں قیام کرنا ہی مناسب ہے۔ غازی پور پہنچنے سے پیشتر ہی رمیش نے کہا۔ چاچاجی! وکالت کے لیئے غازی پور کوئی اچھا مقام نہیں۔ اسلئے میں بنارس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں"

رمیش کی باتوں میں استقلال کی جھلک پا کر چکرورتی نے کہا۔ بار بار ردّ و تبدیل کرنا مناسب نہیں۔ کیا یہ آخری فیصلہ ہے۔ کہ آپ ضرور بنارس جائینگے؟ رمیش نے کہا "ہاں"!

چکرورتی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ اپنا اسباب باندھنے چلے گئے کملا نے آکر کہا: "چاچا جی! آج کیا آپ مجھ سے کچھ ناراض ہو گئے۔ لڑائی کر لی اب نہیں بولیں گے؟"

چکرورتی نے کہا: "لڑائی تو دونوں وقت ہوتی ہے مگر میں کبھی جیت نہیں سکتا"

کملا: "آج صبح سے تم مجھ سے الگ الگ کیوں پھر رہے ہو؟"

چکرورتی: "تم تو مجھ سے بھی زیادہ بھاگنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اور مجھ پر ہی الٹی تہمت لگا رہی ہو۔"

کملا نے مضمون نہیں سمجھا۔ وہ صرف دیکھتی رہی۔ چکرورتی نے کہا۔ "تمہاری تیاری تو بنارس جانے کی ہو چکی ہے۔ رمیش بابو نے کیا تم سے نہیں کہا؟"

کملا نے کچھ ہاں یا نہیں کا جواب نہیں دیا۔ ذرا دیر بعد بولی "چاچا جی! تم اپنے صندوق میں کپڑے وغیرہ اچھی طرح نہیں رکھ سکو گے! لاؤ میں رکھ دوں۔"

کاشی جانے کے متعلق کملا کی یہ مایوس شکل دیکھ کر چکرورتی کے دل میں ایک چوٹ سی لگی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ "اچھا ہی ہوا۔ میری تھوڑی ہی عمر میں پھوٹنے جال" اتنے میں رمیش کملا سے کاشی چلنے کے متعلق کہنے آیا۔ بولا "میں تمہیں ہی ڈھونڈتا تھا" کملا چکرورتی کے کپڑوں کو تہ کر کے رکھ رہی تھی۔ رمیش نے کہا "کملا! اس مرتبہ ہمارا غازی پور جانا نہیں ہو سکے گا۔ میں نے سوچا ہے۔ کہ بنارس جا کر وکالت کروں گا۔ تمہاری کیا صلاح ہے؟"

کملا کی نگاہیں چکرورتی کے صندوق پر تھیں۔ بولی "میں غازی پور ہی جاؤں گی میں نے تمام اسباب باندھ لیا ہے۔"

کملا کے اس جواب سے رمیش کو کسی قدر تعجب ہوا۔ بولا "کیا تم اکیلی ہی جاؤ گی؟"

کملا نے چکرورتی کے چہرہ پر محبت آلود نظریں ڈال کر کہا۔ "کیوں؟ وہاں چاچا جی تو ہیں"

کملا کے اس جواب سے چکرورتی نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر کہا "بیٹی! اگر تم اس قدر بے تکلفی کا اظہار کرو گی۔ تو رمیش بابو میری صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کریں گے۔"

اس کے جواب میں کملا نے صرف اسی قدر کہا "میں غازی پور جاؤں گی!"

اس کے متعلق کسی کی اجازت کی ضرورت ہے۔ کملا کے لہجے سے یہ بات نہ پائی گئی!

رمیش نے کہا "چاچا جی! پھر غازی پور ہی چلنا چاہیئے"

بارش کے بعد دوسری رات کو پھر چاند نکلا تھا۔ اور چاندنی دودھ کی طرح صاف شفاف نظر آرہی تھی۔ رمیش کرسی پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ .. اس طرح اب نہیں چلے گا۔ کملا کے ساتھ زندگی کی حالت نہایت ابتر ہو جائے گی ساتھ رہ کر دور دور سے اسکی حفاظت کرنا بھی نہایت مشکل ہے۔ اس بار کہاں نہ کوئی فیصلہ ضرور کروں گا کملا میری بیوی ہے میں نے اسے بیوی سمجھ کر ہی قبول کر لیا ہے۔ ... منتر وغیرہ نہیں پڑھے کیا اس وجہ سے اس قسم کی جھجک بے انصافی ہے جم راج نے اس دن کملا کو میری بیوی کی شکل میں میرے پاس اس سنسان دریا کے کنارے لاکر خود ہی مراسم ظاہری کی سر پوری کر دی تھی۔ جس جیسا پروہت اس دنیا میں اور کون ہے؟

ہیم نلنی اور رمیش کے درمیان ایک میدان جنگ موجود تھا۔ رکاوٹ۔ بے عزتی بے اعتباری کے جالوں کو کاٹ کر اگر رمیش فاتح ہو سکے تب ہی وہ سر اٹھا کر ہیم نلنی کے پاس کھڑا ہو سکے گا اسی معرکہ کی بات یاد آتے ہی اسے خوف معلوم ہوا... جیتنے کی کوئی امید نہ تھی کیسے کوئی ثبوت دیا جا سکے گا۔ اور ثبوت دیتے ہوئے تمام معاملہ سب کی نگاہوں میں ایسا لچر پوچ اور کملا کے لئے درد رساں ہو جائے گا۔ اسلئے اس قسم کے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں۔ اسلئے کہ ہر شخص کی طرح شک و شبہات چھوڑ کر کملا کو صرف بیوی کی حیثیت سے ہی قبول کرنے میں خیریت معلوم ہوتی ہے۔ ہیم نلنی تو رمیش سے نفرت کرتی ہے۔ ... یہی نفرت اسے موزوں شوہر تلاش کرنے میں مدد دے گی۔ یہ سوچ کر رمیش نے ایک گہرا سانس لے کر اس امید کو ذہن سے دور کر دیا۔

(۳۱)

رمیش نے پوچھا "تو کہاں جا رہا ہے؟"

امیش نے کہا "میں ماں کے ساتھ جا رہا ہوں!"

رمیش: میں نے تو تیرا ٹکٹ کاشی تک کا لیا ہے۔ یہ تو غازی پور کا گھاٹ ہے۔ ہم لوگ تو کاشی نہیں جائیں گے۔

امیش: میں بھی نہیں جاؤنگا۔"

امیش ہمیشہ کے لیے اُس کے گلے پڑ گیا۔ رمیش کو ایسی اُمید نہیں تھی...... مگر لڑکے کی دلیری دیکھ رمیش نے کسی قدر خائف ہو کر کملا سے پوچھا "کملا! امیش کو بھی لیجانا ہوگا؟"

کملا نے کہا: "نہ لے چلوگے۔ تو وہ کہاں جائے گا؟"

رمیش: "کیوں؟ بنارس میں اُس کے رشتہ دار ہیں؟"

کملا: "نہیں! آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ ہی چلنے کو کہا ہے۔ امیش! دیکھ تو چاچا جی کے ساتھ ساتھ رہنا۔ ورنہ پردیس میں بھیڑ میں کہیں کھو جائیگا۔"

کہاں جانا ہوگا۔ کسے ساتھ لینا ہوگا۔ اِن تمام حالات اور فیصلوں کا بار کملا نے تنہا اپنے اوپر ہی لیا۔ رمیش کی رضامندی اور ناراضامندی کے قیود میں کملا پہلے اپنے آپ کو جکڑا ہوا سمجھتی تھی۔ مگر ان کئی دنوں میں جیسے تمام زنجیریں ٹوٹ گئیں تھیں۔

اِسلیے امیش بھی اپنی ایک بخشیت او مختصر سی پوٹلی بغل میں دبا کر چلا۔ اِس کے متعلق زیادہ بات چیت نہ ہوئی۔

شہر سے ذرا فاصلہ پر چکرورتی مہاشے کا ایک مختصر سا بنگلہ تھا۔ پیچھے آم کا باغ تھا اور سامنے پختہ کنواں تھا...... سامنے کی جانب ایک اونچی دیوار تھی۔ اور اُس کے پاس ہی کیوڑے کا کھیت تھا

پہلے دن کملا اور رمیش اسی بنگلے میں گئے۔

چکرورتی مہاشے کی بیوی ہری بھاشنی کاہل مشہور تھیں۔ مگر کمزوری کے کوئی آثار اُن میں نظر نہیں آتے تھے۔ ادھیڑ تھیں۔ سر کے سامنے کے بال کسی قدر سفید ہو چکے تھے مگر برائے نام مرض کی ڈگری ہو چکی تھی۔ مگر دخل دہانی نہیں ہوئی تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ بیس برس ہوئے جب جوان تھے۔ اُس وقت ہری بھاشنی کو زور کا ملیریا ہو گیا تھا تبدیل آب و ہوا کے سوا اور کوئی تدبیر نہ دیکھ کر چکرورتی مہاشے غازی پور میں کول

ماسٹری تلاش کر کے یہاں آکر رہے تھے۔ چکرورتی کو یقین نہیں آتا تھا۔ کہ انکی بیوی کو صحت ہو چکی ہے۔ اسلئے انہوں نے وہاں سے جانا مناسب نہیں سمجھا۔

مہمانوں کو باہر کے مکان میں بٹھا کر چکرورتی نے اندر جا کر آواز دی "تنھیلی بہو!" تنھیلی بہو اس وقت دیوار سے ملے ہوئے آنگن میں گیہوں صاف کرا رہی تھی۔ اور چھوٹے بڑے طرح طرح کے امرت بان اور ہانڈیوں میں قسم قسم کی چٹنیاں دھوپ میں رکھ رہی تھی۔

چکرورتی نے آ کر کہا "معلوم ہوتا ہے۔ بہت سردی پڑ رہی ہے۔ جسم پر ایک تہ کی چادر بھی نہیں ہے۔

ہری بھامنی۔ تمہاری تمام باتیں الٹی ہی اوٹ پٹانگ ہوتی ہیں۔ سردی اب کہاں؟ دھوپ سے جسم جلتا ہے۔

چکرورتی۔ پھر یہ کیا اچھا ہے۔ سایہ میں بیٹھنا تو مشکل نہیں

ہری بھامنی "اچھا! یہ سب تو ہو گا۔ تم نے آنے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟"

چکرورتی۔ یہ لمبی چوڑی داستان ہے۔ باہر کے مکان میں مہمان آئے ہوئے ہیں انکی خاطر و مدارت کا سامان کرنا ہوگا۔ یہ کہہ کر چکرورتی نے آنے والوں کا تعارف کرایا۔ اُن کے گھر میں زن تیم کے مہمان آئے دن آتے رہتے تھے۔ مگر عورت کے ساتھ مہمان کے آنے کی امید نہیں تھی۔ اور نہ ہی وہ اسکے لئے تیار تھیں۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا "ابھی تمہارا مکان کہاں ہے"؟

چکرورتی نے کہا۔ پہلے تعارف ہو جانا ضروری ہے۔ اس کے بعد پھر مکان وغیرہ کی بات ہو گی۔ میری شیل کہاں ہے؟

ہری بھامنی:۔ وہ تو اپنے لڑکے کو نہلا رہی ہے۔

چکرورتی جلدی جلدی کملا کو اندر لے گئے۔ کملا نے ہری بھامنی کو پرنام کیا۔ ہری بھامنی نے اسکا منہ چوم کر شوہر سے کہا۔ دیکھا! اس کا منہ بالکل بد تصویر کی طرح ہے۔ پھر پوچھا اسکی بیوی لڑکی تھی۔ وہ کان پور میں اپنے شوہر کے ہاں تھی۔ چکرورتی دل ہی

دل ہی ہنسے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ کملا کے ساتھ بدھو کو کوئی نسبت نہیں ہے مگر بڑی بھابھی حسن و سلیقہ میں کسی دوسری لڑکی کو بالاتر دیکھنا پسند نہیں کرتی اس کی شیلیا گھر ہی میں ہے بعد اس کے ساتھ مشابہت میں اسکا سر نیچا ہوگا۔ اس لیئے جو ہوجو نہیں تھی۔ اسکے حسن کے گیت گانے لگی۔ اور فتح کا جھنڈا گھر میں لہرانے لگا......

بڑی بھابھی :۔ یہ آگئیں بہت اچھا ہوا۔ مگر ہمارے نئے مکان کی مرمت ابھی ختم ہی نہیں ہوئی ہے۔ کسی طرح اس مکان میں دن کاٹتی ہوں۔ مگر انہیں تو تکلیف ہوگی۔

بازار میں چکرورتی کے ایک مکان کی مرمت ہو رہی تھی۔ مگر وہ ایک کان تھی وہاں رہنے کی کوئی سہولت نہیں تھی...... اور ارادہ بھی نہیں تھا۔ چکرورتی نے اس جھوٹی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی قدر مسکرا کر رہ گئے۔ ذرا دیر بعد بولے "یہ لڑکی نہایت شائستہ اطوار ہے۔ اگر وہ کسی بات میں تکلیف محسوس کرتی۔ تو میں اسے یہاں لاتا ہی کیوں؟ جو ہو (اپنی بیوی سے مخاطب ہوکر) تم اب باہر دھوپ میں نہ نکلنا۔ موسم سرما کی آخری دنوں کی دھوپ بہت خراب ہوتی ہے۔ یہ کہکر چکرورتی رمیش کے پاس باہر آگئے۔

بڑی بھابھی کملا کے متعلق اس سے بالتفصیل سب کچھ دریافت کرنے لگیں "معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے شوہر وکیل ہیں؟ وہ کتنے دنوں سے وکالت کرتے ہیں؟ وہ کتنے روزگار کرتے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تک کاروبار شروع نہیں کیا۔ پھر کیونکر گذر بسر ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے سسر کی جائداد ہے۔ نہیں جانتیں! واہ تم کیسی لڑکی ہو۔ سسرال کی کوئی خبر نہیں رکھتیں؟ گھر کے اخراجات کے لیئے تمہارے شوہر کتنا روپیہ دیتے ہیں؟ جب ساس نہیں ہیں۔ تو گرہستی کا تمام کام تمہیں تو کرنا پڑتا ہوگا...... تم تو نری لڑکی نہیں ہو...... میرا لڑکا داماد جو کچھ روزگار کرکے کماتا ہے سب بدھو کے ہاتھ پر گن کر رکھ دیتا ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے کتنے ہی سوال جواب کیئے۔ کملا رمیش کی جو حالت تھی۔ اس کے متعلق وہ کہاں تک کہتی ہے؟ کاش تم سے معلوم ہوگیا۔ تو دونوں کے لیئے کس قدر شرم و غیرت کا مقام ہوگا!

یہ خیالات دونوں کے دل میں آنے شروع ہوئے۔ اس نے سوچ کر دیکھا..... آج
تک اس نے رمیش کے ساتھ اچھی طرح کوئی بات نہیں کی۔ بلکہ مسلسل طور پر کچھ کہنے سننے
کا موقع ہی نہیں ملا...... وہ رمیش کی بیوی ہو کر بھی رمیش کے متعلق کچھ نہیں جانتی
آج وہ خود ایک عجیب شش و پنج میں پڑ گئی۔ اور اپنی شرم سے خود ہی غرق غرق
ہو کر ایک درد محسوس کرنے لگی۔

ہری بھامنی نے پھر کہنا شروع کیا "بہو! تمہارا بالا تو دیکھوں؟ اس
کا سونا کچھ بہت اچھا تو نہیں ہے۔ باپ کے گھر سے کیا زیور نہیں ملے؟ باپ نہیں
ہے۔ شاید اسی وجہ سے جسم خالی ہے۔ میرے بڑے داماد نے دو مہینے کے اندر ہی اندر میری
بدھو کو کئی زیور بنوا دیئے ہیں۔"

انہیں سوال و جواب میں دونوں مصروف تھیں۔ اتنے میں شیلجا ایک سندر سی ننھی
دو سالہ لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگئیں۔ شیلجا کا رنگ سانولا تھا۔ اس کا چہرہ چھوٹا
مگر گول تھا۔ میانہ قد۔ دونوں آنکھیں سفیدی مائل پیشانی بڑی سی۔ دیکھنے میں تیز فہم
اور شائستہ معلوم ہوتی تھی۔

شیلجا کی چھوٹی لڑکی کملا کے پاس کھڑی ہو کر تھوڑی دیر تک دیکھنے کے بعد بول اٹھی
"موسی!" اس نے بدھو کو سمجھ کر ایسا کہا..... یہ بات نہیں..... وہ ہمیشہ کسی بڑی لڑکی کو
دیکھتی تھی۔ تو موسی کہہ کر پکارتی تھی۔ کملا نے اسے فوراً گود میں اٹھا لیا۔

ہری بھامنی نے کملا کا ذکر کرکے شیلجا سے کہا "ان کے شوہر وکیل ہیں۔ کوئی نیا
روزگار کرنے کے لیے باہر نکلے ہیں۔ راستہ میں تیرے باپو جی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ اپنے
ساتھ یہاں لے آئے ہیں۔"

شیلجا کملا کے منہ کی طرف دیکھنے لگی۔ کملا بھی دیکھنے لگی۔ انہیں نگاہوں سے دونوں
کا دل ایک دوسرے کی طرف کھنچ لیا۔ ہری بھامنی کام کاج کی وجہ سے چلی گئیں۔ شیلجا
نے کملا کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "آؤ بہن! آؤ! ہمارے گھر آؤ۔"

تھوڑی ہی دیر میں دونوں میں گہری محبت ہو گئی۔ شیلجا اور کملا کے درمیان

جو عمر کا فرق تھا۔ وہ بآسانی نظر نہیں آتا تھا۔ شیلجا بالکل سادہ لوح تھی۔ اور کملا کا مزاج بالکل اسکے برعکس تھا۔ اسکا قد کسی قدر لمبا تھا۔ اور چال میں ایک خاص قسم کی خصوصیت تھی۔ جو تقاضائے سِن سے کچھ نسبت نہ رکھتی تھی شادی کے بعد اُس پر سسرال کا کوئی بار نہیں پڑا۔ اس وجہ سے خواہ کسی اور سبب سے بہت بڑھ گئی تھی۔ اُس کے چہرے سے آزادی کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔ اسکے سامنے خواہ کوئی آئے مگر وہ کوئی نہ کوئی سوال ضرور کر بیٹھتی تھی۔ زبان سے نہ کہتی۔ تو دل میں ضرور سوچتی تھی سسرال میں بہوؤں کو جو سختیاں سہنی پڑتی ہیں۔ خوش قسمتی سے کملا اُن سب سے بری تھی۔

شیلجا اور کملا میں خوب ربط ضبط ہوگیا۔ بات چیت کے درمیان کملا نے اپنی بیکسی کا اندازہ بآسانی لگالیا۔ شیلجا کے پاس بات چیت کا سرمایہ بہت ہے مگر کملا بالکل تہی دست ہے۔ کملا کی زندگی کے صفحۂ قرطاس پر شوہر و بیوی کی باہمی تناسب کا جو تصویر ثبت ہوا تھا۔ وہ نقش برآب کی طرح حبابی اور بالکل کمزور تھا۔ وہ ہر جگہ دھندلی اور ملی جلی تک ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اُس میں اب تک ایک رنگ بھی تو نظر نہیں آتا تھا۔ کملا نے اب تک اِس کمی کو محسوس نہیں کیا تھا۔ اور نہ اُسے موقع ہی ملا تھا۔۔۔ دل میں ایک بدگمانی کا احساس ہوتا تھا۔۔۔ بیچ بیچ میں کسی قدر کدورت بھی آجاتی تھی۔ مگر اُس کا عکس اُس کے چہرہ پر نہیں پڑا تھا۔ آغاز صحبت میں ہی جب شیلجا نے اُس کے شوہر کا تذکرہ چھیڑا جس سے شیلجا کے دل کے تمام تار بندھے ہوئے تھے۔ انگلی پڑتے ہی وہ تمام تار اسی سُر میں بج اُٹھے۔ اُس وقت کملا نے دیکھا کملا کی دلی ستار پر اس نغمہ کا بجانے والا کوئی نہیں۔۔۔ شوہر کے باب میں وہ کیا کہے گی؟ کچھ کہنے کے لئے مضمون ہی کونسا ہے؟ اور کہنے سننے کی خواہش ہی کہاں ہے سکھ کے بوجھ سے شیلجا کی کشتی حیات اٹکھیلیاں کرتی ہوئی مسرت کے بحر بیکراں میں بہی جارہی تھی۔ مگر کملا کی خالی کشتی کیچڑ میں پھنسی ہوئی اچل نظر آتی تھی۔

شیلجا کا شوہر بپن غازی پور کے محکمہ افیون میں کام کرتا تھا۔ چونکہ ورتی کی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ جب بڑی لڑکی سسرال گئی تھی چھوٹی لڑکی کو وہ آنکھوں سے دور

کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اِسلئے داماد کو غازی پور ہی بُلا کر نوکر رکھا دیا تھا۔ بپن سسرال میں ہی رہتا تھا۔

باتیں کرتے کرتے یکایک شیل نے کہا۔ "بہن! ذرا بیٹھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔" اِس کے بعد مسکرا کر کہا۔ "وہ نہا دھو کر اندر آ گئے ہیں … کھانا کھا کر دفتر جائیں گے۔"

کملا نے سادگی آمیز تعجب سے کہا … "وہ آ گئے ہیں۔ یہ تم نے کیونکر جانا؟"

شیل بولی: "اب زیادہ مذاق نہ کرو۔ جس طرح سب جانتے ہیں میں بھی اُسی طرح جان گئی۔ کیا تم اپنے شوہر کے پاؤں کی آہٹ نہیں پہچان سکتی؟" یہ کہکر اُس نے کملا کی ٹھوڑی پکڑ لی۔ اور جھک کر چابیوں کا گچھا پیٹھ پر ڈال کر لڑکی کو گود میں لے کر چلی گئی۔ پاؤں کی آہٹ کا علم اِس قدر آسان ہے۔ وہ کملا آج بھی نہ جان سکی۔ وہ چپ چاپ بیٹھی ہوئی کھڑکی سے دیکھتی ہوئی سوچنے لگی۔ بنگلے کے باہر ایک امرود کا درخت تھا۔ اُسکی ایک شاخ میں چھوٹے چھوٹے پھل بھی لگے ہوئے تھے۔ اور پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ اُن پھولوں پر شہد کی مکھیاں جھوم جھوم کر منڈلاتی ہوئیں رس چوس رہی تھیں۔

(۳۳)

گنگا کے کنارے کھلی ہوئی جگہ میں ایک علیحدہ مکان لینے کی فکر کی جا رہی تھی۔ رمیش نے قاعدہ کے بموجب غازی پور کی عدالت میں وکالت کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لو کلکتہ جاکر ضروری سامان خریدنے کا ارادہ تھا۔ مگر وہاں جانے کے لئے اُسکی ہمت تقاضا نہ کرتی تھی۔ کلکتہ کی ایک مخصوص گلی کی تصویر بار بار اُس کے صفحۂ دل پر منقش ہو جاتی تھی۔ اُس کا دل اب بھی جیسے کوئی مسوس رہا ہے۔ اِس وقت بھی وہ جال ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوا تھا۔ کملا کے ساتھ شوہر و بیوی کا تعلق مکمل طور پر برتنے کے سوا اور کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اِنہی تردّدات میں رمیش اپنی روانگی کا دن روز بروز بڑھاتا جاتا تھا۔ کملا چکرورتی مہاشے کے مکان میں ہی رہتی تھی۔ اور رمیش عموماً باہر کے بنگلہ میں رہتا تھا۔ کملا کے ساتھ اُسے زیادہ تر ملنے جلنے کا موقع بھی نہیں ملتا تھا۔ اِس حالت کو مدِنظر رکھ کر

شیلجا نے کملا سے مذاق کرنا شروع کیا۔ کملا نے کہا: "کیوں بہن؟ تم اس قدر مغموم و ہراساں کیوں ہو؟ ایسی کیا بات ہو گئی؟"

شیلجا نے ہنس کر کہا۔ "اُو تو بہن! یہ دل تو کہیں پتھر سے بھی زیادہ سخت دکھائی دیتا ہے۔ ان سب باتوں میں تم مجھے نہیں بھلا سکتی۔ تمہارے دل میں کیسی کیسی کھچڑی پک رہی ہے۔ کیا میں نہیں جانتی؟"

کملا نے پوچھا: "اچھا بہن! سچ سچ بتا۔ وہ دن آگئے پیش؟ یا تو تمہیں نہ دکھائی دیں، تو کیا بس . . ."

شیلجا نے تلخانہ انداز سے کہا: "وہ دن نہ دکھائی دیں کیسے، ایسا کہیں ہوتا ہے؟"

یہ کہہ کر بپن بابو کے متعلق شیلجا باتیں کرنے لگی۔ پہلے پہل بچپن میں شادی کے بعد بزرگوں کی نظر بچا کر بپن شیلجا کو دیکھنے اور اس سے بات چیت کرنے کے لیے کئی تدبیریں کیا کرتا تھا۔ کبھی وہ کوشش بے سود ثابت ہوتی تھی۔ اور کبھی کچھ ہاتھ آجاتا تھا۔ دن میں بند کمرے ایک وسیع کمرے میں بپن دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ایک آئینہ میں دونوں ایک دوسرے سے نظر بازی کرتے تھے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر باہمی رضامندی کے معترف ہوتے تھے۔ یہ کہتے کہتے پرانی یاد کی خوشی سے شیلجا کے ہونٹوں پر ہنسی کی شعاعیں نمودار ہوئیں۔ اس کے بعد جب دفتر جانے کے دن آئے۔ اس وقت دونوں کے دل کو تکلیف پہنچنے لگی۔ اور جب تب بپن کا دفتر سے چلے آنا . . . . یہ بھی بہت سی باتیں تھیں۔ اس کے بعد ایک بار سسر کے چلنے پر کچھ دنوں کے لیے بپن گھر سے پٹنہ جانے کی بات اس وقت شیلجا نے اپنے شوہر سے پوچھا! "تم پٹنہ جا کر رہ سکو گے؟" بپن نے لاپرواہی سے حوصلہ آمیز لہجہ میں کہا تھا "کیوں نہ رہ سکوں گا۔ بہت اچھی طرح رہ سکوں گا۔" انہیں لاپرواہی کی باتوں سے شیلجا کے دل میں خوب امتحان ہوا تھا . . . . . اس نے دل ہی دل میں عہد کیا تھا۔ رخصت ہونے کی پہلی رات کو وہ کسی طرح کوئی رنج و غم کا اظہار نہیں کرے گی خبر نہیں۔ یہ عہد کس طرح آنسوؤں کی روانی میں بہ گیا۔ دوسرے دن جب روانگی کی پوری تیاری ہو گئی۔ اس وقت سر پکڑ کر بپن نے ایک دکھ کا احساس کیا۔ اور

درد سر کا بہانہ کر کے کہا - اسوقت سفر ملتوی کرنا چاہیے - میری طبیعت ناساز ہے - اسکے بعد
جب ڈاکٹر دوا دے کر چلا گیا - اس وقت اُسنے سب کی نظریں بچا کر دوا آنڈیل دی ...
...... یہ تمام قصہ سناتے سناتے دن گذر گیا - مگر شیلجا کی طبیعت نہیں آئی - یکایک
باہر کے دروازے سے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی - شیلجا حیران ہو گئی - شاید
بپن بابو دفتر سے آگئے - تمام ہنسی مذاق کے درمیان ایک سے سندر وہیں اسی راستہ کے دروازے
دروازے کے باہر کان لگا کر سن رہا تھا -

کملا کے لیئے یہ تمام باتیں جیسے یکایک آسمان سے گرے ہوئے پھولوں کی طرح تھیں - یہ
باتیں نہیں تھیں - ..... اس کا عکس اُسنے پہلے بھی کسی قدر دیکھا تھا - پہلے کئی مہینے رمیش کے ساتھ
پہلی ملاقات میں سارے محبت پر گویا اسی قسم کی ایک راگنی بج اٹھی تھی .... اس کے بعد
سکول سے چھٹیوں میں آکر کملا جب رمیش کے پاس آئی تھی - اس وقت بھی بیچ بیچ میں
اسی قسم کی لہریں عجیب و غریب تکمیلہ الاتی اور ناچتی ہوئی کملا کے دل پر چوٹ لگانے لگی
تھیں - جسکا ٹھیک مطلب آج اُسنے شیلجا کے اس قصے میں ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا تھا - مگر اس
تمام واقعات کی کڑی جا بجا سے ٹوٹی ہے - صرف یوں ہی حرکت میں تھی - جیسے کسی نے
اسے بیچ تک نہیں پہنچنے دیا - شیلجا اور بپن کے درمیان جو ایک خواہشات کی کشش
تھی سو رمیش اور اس میں کہاں ؟ یہ جو کئی دنوں سے اسکا دیکھنا سننا بند ہو گیا تھا
اس سے اسکے دل میں ایسی کیا ناپائیداری آموجود ہوئی تھی .... اور رمیش بھی اسے دیکھنے
کے لیئے باہر بیٹھا ہوا کسی طرح کوئی طریقہ سوچ رہا ہے - یہ کسی طرح یقین کے قابل نہیں تھا

اتنے میں جب دن ڈھلتا آیا - تو اس دن شیلجا کسی قدر مشکل میں پڑ گئی - وہ اپنی ننھی
سکھی کو بہت دیر کے لیئے اکیلا چھوڑنے میں شرم محسوس کرنے لگی - ..... اور آج چھٹی کا
دن بھی وہ رائگاں جانے دے - اتنی زبردست ایثار نفسی بھی اس سے نہیں ہو سکتی تھی - ... ادھر
رمیش بابو کے پاس رہتے پر بھی کملا جب میل ملاپ سے محروم ہے - تو چھٹی کے دن تو وہ
خود عشق و تفریح کی بہار ہوتے - یہ بھی اسکے لیئے رنج دہ ثابت ہوا - آہا ! اگر کسی طرح
رمیش کے ساتھ کملا کی ملاقات ہو جائے !!!

ان تمام باتوں کا تذکرہ بزرگوں سے مناسب نہیں۔... مگر چکرورتی مشورے کے پیئے انتظار کرنے والے شخص نہیں تھے۔ انہوں نے گھر میں مشہور کر دیا کہ وہ آج کسی خاص کام سے شہر سے باہر جا رہے ہیں۔ رمیش کو سمجھا گئے کہ آج کوئی باہر کا شخص اُن کے گھر نہیں آئے گا۔ سو وہ صدر دروازہ بند کر کے چلے جاتے ہیں۔ یہ خبر انہوں نے خصوصاً اپنی لڑکی کے کانوں تک بھی پہنچا دی۔ ... کس اشارہ کا کیا مطلب ہے۔ شیلجا کو سمجھتے ذرا دیر نہ لگی۔

نہانے کے بعد شیلجا نے کملا سے کہا: "آؤ تمہارا جوڑا سکھا کر باندھ دوں!"

کملا:۔ "کیوں؟ آج اس قدر جلدی کیوں؟"

شیلجا:۔ "یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ آؤ پہلے تمہارے بال گوندھ دوں۔ لٹیں خوب چھٹکی ہوئی ہیں۔ جوڑا بہت بڑا ہو گیا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے کملا کا سر پکڑ لیا۔ اس کے بعد ساڑی کی بابت دونوں کے درمیان ایک زبردست مباحثہ شروع ہوا۔ شیلجا اُسے جو رنگین ساڑی پہنانا چاہتی تھی۔ کملا اسے پہننے کا سبب تلاش کرنے پر بھی نہ پا سکی۔ بالآخر شیلجا کے پاس خاطر سے وہ پہننے لگی۔

دوپہر کو کھانا وغیرہ کھانے کے بعد شیلجا نے اپنے شوہر کے کان میں نہ معلوم کیا کہا۔ اس کے بعد بابو چلی گئی۔ پھر کملا کو رمیش کے کمرے میں بھیجنے کے لیے اصرار کرنے لگی۔ رمیش کے پاس کملا اس سے پیشتر بغیر کسی پس و پیش کے چلی جاتی تھی۔ شرم و حجاب کی اُسے تمیز ہی نہ تھی۔ ایسی باتوں میں شرمندہ کرنے والی عورت بھی نہ تھی۔ مگر آج شیلجا کا یہ اصرار کملا کے لیے مشکل ہو گیا۔ شیلجا اپنے شوہر کے پاس جس حیثیت سے جاتی تھی کملا اُسے جانتی تھی۔ جب وہ ان حقوق سے محروم ہے۔ تو پھر شوہر کے روبرو آج بھکارن کی حیثیت میں کیونکر قدم بڑھانے کا حوصلہ کرے؟

کملا جب کسی طرح راضی نہ ہوئی تو شیلجا نے سوچا۔ کہ شاید رمیش سے ناراض ہے۔ اور ناراض بھی کیوں نہ ہو کیونکہ اتنے دن گزر گئے۔ مگر رمیش بابو نے بھول کر بھی کسی بہانہ سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ چکرورتی مہاشے کی بیوی کھانا کھانے کے بعد

دروازے کے پاس سو رہی تھیں۔ شیلجا نے بپن سے کہا:۔ کہ تم آج رمیش بابو کو کملا کا نام لے کر بلاؤ۔ بابو جی کچھ بُرا نہیں مانیں گے۔ اور ماں کو پتہ نہیں چلے گا۔ بپن جیسے کم سخن شخص کے لیئے یہ پیغام بہت مشکل تھا۔ تاہم چھٹی کے دن یہ اصرار رد کرنے کا اُسے حوصلہ نہ ہوا۔

رمیش اُسوقت فرشی تکیہ کے سہارے قالین پر لیٹا ہوا پائونیر کا مطالعہ کر رہا تھا۔ مضامین کے مطالعہ کے بعد اشتہارات پر نظر ڈالی ہی تھی۔ کہ اتنے میں بپن آ گیا۔ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ بپن کے ساتھ رمیش کے تعلقات اگرچہ بہت دوستانہ نہیں تھے۔ تاہم تنہائی کی اُلجھن اور وقت کاٹنے کے خیال سے اُسنے بپن کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔ پردیس میں سوائے اسکے کون تھا؟

بپن نے کھڑے کھڑے ہی سر کھجاتے ہوئے کہا "آپکو وہ اندر بلا رہی ہے"

رمیش نے پوچھا! ... کون؟ کملا ...

بپن نے کہا: "ہاں"..

رمیش کو کسی قدر تعجب ہوا۔ اُسنے پہلے ہی ارادہ کر لیا تھا۔ کہ کملا کو اپنی بیوی کی حیثیت سے قبول کرے گا۔ مگر اُسکے قدرتی تپست ہمت دل نے ان چھٹیوں کے ایام میں اپنا پورا پورا اثر دکھایا۔ اور اس کا تمام ہوائی قلعہ مسمار ہو گیا۔ عالم خیال میں اُسنے کملا کو بیوی کے تمام حقوق سے ممتاز بنا دیا تھا۔ اور اپنے دل کو طرح طرح کے خیالی نقشوں سے معمور کر دیا تھا۔ مگر ابتداً نہایت مشکل تھی۔ کچھ دنوں سے کملا کے درمیان اُس کا جو فاصلہ تھا۔ وہ اِس دوری کو برداشت کرنے کا متحمل ہو چکا تھا۔ یکایک ایک ہی دن میں وہ اُسے کیونکر توڑ دے ...... یہ وہ ہر چند سوچنے پر بھی ٹھیک نہ کر سکا اور اِسی وجہ سے کوئی علیحدہ مکان سکونت کے لیئے کرایہ پر لینے کی ہمت بھی یکایک نہ ہوئی کملا نے بلایا ہے۔ یہ سنکر اُسنے سمجھا۔ کہ کوئی ضروری بات ہوگی۔ یکایک اُس کا دل خوشی سے معمور ہو گیا۔ بپن کی بات سُنکر پائونیر ایک طرف پھینک کر جب وہ اندر بڑھا۔ اُسوقت جوش مسرت میں مبتلا آئی ہوئی شہد کی مکھی کی گونجتی ہوئی آواز کی طرح

کانک کی شکست تمنساں دو پہر میں دریا تیم سے ملنے کے لیے ایک تنگ مقام میں منہ زور خیالات کا عکس نہایت نمایاں طور پر اس کے صفحہ دل پر پڑا۔ اور اسکا دل شوخی سے بھرپور ہوگیا بہن کچھ دوسرے کمرہ دکھا کر چلا آیا۔ کملا نے سوچا تھا شیلجا اس کے متعلق بات چیت کرکے بہن کے پاس چلی گئی ہے یہی وجہ ہے وہ کھلے ہوئے دروازے میں تخت پر بیٹھی ہوئی باغیچہ کی طرف دیکھ رہی تھی شیلجا کے کس طرح کملا کے اندر گھس کر اندر وہاں محبت کا شعر باندھ دیا ہے۔ ہوا کے گرم گرم جھونکوں سے جیسے درختوں کی شاخیں آہستہ آہستہ کانپ اٹھتی ہیں۔۔۔۔ کملا کے دل کے اندر بھی رہ رہ کر اسی طرح ایک آہ آتشیں کے جھونکے نے لامعلوم درد کا ایک کر دیا تھا۔

رمیش نے جب کمرہ میں داخل ہو کر آواز دی "کملا"۔۔۔ اس وقت وہ متحیر ہو کر اٹھ بیٹھی۔۔۔۔ اس کے عضو عضو میں جیسے خون دوڑنے لگا۔ جو کملا اس سے پیشتر کبھی بھی رمیش کے سامنے شرم و حجاب سے کام نہیں لیتی تھی۔ وہ آج اسی طرح منہ اٹھا کر دیکھ نہ سکی۔ اس کا تمام چہرہ سرخ ہوگیا۔

آج کے بناؤ سنگار اور خیالات کا عکس دیکھ کر رمیش نے کملا کو ایک نئی صورت کی شکل میں دیکھا۔ یکایک کملا کی یہ حالت دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ کملا کے پاس آکر تھوڑی دیر کے لیے چپ چاپ کھڑا ہو کر نرم لہجہ میں بولا "کملا! تم نے مجھے بلایا تھا؟"
کملا چونک کر غیر ضروری جوش سے بول اٹھی۔۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ میں نے نہیں بلایا۔۔۔۔۔ میں کیوں بلانے جاؤں گی؟"

رمیش نے کہا "کملا! بلانے میں حرج ہی کیا ہے؟"

کملا نے اور بھی جوش سے کہا! "نہیں! میں نے نہیں بلایا"

رمیش نے کہا "بہت اچھا! تم نے نہیں بلایا۔ میں آیا ہوں کیا اس وجہ سے مجھے واپس جانا پڑے گا؟"!

کملا:- تم یہاں آئے ہو۔ سب لوگ جانیں گے۔ تو ناراض ہونگے۔۔۔ تم جاؤ۔۔۔۔ میں نے تمہیں نہیں بلایا۔"

رمیش نے کملا کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "اچھا! تم میرے کمرے میں آؤ۔۔۔ وہاں کوئی نہیں ہے۔"
کملا کانپتے ہوئے جلدی جلدی رمیش سے ہاتھ چھڑا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور دروازہ بند کر لیا۔

رمیش نے سوچا! یہ سب اسی کھڑکی کی لڑکی کی کارستانی ہے۔۔۔۔ یہ سوچ کر وہ بے جوشی باہر کے کمرے میں چلا گیا۔ لیٹ کر پانیر کے اشتہارات پڑھنے لگا۔ مگر اس کی طبیعت نہ لگی آسمانِ دل پر رنگا رنگ خیالات کے بادل ہوا کے جھونکوں سے ٹکراتے ہوئے دوڑ رہے تھے
شیل نے بند دروازے پر دھکا مارا۔۔۔۔ کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ اُس نے روشن کی کھڑکی کی زنجیر سے باہر سے ہاتھ ڈال کر کھولی۔ کمرے میں جا کر دیکھا! کملا منہ پر جھکی ہوئی دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپائے رو رہی تھی۔
شیل متحیر ہو کر سوچنے لگی۔ ایسی کیا بات ہوئی جس کی وجہ سے کملا کو اس قدر چوٹ پہنچی۔ فوراً اس کے پاس بیٹھ کر کان کے پاس منہ رکھ کر محبت آمیز لہجہ میں کہنے لگی۔۔۔۔
۔۔۔کیوں بہن تمہیں کیا ہوا؟۔۔۔ روتی کیوں ہو؟"
کملا نے کہا! تم نے انہیں کیوں بلایا؟ یہ تم نے بڑی بے انصافی کی!
کملا کی یہ اچانک روانی کا زور خود اسکے لیئے اور دوسرے کیلئے بہت سخت ہو گیا تھا اس کے درمیان اسکے کتنے دنوں کا پوشیدہ درد ابھر آیا۔ یہ کسی نے نہیں جانا!
کملا آج ایک خیالی دنیا پر قابض ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔ رمیش اگر خوش اسلوبی سے اس میں داخل ہوتا تو اچھا ہوتا۔ مگر آتے ہی آکر تمام خیالات منتشر کر دیئے گئے۔ کملا کو چھٹیوں میں سکول کا قیدی بنا کر رکھنے کی خواہش۔۔۔ جہاز میں رمیش کی بے پرواہیاں یہ سب باتیں دل کے اندرونی حصہ میں کانٹے کی طرح چبھنے لگیں۔ پاس آنے سے اسے اپنا سمجھنا غلطی ہے۔ بلکہ یہ بھی اگر آ جائے۔ تو اسے اپنا سمجھنا غلطی ہے۔۔۔۔ اصل چیز کیا ہے؟ اسکی چاہت غازی پور آنے کے بعد ہی کملا نے بہت تھوڑے دنوں میں ہی جیسے صاف طور پر معلوم کر لی تھی
مگر شیل کے لیئے یہ تمام باتیں معلوم کرنی بہت مشکل تھیں۔ کملا اور رمیش

کے درمیان جو فاصلہ تھا۔ . . . اُسکا خیال اُسے خواب میں بھی نہ تھا۔ سو بڑی کوششوں سے کملا کا سر اپنی گود میں اُٹھا کر بولی "اچھا سکھی! رمیش بابو نے تمہیں کوئی سخت بات کہی ہے؟ شاید اِسی وجہ سے کہ وہ (اپنے شوہر بہن سے مراد) اُنہیں بُلانے گئے تھے اِس وجہ سے ناراض ہو گئے تم نے اُن سے کیوں نہیں کہا۔ کہ یہ سب میں نے کیا ہے"

کملا نے کہا! "نہیں نہیں! اُنہوں نے کچھ نہیں کہا۔ مگر تم نے اُنہیں کیوں بُلایا؟"

شیل نے جھنجھلا کر کہا! "اچھا بھائی! قصور ہوا۔ معاف کرو!"

کملا فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور شیل کا گلا پکڑ کر بولی "جاؤ! تم جاؤ۔ بہن بابو ناراض ہو نگے"

باہر سنسان کمرے میں رمیش پاؤں پر پاؤں رکھے بے مطلب نگاہیں ڈالتا ہوا یکایک زور سے جھٹک کر اُٹھ بیٹھا۔ اِسکے بعد بولا! "نہیں! اب دیر نہیں کرونگا۔ کل ہی کلکتہ جا کر تیار ہو کر آؤنگا۔ . . . کملا کو اپنی بیوی سمجھ کر قبول کرنے میں جتنی دیر ہو رہی ہے۔ اُسی قدر بے اِنصافی ہو رہی ہے۔"

رمیش نے آج اپنے فرائض پر یکایک نظر ڈال کر تمام شک و شبہات دُور کر دیئے

۳۳

رمیش نے ارادہ کیا تھا کہ کلکتہ میں کام ختم کر کے وہ چلا آئے گا۔ کولھو ٹولہ میں وہ اُس گلی کے کنارے بھی نہیں جائے گا۔ وہ درزی پاڑہ میں آگیا۔ تھوڑی دیر میں ہی تمام کام ختم ہو جائیں گے۔ پہلے وہ جن دوستوں کے درمیان رہتا سہتا تھا۔ اب اُن سے ملنے کی اُسے ہمت بھی نہ ہوئی۔ کہیں اتفاقیہ کسی سے ملاقات نہ ہو جائے۔ اِس خیال سے وہ بہت محتاط رہنے لگا۔ مگر اُسے کلکتہ میں آتے ہی اپنے میں ایک خاص قسم کی تبدیلی محسوس کی جیسی سنسان آسمان میں جیسی صاف شفاف شانتی میں بیٹھی ہوئی کملا اُس کے آغازِ شباب میں پہلے جو شکل لے کر رمیش کے روبرو دلکشی اختیار کر کے دکھائی دی تھی۔ کلکتہ میں اُسکا وہ جادو جاتا رہا۔ درزی پاڑے کے مکان میں رمیش نے کملا کو خیالی میدان میں لا کر محبت آمیز نگاہوں سے دیکھنے کی خواہش کی۔ . . . مگر یہاں

اُس کے دل نے کسی قسم کا حجاب نہ پایا۔۔۔۔ آج کملا اُسکے روبرو غیر شادی شدہ
غیر تعلیم یافتہ لڑکی کی طرح معلوم ہونے لگی۔

جس قدر زیادہ زور لگایا جاتا ہے۔ اُسی قدر وہ کم ہوتا جاتا ہے۔ ہیم نلنی کو بھولنے
کے لیئے وہ جتنی کوشش کرتا تھا۔ اُسی قدر وہ زیادہ یاد آتی ہے۔ فراموشی میں کوشش کرنا
ہی یاد رکھنے کا ایک زبردست طریق ہے۔

رمیش کو اگر کسی قدر جلدی تھی۔ تب بھی وہ بہت پیشتر کلکتہ کا کام ختم کر کے واپس جا
سکتا تھا۔ مگر معمولی کام میں تساہل کرتے کرتے وہ ٹھہر گیا۔ بالآخر وہ کسی قدر پست
ہمت سا ہو گیا۔

کل رمیش کا ارادہ امور متعلقہ کو ختم کر کے الہ آباد جانے کا تھا۔ وہاں سے پھر غازی پور
اتنے دنوں تک اُسنے استقلال سے کام لیا تھا۔ مگر استقلال کیا بدستور قائم رہتا ہے؟
رخصت سے پیشتر پوشیدہ طور پر آکر ایک دن کولوٹولہ کا چکر لگا آئے۔ تو کیا مضائقہ
نہیں۔ اُس دن کولوٹولہ میں جانے کے لیئے ارادہ کر کے ایک خط لکھنے بیٹھا۔ اُس میں
کملا کے ساتھ اپنے تمام و کمال تعلقات حوالۂ قلم کیئے۔ اِس مرتبہ غازی پور واپس
جانے پر وہ بدنصیب کملا کو بیاہی بیوی کی حیثیت میں قبول کرے گا۔ یہ بھی لکھا
اِس طرح ہیم نلنی سے تمام تر تعلقات منقطع کرنے سے پیشتر صحیح صحیح واقعات مفصل طور
پر ظاہر کر کے اِس خط کے ذریعہ رخصت طلب کرنے لگا۔ خط تو لکھا۔ مگر لفافہ پر کسی
کا نام نہیں لکھا۔ آنند چرن کا نوکر رمیش سے بہت خوش تھا۔۔۔۔ اِسکا
سبب یہ تھا۔ کہ رمیش ہیم نلنی کے تمام رشتہ دار عزیز و اقارب اور نوکروں سے
وہ ایک خاص برتاؤ کرتا رہتا۔ نوکروں کو خاطر خواہ انعام و اکرام سے بھی فیضیاب کرتا
تھا۔ رمیش نے ارادہ کیا تھا۔ کہ شام کے بعد اندھیرے میں وہ کولوٹولہ جا کر ایک
بار ہیم نلنی کو دیکھ آئے گا۔ اور کسی نوکر کے ذریعہ یہ خط پوشیدہ طور سے ہیم نلنی کے
پاس بھیج کر وہ ہمیشہ کے لیئے اپنے پہلے بندھن کی زنجیریں ہر اتفاق توڑ کر چلا جائیگا
شام کے وقت رمیش ہاتھ میں خط لیئے ہوئے اُسی ہیئت سے جانے ہی پائے تھے

دل بیتاب کو دباتے ہوئے کانپتے ہوئے پاؤں سے داخل ہوا۔ دروازہ پر پہنچ کر دیکھا۔۔۔ ۔۔۔ دروازہ بند۔۔۔ اوپر نظر کی۔ تمام کھڑکیاں بند۔۔ مکان خالی اور ہر چہار طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا پھر بھی رمیش نے دروازہ پر دھکا مارا۔ دو چار بار دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک شخص دروازہ کھول کر باہر آیا۔ رمیش نے پوچھا۔۔ "اچھے ہو نہ"

نوکر نے کہا "ہاں! بابو جی! اچھا ہوں!"

رمیش: "بابو کہاں گئے؟"

نوکر۔ "دیدی کو لے کر پچھم کی طرف ہوا خوری کے لیے گئے ہیں"

رمیش: "کس شہر میں؟"

نوکر: "یہ نہیں کہہ سکتا"

رمیش: "اور ساتھ کون گیا ہے؟"

نوکر: "نلنی کانت بابو بھی ساتھ گئے ہیں"

رمیش: "نلنی کانت بابو کون ہیں؟"

نوکر: "یہ نہیں کہہ سکتا"

رمیش نے سوال و جواب کے سلسلہ میں جانا نلنی کانت نوعمر شخص ہے۔ کچھ عرصے اس گھر میں آمد و رفت تھی۔ اگرچہ رمیش نے مصمم نلنی کا خیال چھوڑ دیا تھا تاہم نلنی کانت کی بابت سن کر اس کے پھر دل میں رقابت کی ترنگیں موجزن ہونے لگیں

رمیش: "تیری دیدی کی طبیعت کیسی ہے؟"

نوکر نے جواب دیا "ان کی طبیعت تو اچھی ہی ہے"

نوکر نے سوچا تھا۔ یہ خبر سن کر رمیش بابو خوش ہونگے۔ مگر انتریامی جانتا ہے۔ کہ نوکر نے غلط سمجھا ہے۔"

رمیش نے کہا "میں ایک بار اوپر کے کمرے میں جاؤنگا"

نوکر چراغ لے کر رمیش کو اوپر لے گیا۔ بھوت کی طرح رمیش ایک بار تمام کمروں میں گھومنے لگا گھوم پھر کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ گھر کی تمام چیزیں بدستور تھیں۔ رسیاں میں لونے

نلنی کانت آ گئے۔ دنیا میں کسی عدم موجودگی بہت دنوں تک محسوس نہیں کی جاتی ہیں
کھڑکی میں رمیش نے ایک دن ہیم نلنی کے پاس کھڑے ہو کر رم جھم بارش میں ساون کے
دنوں میں غروب آفتاب کی روشنی میں دو دلوں کو چپ چاپ ہی ماں باپ کے رشتہ
میں پرو کر ایک کر دیا تھا۔ . . . اسی کھڑکی میں کیا اب غروب آفتاب کی شعاعیں جلوہ ریز
نہیں ہوتیں؟ اسی کھڑکی میں کوئی اور شخص آ کر ایک دن جب دو دلوں کو ایک کرنے
کے لیے اس وقت عہد گذشتہ کے واقعات کیا راستہ روک کر کھڑے نہ ہو جائیں گے
خاموش بازگشت سنا نہ اٹھا کر اسے دور ہٹا دیگا کسی قدر ساجھان سے رمیش کا دل جھنجھلا
اٹھا۔ دوسرے دن رمیش الہ آباد نہیں گیا۔ بلکہ براہ راست غازی پور روانہ ہوا۔

۳۴

کلکتہ میں رمیش کو تقریباً ایک مہینہ لگ گیا۔ یہ ایک مہینہ کملا کے لیے تھوڑے دن
نہیں تھے کملا کی زندگی کا ایک رکا ہوا سوتا یکایک زور شور سے بہنے لگا۔ شفق نور میں
جیسے دیکھتے دیکھتے تیزی آجاتی ہے۔ . . کملا کے زنانہ احساسات بھی اسی طرح بہت تھوڑے
عرصہ میں خواب سے بیدار ہو کر جگمگا اٹھے۔ شیلجا کے ساتھ اگر اس کو خوب بے ضبط
نہ ہوتا۔ اس کی محبت کی جلوہ ریز شعاعیں اور اسکی جگمگاہٹ اگر منعکس ہو کر اس کے
دل پر نہ پڑتیں۔ تو اسے کتنے عرصہ تک انتظار کرنا پڑتا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔

رمیش کے آنے میں دیر دیکھ کر شیلجا کے خاص اصرار سے چکرورتی مہاشے نے کملا
کے رہنے کیلئے گنگا کے کنارے ایک بنگلہ ٹھیک کیا۔ اور اسباب وغیرہ لے جانے کی تیاریاں
کرنے لگے۔ اور نئے گھر کے لیے ضروری چیزوں کا انتظام بھی ہونے لگا۔ جب بہت دنوں
بعد رمیش غازی پور آیا۔ اس وقت چکرورتی مہاشے کے گھر میں رہنے کے لیے کوئی راہ نہ
دیکھی۔ اتنے دنوں بعد کملا خود مختار ہو کر گرہستی کے کام کاج میں داخل ہوئی۔ بنگلے کے
چاروں طرف باغیچے کے لیے کافی زمین تھی۔ دو رویہ قطار میں شیشم کے سر بفلک سایہ دار
درخت تھے۔ موسم سرما کی پتلی دھار والی گنگا کے پاس ہی بنگلہ تھا۔ گنگا کے بیچ میں ایک

جزیرہ تھا...... اُسی میں کچھ کھیت وغیرہ بھی تھے - جن میں تربوزے اور خربوزے بو دیئے گئے تھے - وکن کی طرف نیم کا بڑا درخت تھا - کملا نے اپنی سلیقہ شعاری سے تمام مکان سجا لیا - درخت وغیرہ لگوائے -

گھر میں عورت کی موجودگی سے جو خوبصورتی آجاتی ہے - وہ اور کہاں ہے؟ رمیش نے آج کملا کو اس طرح مصروف دیکھ کر ایک نئی خوشی کا احساس کیا - ...... اس نے پیچھے قید و بند سے آزاد پرند کو آسمان کی طرف پرواز کرتے دیکھا - اتنے دن تک رمیش نے کملا کو اپنے مکان میں آزادانہ طور پر نہیں دیکھا - ..... آج اُسے اپنے نئے مکان میں گرہستی کے کاروبار میں مصروف دیکھ کر اُس کے حُسن میں ایک عجیب و غریب ضیا نظر آئی ......

رمیش نے کملا کو اس قدر مصروف دیکھ کر کہا ؛ کملا! تم تھک جاؤ گی - کہو تو میں تمہارے کاموں میں مدد کر کے تمہارا ہاتھ بٹاؤں؟

کملا نے کہا " نہیں! تمہاری شرکت کی ضرورت نہیں - میں خود ہی بغیر کوئی تکان محسوس کئے سب کچھ کر لوں گی - یہ سب کام تمہارا نہیں ہے "

رمیش نے کہا مردوں کی نسبت تمہارا جو خیال ہے - اُسے میں بخوشی قبول کرتا ہوں مردوں کی ناقابلیت کا میں معترف ہوں - کاش میں بھی تمہاری طرح عورت ہوتا

ہوا زور سے چلنے لگی - تمام مکان گرد و غبار سے بھر گیا - کملا نے بند و عورتوں کی طرح خود ہی مکان صاف کیا - رمیش کے ہاتھ سے زبردستی جھاڑو لے لی -

کھانا وغیرہ کھانے کے بعد کاکڑ ہیکر واقع جہاز سے آگئے - اُن کی رائے کے بموجب سب لوگ پھر قدیم مکان میں سونے کے لئے گئے - رمیش کا دل کسی قدر دب گیا - اس نے سوچا تھا - آج اُس کے خاص مکان میں شام کو چراغ روشن ہوگا - اور کملا کا شرمسار چہرہ اور شرم آلود ہنسی دیکھ کر رمیش کے دل میں جذبات کی ایک نئی لہر اُٹھے گی - تمام دن وہ انہی خیالات کے ادھیڑ بن میں مصروف رہا - اب بچپن دنیا روان کی وجہ دیکھ کر رمیش معاملات کے کام سے دو تین دن الہ آباد چلا گیا - . .

اُس نے کاغذ میں لپٹے ہوئے پان کملا کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

اس وقت کملا کو تھوڑی سی فرصت حاصل ہوئی۔ ۔ ۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ خود اُٹھی

اُمیش نے کہا۔ چکرورتی مہاشے نے گاڑی بھیجی ہے۔

کملا گاڑی میں سوار ہونے سے پیشتر حفاظت کے خیال سے مکان کو ایک بار اچھی طرح دیکھنے کے لیے داخل ہوئی۔

پہلے کمرے میں موسم سرما میں آگ جلانے کے لیے ایک آتش دان بنا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی طاق پر مٹی کے تیل کا چراغ جل رہا تھا۔ اسی طاق پر کملا پان رکھ کر یہی کام کیے جا رہی تھی۔ کہ اتنے میں یکایک پان والے کاغذ پر کملا کی نگاہ پڑی۔ اور رمیش کے قلم سے اُس نے اپنا نام لکھا پایا۔

کملا نے اُمیش سے پوچھا "تم نے یہ کاغذ کہاں پایا؟"

اُمیش نے جواب دیا۔ بابو کے کمرے میں ایک کونے میں پڑا تھا۔ جب جھاڑو لگا رہا تھا [illegible] اٹھا لایا تھا۔

کملا اُسے غور سے دیکھنے لگی۔

[illegible] کو جس دن رمیش نے ایک لمبا چوڑا خط لکھا تھا۔ یہ وہی خط ہے۔ لاپرواہ رمیش اسے کہاں رکھ کر بھول گیا۔ اس کا اُسے خیال بھی نہ تھا۔

جب کملا اُسے پڑھ چکی۔ اس وقت اُمیش نے کہا "ماں! اس طرح بیٹھی ہوئی کیوں لکھی ہو؟ رات ہوتی جا رہی ہے۔"

تمام مکان میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کملا کے چہرے کی طرف دیکھ کر اُمیش [illegible] ہو کر کہا "ماں! میری بات نہیں سنتیں۔ گھر چلو۔ رات ہوتی جا رہی ہے۔"

کچھ دیر بعد چکرورتی مہاشے کے نوکر نے آ کر کہا "مائی جی! گاڑی تیار کھڑی ہے۔ چلو چلیں۔"

شیلجا نے پوچھا ۔ کیوں بہن! آج تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے ۔ سر پکڑے بیٹھی ہو؟"
کملا نے کہا "چاچا جی کہاں ہیں؟ کہیں نظر نہیں آتے ۔"
شیلجا نے کہا ۔ سکول میں بڑے دنوں کی تعطیل ہے ۔ . . . ودی کو دیکھنے کے لئے ماں نے انہیں الہ آباد بھیجا ہے ۔ کچھ دنوں سے ودی کی طبیعت اچھی نہیں ۔"
کملا نے پوچھا "وہ کب واپس آئیں گے؟"
شیلجا :- ایک ہفتہ کے اندر ہی اندر آ جائیں گے ۔" تم اپنے بنگلہ کو سجانے میں تمام دن کام کرتی رہیں ۔ اس لئے آج تمہاری طبیعت اچھی نہیں معلوم ہوتی ۔ آج جلدی جلدی کھانا کھا کر سو رہو ۔
کملا اگر شیلجا سے تمام باتیں کہہ سکتی ۔ تو بچ جاتی ۔ . . . مگر کہنے کی بات نہیں تھی جس میں اتنے عرصہ تک اپنا شوہر سمجھتی تھی ۔ وہ میرا شوہر نہیں ۔ یہ بات خواہ اور کسی سے کہوں ۔ مگر شیلجا سے کہنا مناسب نہیں ۔"
کملا نے خوابگاہ میں آکر دروازہ بند کیا ۔ اور چراغ کی روشنی میں پھر ایک بار رمیش کا خط لے کر بیٹھ گئی ۔ . . . خط جسے مخاطب کر کے لکھا گیا تھا ۔ اُس کا نام نہیں بتایا ہے مگر وہ عورت ہے ۔ رمیش کے ساتھ اُسکی شادی کی تجویز ہوئی ۔ اور کملا کی وجہ سے اُس کی شادی فسخ ہو گئی ۔ یہ خط سے صاف ظاہر ہو رہا ہے ۔ جسے خط لکھا جا رہا ہے ۔ رمیش اُسے دل سے پیار کرتا ہے ۔ اتفاقیہ کہاں سے کملا اُسکی گردن پر سوار ہو کر وہیں وہ مکھی بن کر . . . . محبت کی بندشوں کو ہمیشہ کے لئے توڑنے پر تیار ہو گئی ۔ یہ بات بھی خط میں پوشیدہ نہیں ۔
اُسی ندی کے کنارے رمیش کے ساتھ پہلا ملاپ ہوا اور غازی پور آنے تک تمام باتیں کملا کو دل ہی دل میں یاد آ گئیں ۔ جو نہاں تھا ۔ وہ عیاں ہو گیا ۔
رمیش جب برابر اسے دوسرے کی بیوی سمجھتا تھا ۔ سوچ کر بے چین ہو جاتا تھا ۔ تو اُسے لے کر کیا کرے گا؟ اُس وقت تک کملا اُسے اپنا شوہر سمجھ کر بے کھٹکے اُس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے گرہستی کے کاروبار میں مصروف ہوئی تھی ۔ یہ شرم کملا کی

نوکاڈوبی

دِل بار بار گرم لوہے کی سلاخ سے چھیدنے لگی۔ روزانہ واقعات دِل میں یاد آکر اُسے جیسے
مٹی میں ملانے لگے۔ ۔ ۔ ۔ یہ شرم اُسکی زندگی کا حصّہ ہو گیا۔ اب اِس سے کیا کسی طرح
اُسکا چھٹکارا نہیں۔

بند کمرے کا دروازہ کھول کر کملا کھڑکی کے پاس والے باغیچہ میں چلی گئی۔ موسم سرما
کی تاریک رات تھی۔ سیاہ آسمان سیاہ پتھر کی طرح سخت بنا ہوا تھا۔ کہیں بھی ہوا کا نام
نہیں تھا۔ ستاروں کے بے شمار چراغ روشن تھے۔

سامنے آم کے ہیبتناک درخت کھڑے ہوئے تاریکی کو بڑھاتے تھے۔ کملا کسی طرح کچھ
نہ سوچ سکی۔ وہ ٹھنڈی گھاس پر بیٹھ گئی۔ لکڑی کی مورتی کی طرح سخت ہو گئی۔ ۔ ۔ ۔
اُس کی آنکھوں سے دو بوند آنسو بھی نہیں نکلے

اِس طرح وہ کتنی دیر تک بیٹھی رہے گی۔ کہا نہیں جا سکتا۔ ۔ ۔ ۔ مگر سردی نے
اسکے ہاتھ پاؤں میں ایک رعشہ پیدا کر دیا۔ اُس کا تمام جسم کانپنے لگا۔ خوفناک آسمانی
کشمکش میں عجب خاموش تالاب کے درختوں کے درمیان تاریکی کے ایک حصّہ کو چاند
نے اپنی منور کرنوں سے جگمگا دیا۔ اُس وقت کملا آہستہ آہستہ مکان میں داخل ہوئی اور
کمرہ کا دروازہ بند کر دیا۔

صبح کے وقت کملا نے آنکھیں کھول کر دیکھا شیل اُسکی کھاٹ کے پاس کھڑی ہے۔ شفقت
دیر ہو گئی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اِس وقت سے شرمسار کملا جلدی جلدی بستر سے اٹھی۔
شیل نے کہا۔ نہ بہن ابھی نہ اٹھو۔ ۔ ۔ ۔ ذرا اور سو رہو۔ یقیناً تمہاری طبیعت
اچھی نہیں ہے۔ چہرہ خشک نظر آتا ہے۔ آنکھوں کے حلقوں میں سیاہی آگئی ہے۔ کیا
تمہارا جی ... ہی تو بتاؤ ۔ ۔ ۔ یہ کہہ کر شیل نے کملا کے پاس بیٹھ کر اُسے گلے سے لگا لیا
کملا کا سینہ پھول اٹھا۔ ۔ ۔ آنسوؤں نے ضبط کا باندھ توڑ دیا۔ شیل کے
کندھے پر سر رکھ کر رونے لگی۔ شیل کے منہ سے کوئی بات نہیں نکلی۔ اُس نے زور سے
کملا کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔

کملا نے جلدی ہی اپنے آپ کو شیل سے چھڑا لیا۔ ۔ ۔ آنسو پونچھ کر بولی

کملا ہنسنے لگی۔ شیل نے کہا "بس بس! اب ہنسنے نہیں دوں گی۔ ہنستے ہی لڑکیاں دکھاؤ گی۔
تم ایسی بھی لڑکی نہیں دیکھی۔ تم سوچ رہی ہو کہ مجھ سے سب باتیں پوشیدہ رکھو گی
مجھے اتنی سی بات بھی نہیں بتاؤ گی ... اچھا بتاؤ تو سہی۔ رمیش بابو نے تمہیں الہ آباد سے ایک خط بھی
نہیں لکھا۔ اس وجہ سے غصہ کیا ہے ... انہماک! اگر تم غلطی پر ہو تو وہ وہاں کام پر گئے
ہیں اور وہاں ہی انتہا ہو گئے۔ اگر مصروفیت کی وجہ سے انہیں وقت نہ ملا ہو۔ اسی
وجہ سے غصہ کیا ہے ... بھئی! اس وجہ سے آج تمہیں یہ نصیحت کر رہی ہوں۔ اگر میں تی
تو بھی آج یہی کرتی۔ اس طرح جھوٹ موٹ روٹھنا لڑکیوں کے لئے معمولی بات ہے۔ اور پھر
جب خوش ہو جاؤ گی۔ تو کہیں کچھ بھی دل میں نہ رہنے گا۔" یہ کہکر شیل نے کملا کو اپنے سینہ
سے لگا لیا۔ اور بولی "آج تم سوچ رہی ہو کہ رمیش بابو کو تم کبھی معاف نہ کرو گی۔ ...
یہ نہیں۔ اچھا سچ بتا؟"

کملا نے کہا! ہاں! سچ کہتی ہوں"

شیل نے کملا کے گالوں پر تھپکی دے کر کہا "بس بس! اس میں بہت ہی کیا ہے۔ دیکھا جائے گا
اچھا! شرط لگاتی ہو؟"

کل صبح کملا سے بات چیت ہونے کے بعد ہی شیل نے الہ آباد میں اپنے باپ کو
خط لکھا کہ کملا رمیش کا خط نہ آنے کی وجہ سے نہایت متفکر ہے۔ ایک تو بیچاری نئی نئی
پردیس میں آئی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ رمیش بابو جب سے تب سے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اور
خط تک بھی نہیں لکھتے۔ اس سے اسے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ ان کا الہ آباد کا کام
کیا ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ کام تو بہت سے لوگوں کا ہوتا ہے۔ مگر کیا دو حرف نہیں لکھ
سکتے۔ چکرورتی مہاشے نے رمیش سے مل کر اس خط کا تذکرہ کیا۔

کملا کی طرف سے رمیش کا دل زبردست ثبوت مل جانے کی وجہ سے کھنچا تھا
ہی ہے مگر اس وجہ سے اس کے شک و شبہات میں بھی اضافہ ہوا۔

اسی وقت بستر چھوڑ کر رمیش کسی طرح الہ آباد سے واپس نہ جانے کا ارادہ تنہا میں آ سے
چکرورتی مہاشے کی زبانی سنا دیا تاکہ خط کا تذکرہ تنہا"

خط سے صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ کملا رمیش کے لیئے بے چین تھی . . . . وہ صرف شرم
وحجاب کے باعث خود نہ لکھ سکتی تھی۔

اس سے رمیش کی قوت بڑھا میں دوشاخیں پھوٹیں۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ دونوں ملکر
ایک ہوگئیں۔ اسوقت تو صرف رمیش کی نگاہ میں شک کی بات نہیں ہے کملا بھی رمیش
کو محبت پیار کرتی تھی۔ بدھاتا نے ندی کے گھاٹ پر دونوں کو ملا دیا تھا۔ یہ نہیں۔ دونوں
کے دل بھی ایک ہوگئے تھے۔

یہ سوچ کر رمیش نے ذرا بھی پس وپیش سے کام نہیں لیا۔ وہ کملا کو خط لکھنے بیٹھ گیا لکھا

"پریتما!"

کملا! تمہیں میں نے جس القاب سے مخاطب کیا ہے۔ اسے خط لکھنے کا رواج جیسے
وہ نہ سمجھنا۔ اگر تمہیں آج دنیا میں سب سے پیارا نہ سمجھتا۔ تو کبھی پریتما نہ لکھتا۔ اگر تمہارے
دل میں کبھی کوئی شک پیدا ہوا ہو۔ اگر تمہارے نازک دل پر کبھی کوئی چوٹ لگائی ہو تو میں
دل سے میں آج تمہیں "پریتما" کہکر مخاطب کر رہا ہوں۔ اس سے تمہارا تمام شک اور
درد رفع ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ کھل کر اور تمہیں کس نام سے مخاطب کرونگا۔ اب تک
میرے کئی سلوک تمہارے روبرو تکلیف دہ ثابت ہوئے ہونگے۔ اسلیئے اگر تم نے دل ہی
دل میں میرے برخلاف ہوکر اظہار ناراضگی کیا ہو۔ تو میں مخالف ہو کر ذرا بھی مخالفت نہ
کرونگا۔ میں صرف یہی کہونگا . . . . کہ آج تم مجھے پیاری ہو . . . بلکہ نہایت پیاری ہو۔ تم
سے زیادہ پیارا آج میرا اور کوئی نہیں۔ اس سے بھی اگر میرے تمام قصوروں۔ تمام بُرے
سلوکوں کا آخری جواب نہ ہوسکے تو اور کسی طرح نہ ہوگا۔

اسلیئے کملا! آج تمہیں "پریتما" کہکر پکارتا ہوں۔ ہم لوگوں نے پچھلے تمام شک و
شبہات دور کر دیئے ہیں۔ پھر "پریتما" کہکر ہم لوگوں کی محبت کی مثال کسر نہ پڑی ہے
تمہارے روبرو میری یہی درخواست ہے تم آج میری "پریتما" ہو۔ اس پر پورا یقین
کرو۔ اگر یہ تم مان لو تو اور شکوک کی نسبت شبہات تمہیں دریافت کرنے کی ضرورت
ہی نہ پڑے گی۔

نوکا ڈوبی

تم نے میری محبت کا معاوضہ دیا ہے۔ یا نہیں مجھے تم سے یہ دریافت کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ میں پوچھونگا بھی نہیں۔ میرے اس معقول سوال کا جواب ایک دن براہ راست تمہارے دل سے میرے دل میں داخل ہو جائے گا۔ اس میں مجھے ذرا بھی شک نہیں۔ تم پر جو مجھے حق حاصل ہے۔ اسی حق سے میں یہ بتا سکتا ہوں میں اپنی لیاقت سے مغرور نہیں ہوتا۔ مگر میری خواہش کیوں نہ پوری ہوگی۔ اور میری محنت کیوں نہ ٹھکانے لگے گی؟

میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ کہ میں جو لکھ رہا ہوں۔ اسے تصنیف کی طرح پیش کر رہا ہوں۔۔۔ جیسا آتا ہے۔ اس خط کو چاک کر دوں۔ مگر جو خط میرے دلی خیالات پیش کر رہا ہے۔ اسکا لکھنا ناممکن ہے۔ کیوں؟ خط دو دلوں کی یگانگت کا مرقع ہے جب ایک لکھتا ہے۔ اور دوسرا جواب نہیں دیتا پھر اس خط میں سب باتیں ٹھیک طور سے نہیں لکھی جاتیں۔ تم میں اور مجھ میں جس دن کوئی فرق باقی نہ رہے گا۔ اسی دن خط کی طرح خط لکھ سکونگا۔ آمنے سامنے دونوں دروازے کھلے رہنے سے ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے آتی جاتی ہے۔ بھلا! پتہ تھا!! تمہارا دل کب اچھی طرح دیکھ سکونگا۔

ان سب باتوں کا فیصلہ رفتہ رفتہ ہوگا۔۔۔ بے چین ہونے سے فائدہ نہیں۔ تین دن میں خط پاؤگی۔ اسکے دوسرے دن صبح میں غازی پور پہنچونگا۔ میری خواہش ہے کہ غازی پور پہنچکر تمہیں اپنے نئے مکان میں دیکھوں۔ بہت دن آوارہ گردی میں گذر گئے۔ اب میرا استقلال جا رہا ہے۔ اب میں گھر میں داخل ہونگا۔ دل کی دیوی کا درشن گھر میں کرونگا اس وقت دوسری دفعہ ہماری محبت کی پیاسی آنکھیں سیراب ہونگی۔۔۔ کیا تمہیں یاد ہے؟ ہماری پہلی دفعہ جب چار آنکھیں ہوئیں تھیں۔ اسی ریت پر چاندنی میں، اسی ندی کے کنارے، سنسان ریتلی زمین پر۔ وہاں چھت نہیں تھی۔ دیوار نہیں تھی۔ باپ۔ ماں بھائی، رشتہ دار اور پڑوسی غرض کوئی بھی نہ تھا۔ وہ گھر سے بالکل باہر تھا۔۔۔ وہ جیسے خواب تھا معلوم ہوتا ہے۔ ان باتوں میں سے کوئی بھی سچ نہیں ہے۔ اسلئے اور ایک دن رحمت اثر صاف شفاف صبح کی روشنی میں گھر کے درمیان فی الحقیقت پھر انہیں تکتا ہوں

دیکھنے کی لالسا ہے۔ پوس مہینہ کی صبح کو اپنے مکان کے دروازے کے سامنے تمہاری بھولی بھالی دلفریب مسکراہٹ کو اپنے دل میں منقش کر لونگا۔ اسی سے میرا دل بھر گیا ہے "پریتم" میں تمہارے دل کے دروازے پر مہمان کی حیثیت میں ہوں۔ مجھے واپس نہ کرنا"

تمہاری محبت کا بھوکا:۔ "رمیش"

(۳۷)

شیل نے غمگین کملا کو ذرا چھیڑنے کے لئے کہا "آج تمہارے بنگلہ پر نہیں جاؤ گی"

کملا نے کہا "نہیں! جانے کی ضرورت نہیں"

شیل: "تمہارا مکان آراستہ ہو گیا"

کملا:۔ ہاں! ہو گیا۔

کچھ دیر بعد شیل نے آکر کہا "اگر میں تمہیں ایک چیز دوں۔ تو کیا دو گی"؟

کملا نے کہا۔ دیدی! میرے پاس کیا ہے؟

شیل: کچھ نہیں۔

کملا:۔ نہیں

شیل نے کملا کے گالوں پر ہلکی چوٹ لگا کر کہا "ہش! جو کچھ تھا معلوم ہوتا ہے وہ ایک شخص کے نذر کر دیا ہے کیا ہے۔ بتاؤ تو سہی! یہ کہکر شیل نے آنچل سے ایک خط کھولا لفافہ پر رمیش کے ہاتھ کا پتہ لکھا ہوا دیکھ کر کملا کا چہرہ اسی وقت زرد ہو گیا...

... اُسنے ذرا منہ پھیر لیا۔

شیل نے کہا "بس جی! اب زیادہ الجھاؤ کی ضرورت نہیں۔ بہت ہو چکا ادھر خط چھین کر دیکھنے کے لئے دل بے چین ہو رہا ہے... مگر میں اس طرح نہیں دونگی کبھی نہیں دوں گی... دیکھوں کب تک صبر سے کام لیتی ہو؟"

اتنے میں شیلجا کی لڑکی اُما دوڑی ہوئی آئی۔ اُسکے ہاتھ میں صابن دانی تھی۔ کملا نے اُسے فوراً گود میں اٹھا لیا۔ اور بار بار اُس کا منہ چومتے ہوئے اُسے خوابگاہ میں لے گئی

اُما نبدشس میں آکر چلانے لگی - مگر کملا نے کبھی چلت نہ چھوڑا -

شیل نے آکر کہا "میں ہار گئی - تمہاری جیت ہوئی - . . . . واہ! یہ لو بھائی . . . . دل ہی دل میں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟"

یہ کہکر اُسنے بستر پر خط پھینک کر اُما کو کملا کی گود سے چھین کر لے گئی"

لفافہ ہات میں لے کر کملا نے اُسے کئی بار لوٹ پوٹ کر دیکھا - . . . . اس کے بعد کھول کر دو چار سطروں پر نگاہ ڈالتے ہی اُسکا چہرہ سُرخ ہو گیا - شرم سے اس نے خط پھینک دیا - پہلی چوٹ کو ذرا سنبھال کر پھر اُسنے وہ خط زمین سے اُٹھا کر تمام و کمال پڑھا - اُس نے اچھی طرح سمجھا یا نہیں - یہ نہیں کہا جا سکتا - مگر اُسے ایسا احساس ہوا کہ وہ جیسے ہات سے ایک قیمتی چیز بنا جلا کر دیکھ رہی ہے - اُسنے پھر خط پھینک دیا - جو اُس کا شوہر نہیں - اُسے گھر کی ونگی - کیا اسی خیال سے یہ خط بھیجا ہے؟ رمیش نے جان بوجھ کر اُسکی بے عزتی کی ہے - غازی پور آکر کملا نے رمیش سے جو اظہار محبت کیا تھا - کیا اُسے اپنا شوہر سمجھ کر؟ رمیش اسی پر غور کرنے لگا - اسی بے کسی اور بے بسی پر نظر کرکے یہ محبت آمیز خط لکھا تھا غلطی سے کملا نے رمیش کے ساتھ جو سلوک کیا تھا - وہ آج کیونکر واپس آسکتا ہے؟ . . . ایسی شرم! . . . ایسی نفرت . . . کملا کے مقدر میں کیوں لکھی ہوئی تھی؟ اس دنیا میں پیدا ہوکر اُسنے کس کے ساتھ کیا قصور کیا ہے؟ اب "گھر" نامی ایک شے کملا کو لقمہ بنانے کو موجود ہوئی - وہ اس سے کیونکر بچ سکے گی؟ . . . . رمیش اُسکے روبرو ایک خوفناک شکل میں آئے گا - کملا کو خواب میں بھی ایسا خیال نہیں تھا

اتنے میں دروازے کے پاس اُمیش کھانستا ہوا آیا - کملا سے کوئی جواب نہ پاکر اُسنے آہستہ آہستہ پکارا "ماں" کملا دروازے کے پاس آئی - اُمیش نے سر کھجاتے ہوئے کہا "آج سدھو بابو وغیرہ نے لڑکی کی شادی میں کلکتہ سے تھیٹر کرنے والوں کو بلایا ہے"

کملا نے کہا "بہت اچھا! تو تھیٹر دیکھنے جانا"

اُمیش "کل صبح کو کون کون سے پھول درکار ہونگے؟"

کملا "مجھے نہیں - پھول کی ضرورت نہیں"

رمیش جس وقت جانے لگا۔ تو کملا نے اسے آواز دیکر کہا "رمیش تو چھپرہ جا رہا ہے مجھ سے یہ پانچ روپے لیتا جا!"

رمیش دنگ رہ گیا۔ چھپرہ کے ساتھ پانچ روپے کا کیا تعلق ہے یہ اسکی سمجھ میں نہ آیا۔ بولا "ماں! شہر سے کیا تمہارے لئے کچھ لانا ہے؟"

کملا: نہیں نہیں۔ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ اپنے پاس رکھ لے کسی وقت کام آئیں گے

حواس باختہ رمیش جب جانے لگا تو کملا نے پھر اسے آواز دی۔ "رمیش! تو یہی کپڑے پہن کر چھپرہ جائے گا۔ تو لوگ تجھے کیا کہیں گے؟"

لوگ رمیش کے کپڑوں کی نسبت تذکرہ کریں گے۔ اسکی اسے امید نہیں تھی۔ اسی وجہ سے اسنے کوئی خیال نہیں کیا۔ کملا کے سوال پر وہ صرف کسی قدر مسکرانے لگا

کملا نے اپنی ساڑھی کے دو جوڑے نکالے۔ اور رمیش کو دیکر کہا "اسے پہن لے" ساڑی کا چوڑا کنارہ دیکھ کر رمیش بہت خوش ہوا۔ اور کملا کے قدموں کو بوسہ دیکر اسکی طرف احسانمندانہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اسنے ہنسی کے روکنے کی بہت کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ رمیش کے جانے پر وہ اپنے آنسوؤں کو پونچھکر وہ کھڑکی کے پاس چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

شیل نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "بھابی کمل! مجھے اپنا خط دکھلائے گی؟"

کملا سے شیل کی کوئی بات پوشیدہ نہیں تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی وجہ سے شیل نے موقعہ دیکھ کر وہ خط دیکھنے کے لئے مانگا۔

کملا نے کہا "دیدی! او دیکھ لو۔ یہ کہکر اسنے بتا دیا۔ کہ میز پر خط پڑا ہے۔ شیل نے متحیر ہوکر سوچا! اف! اب تک اسکا غصہ نہیں گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ خط شیل نے تمام وکمال پڑھا۔ اگرچہ وہ خط محبت کے رس میں شرابور تھا۔ تاہم اسنے سوچا۔ اپنی بیوی کو لوگ ایسے خط لکھتے ہیں؟ یہ کیسا عجیب خط ہے۔ شیل نے پوچھا "اچھا سکھی! کیا تمہارے شوہر ناول لکھتے ہیں؟"

شوہر کا لفظ سنکر کملا کا دل اور جسم دونوں شرم سے بھرپور ہو گئے۔ بولی "نہیں جی

شیلا نے کہا "اچھا تم آج اپنے بنگلے میں ضرور جاؤ گی"
کملا نے اشارہ سے بتا دیا "کہ وہ جائے گی"
شیلا نے کہا۔ کہ میں شام تک تمہارے ساتھ رہ سکتی ہوں۔ مگر تم جانتی ہو
کہ آج نلنکش بابو کی بیوی آئے گی۔ بہتر ہے۔ کہ ماں تمہارے ساتھ جائیں!
کملا نے بیتابانہ انداز سے کہا! نہیں! نہیں! ماں کے جانے کی ضرورت نہیں
نوکر تو وہاں موجود ہی ہے۔ شیلا نے مذاقیہ لہجہ میں کہا۔ اور تمہاری سواری اشیش
بھی تو موجود ہے۔ . . . . پھر خوف کی کیا بات ہے؟"
اُما کہیں سے ایک پنسل اٹھا لائی تھی۔ اسی پر جہاں تہاں دیوار پر لکیریں کھینچ
رہی تھی۔ اور بچوں کی زبان میں کہہ رہی تھی کہ میں پڑھ رہی ہوں۔
شیلا نے اُسے زور سے کھینچ کر اپنی گود میں اٹھا لیا۔ کملا بولی! رہنے دو۔ مزے
مزے کی باتیں کر رہی ہے۔
کملا اپنے کمرے میں گئی۔ صندوق کھول کر سونے کا ایک کنگن نکالا۔ اور اُسے
کو دیا۔ کمسن لڑکی پا کر بہت خوش ہوئی۔ اور چین کر ماں کے پاس ناچتی کودتی ہوئی گئی
شیلا نے کہا۔ کملا! تم کیسی ناسمجھ ہو۔ ایسی قیمتی چیز بچی لڑکی کے لائق نہیں ہوتی ہے؟
کملا نے کہا۔ یہ کنگن میں نے اُما کو دے دیا ہے۔
شیلا نے کہا! "کملا! کیا تم پاگل ہو گئی ہو؟"
کملا نے کہا! نہیں! تم ہرگز سچ مچ مجھے واپس نہیں کر سکتیں۔ تمہیں میرے
سر کی قسم ہے۔ اسے تڑوا کر اُما کے لئے ہار بنوا دینا۔
شیلا بولی! تمہارے جیسی نادان لڑکی میں نے نہیں دیکھی
یہ کہہ کر اس نے کملا کو گلے سے لگا لیا۔ کملا نے کہا! دیدی یہاں تمہارے ساتھ بڑے سکھ میں تھی۔ آج
چلی۔ اس زندگی میں میں نے ایسا سکھ نہیں پایا۔ . . . یہ کہتے کملا کی آنکھوں سے
آنسو گرنے لگے۔
شیلا نے بھی اپنے آنسوؤں کو روک کر کہا "کملا! کیا تمہیں [illegible] تو

نہیں جاتی ۔ ۔ ۔ ۔ جو شکھ تجھے تھا ۔ وہ میں خوب جانتی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ اب تیری تمام تکلیفیں جاتی رہیں ۔ شکھ سے اپنے گھر میں راج کرے گی ۔ اور کہے گی کہ مصیبت سے نجات حاصل ہوئی ''

رخصت ہوتے وقت کملا سے شیل نے کہا ۔ کل دوپہر کو میں تیرے یہاں آؤں گی

کملا نے اس کے جواب میں ہاں یا نہیں کچھ نہیں کہا

بنگلہ میں جا کر کملا نے دیکھا ۔ امیش آ گیا ہے ۔ کملا نے کہا ۔ '' تو تو یہاں ہے ۔ تھیٹر دیکھنے نہیں جائے گا ''

امیش : ۔ نے کہا ۔ تم آج یہاں رہو گی ؟ میں ۔ ۔ ۔ ''

کملا : ۔ نہیں نہیں ! فکر کرنے کی ضرورت نہیں ۔ تو تھیٹر دیکھنے جا ۔ ۔ ۔ دیر نہ کر ''

امیش : ۔ ابھی تو تھیٹر شروع ہونے میں بہت دیر ہے ''

کملا : ۔ نہیں ! شادی کا گھر ہے ۔ خوب دھوم دھام ہو گی ۔ جانا ہے ۔ تو دیر نہ کر ! ''

اس کی بابت امیش کو حوصلہ دلانے کی ضرورت نہیں ۔ امیش کو جاتے دیکھ کر کملا نے کہا ! '' دیکھ ! چاچا جی کے آنے پر تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ''

اس قدر کہہ کر وہ پھر یہ نہ سوچ سکی ۔ کہ بات کو کس طرح ختم کروں ۔ امیش '' ہاں '' کہہ کر کھڑا رہا ۔ کملا نے تھوڑی دیر تک سوچ کر کہا ۔ خیال رکھنا ۔ چاچا جی تجھے بہت پیار کرتے ہیں ۔ تجھے جس وقت جس چیز کی ضرورت ہو گی ۔ میرا نام لینا میرا نام کہنا ۔ سنا

امیش نے اس نصیحت کا کوئی مطلب سمجھا ۔ صرف بہت اچھا '' کہہ کر چلا گیا ۔

دوپہر کو بشن نامی ایک نوکر نے پوچھا ! '' ماں جی ! کہاں جا رہی ہو '' ؟

کملا نے کہا ۔ گنگا سنان کرنے جا رہی ہوں ''

بشن نے کہا ! '' میں بھی ساتھ چلوں ؟ ''

کملا نے کہا ! نہیں تو گھر کی حفاظت کر ۔ یہ کہہ کر کملا اسے ایک روپیہ دے کر گنگا کی طرف چلی گئی

اُس کی نگاہوں میں سایہ کی طرح غائب ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اس وقت کسی اور رنگ میں ظہور پذیر ہوئی ... یکایک دم زدن میں ہیم نلنی کا دل شرم و حیا سے بھرپور ہو گیا جن تمام باتوں کی یاد نے زبردستی پھیلائی تھی۔ اور زبردستی اپنے تشنہ زور خیالات کو ہر چہار طرف سے ہٹا کر آزاد ہوئی تھی۔ وہ اسوقت انہیں میں غوطہ زن تھی۔ ذرا دیر بعد بولی! بابا! تمہاری طبیعت اس وقت کیسی ہے؟

طبیعت! آج کئی دنوں سے آنند چرن کے ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں تھے۔ وہ سب کچھ بھول گئے تھے ... بولے! ... میری طبیعت ... میری طبیعت تو اچھی ہے۔ تمہاری حالت دیکھ کر مجھے تمہاری فکر ہو رہی ہے۔ میں تو بوڑھا ہوا۔ میرے لئے فکر کی ضرورت نہیں" یہ کہکر وہ آہستہ آہستہ ہیم نلنی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

ہیم نلنی نے کہا! اچھا بابا! ماں جس وقت مری تھیں۔ اسوقت میں کتنی بڑی تھی" آنند چرن۔ تو اس وقت تین برس کی تھی۔ ذرا ذرا بولنے لگی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے تو نے مجھ سے پوچھا تھا "ماں کہاں ہے"؟ میں نے کہا تھا۔ تیری ماں اپنے بابا کے پاس گئی ہے۔ تیری پیدائش سے پیشتر ہی تیری ماں کے باپ کی موت ہوئی تھی۔ تو انہیں نہیں جانتی تھی۔ میری بات سُن کر سنجیدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

ہیم نلنی باپ کی یہ باتیں سُن کر بولی۔ بابا! مجھے کسی قدر ماں کی یاد ہے۔ خیال آتا ہے دوپہر کے وقت بستر پر لیٹ کر کتاب پڑھتی تھیں۔ اور مجھے اچھا نہ لگتا تھا۔ میں ان کے ہاتھ سے کتاب چھین لیا کرتی تھی

اس کے بعد پھر وہی باتیں چلنے لگیں۔ ماں کیسی تھی؟ کیا کرتی تھی؟ انہیں باتوں میں شام ہو گئی۔ ہر چہار طرف شور و شر تھا۔ اُس کے درمیان ایک گلی کے مکان کی چھت پر بوڑھا باپ اور لڑکی۔ دونوں مل کر شام کے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے تھے۔

اتنے میں زینہ پر جوگیندر کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ دونوں متحیر ہو کر چوکنے ہو گئے جوگیندر نے آ کر تیز نگاہوں سے دونوں پر نظر ڈال کر کہا۔ معلوم ہوتا ہے ہیم کی [illegible] آج کل

اسی چھت پر لگتی ہے۔

جوگیندر گھبرا اٹھا تھا۔ مکان میں ہر وقت وہ رنج و غم میں پڑا رہتا تھا۔ باہر جاتا۔ تو لوگوں کی طعنہ زنی ناقابل برداشت معلوم ہوتی جو ہیم نلنی کا تذکرہ کرتا۔ تو جواب دیتا، لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دینے کا انجام یہی ہوتا ہے ہیم سوچتی تھی۔ رمیش نے سب مجھے چھوڑ دیا ہے۔ تو میرا اول چھوڑ چھوڑ کر کے جانا ہی مناسب ہے۔۔۔۔۔ اسی لیئے وہ آج خوب ہمت کر کے اپنا دل سے کر بیٹھی تھی۔ ناول پڑھ کر کتنی لڑکیوں کی قسمت میں ناامیدی کا دکھ برداشت کرنے کا موقع آتا ہے۔

جوگیندر کے بکنے جھکنے سے آنند چرن نے جلدی جلدی ہو کر کہا" میں ہیم کیسا نخرہ باتیں کر رہا ہوں۔ اور اسی لیئے اُسے یہاں چھت پر لایا ہوں"۔

جوگیندر نے کہا۔ کیوں؟ چائے کے میز پر کیا باتیں نہیں ہوتیں۔ بابا! خبر نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہیم نلنی کو کب تک اس طرح بیمار رکھو گے۔

ہیم نلنی نے چونک کر کہا۔ بابا! کیا تم نے اب تک چائے نہیں پی؟"

جوگیندر۔ چائے تو شاعر کا خیال نہیں۔ کہ شام کے وقت غروب آفتاب کی روشنی سے گھر کی چھت کے کونے میں بیٹھنے سے چائے کا پیالہ نہیں آجائیگا۔ یہ باتیں بھی کیا نئے انداز سے کہنی پڑیں گی؟"

آنند چرن نے ہیم نلنی کا شرم دور کرنے کے لیئے جلدی جلدی کہا۔۔۔۔" میں آج چائے نہیں پیوں گا"۔

جوگیندر۔ کیوں بابا؟ کیا تم سب کے سب تپسوی ہو جاؤ گے؟ پھر میری کیا حالت ہوگی

آنند چرن: نہیں تپسیا کی بات نہیں۔ کل رات کو مجھے اچھی طرح نیند نہیں آئی اس لیئے دیکھتا ہوں۔ کہ آج اگر چائے نہ پیوں۔ تو کیسی طبیعت رہتی ہے۔

جوگیندر نیچے آگیا۔ رفتہ رفتہ آنند چرن اور ہیم نلنی بھی آئے۔ آگے نیچے بیٹھا سب چائے پینے لگے۔

جوگیندر نے ہیم نلنی سے کہا ہیم" جو ہونا تھا۔ ہو گیا۔ اُس کا تذکرہ میں ضرور بھی کیا

اپنے دل کے مطابق کہتی جیسی پاتی ہیں ۔ ۔ ۔ جو سچی ہے ۔ دل کو اسی کے مطابق بنانا پڑتا ہے
نسیم نلنی نے کہا ! واہ واہ ! تم بہت اس قدر تلخ آمیز گفتگو کیوں کرتے ہو ؟ میں نے تو
پسند ناپسند کے بارے میں کوئی بات بھی زبان سے نہیں نکالی

جوگیندر ۔ ہاں ۔ تم نے نہیں کہا ۔ تاہم میں تو دیکھ رہا ہوں ۔ ۔ ۔ تم اپنے خیر خواہ اشخاص پر
ہمیشہ اظہار ناراضگی کرتی ہو ۔ ۔ ۔ جس شخص نے تمہیں شکست دی ہے یہ کہ وہ تم پر فدا تھا ۔ اسا تو ریا
ہے ۔ میں اسے پیار کرتا ہوں ۔ تمہیں تسلی کرنے کے لئے میں اپنی جان تک اسے قربان کر سکتا
ہوں ۔ اگر تم ایسا شوہر چاہتی ہو تو ایسے شخص کی تلاش کرنی پڑے گی ۔ اور اگر شاعرانہ
خیالات کی دلدادہ ہو ۔ تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نسیم نلنی اٹھ کر کھڑی ہو گئی ۔ بولی ! بس بہت ہو چکیں باتیں ۔ بند کرو بابا مجھ سے
جو کہیں گے بابا جس سے شادی کرنے کی رائے دیں گے ۔ میں اس سے کر لوں گی ۔ اگر انکار
کروں ۔ اس وقت تم شاعری کی بات کرنا ۔

جوگیندر نے نرم ہو کر کہا ۔ بہن ! ناراض نہ ہونا ۔ میری طبیعت سخت پریشان ہے ۔ دماغ
بگڑ گیا ہے ۔ اسی وجہ سے جو منہ میں آتا ہے ۔ کہہ دیتا ہوں ۔ میں کیا تمہیں سمجھتا نہیں یا
جانتا ۔ کیا میں نہیں جانتا ۔ کہ تم نہایت حیادار لڑکی ہو ۔ اور بابا سے تم کتنی محبت کرتی ہو

یہ کہہ کر جوگیندر آنند چرن کے کمرے میں چلا گیا ۔ آنند چرن دیکھ رہے تھے کہ جوگیندر
اپنی بہن کو خوب کھری کھری سنا رہا ہے ۔ وہ اس کے کمرے میں آنا ہی چاہتے تھے کہ
اتنے میں جوگیندر وہاں پہنچ گیا ۔ اور بولا ! بابا میں نے نسیم کو شادی کرنے پر راضی کر لیا ہے
اب اس وقت تم اس سے کہو کہ وہ انل سے شادی کرے ۔

آنند چرن نے کہا ۔ یہ مجھے کہنا ہوگا ؟

جوگیندر ۔ تم نہ کہو گے ۔ تو پھر وہ کس کی سنے گی ؟ اچھا ! اگر تم اپنے منہ سے کہنے میں
تامل کرتے ہو ۔ تو مجھے اجازت دو ۔ کہ میں تمہارے خیالات کا اظہار کروں ۔

آنند چرن نے کہا ۔ نہیں ! نہیں ! میں خود ہی کہہ دوں گا ۔ جوگیندر نے اصرار کیا ۔ کہ
اسی وقت نسیم نلنی کے کمرے میں چلنا چاہئیے ۔

انھی نے نلنی کانت کے متعلق جو کچھ کہا ۔ وہ یہ کہ: ۔ نلنی کانت کے باپ راج بلبھ فرید پور کے چھوٹے موٹے زمیندار تھے۔ تیس سال کی عمر میں جب برہم سماج میں داخل ہوئے ۔ اُن کا لڑکا نلنی کانت وحدت کی اشاعت میں خوب حصہ لیتا ہے۔ مذہب دوست ہوتا رہتا ہے ۔ وہ سرکاری ڈاکٹر ہے ۔ اور نہایت خوش اطوار، خوش اخلاق ۔ اور خوش مزاج ہے۔ سننے میں آیا ہے راج بلبھ ایک بدھوا سے شادی کر کے بیراگی ہو گئے۔ کوئی انہیں منع نہ کر سکا۔ راج بلبھ نے کہا "میری موجودہ بیوی فی الحقیقت میری بیوی ہے۔ دنیا کی ساتھی نہیں جس کے ساتھ وحدت مت ہو ۔ اور دل سے موافقت نہیں ۔ اسے بیوی کی حیثیت سے قبول کرنا سراسر بے ایمانی ہے۔" یہ کہہ کر راج بلبھ نے عوام کی نفرت اور حقارت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس بیوہ سے شادی کر لی۔

اس کے بعد نلنی کانت کی ماں گھر چھوڑ کر کاشی جا کر آباد ہو گئیں ۔ اس وقت نلنی کانت رنگ پور میں ڈاکٹر تھے ۔ وہاں سے آ کر انہوں نے کہا "ماں! اب میں بھی تمہارے ساتھ بنارس میں رہوں گا۔"

ماں نے روتے روتے کہا "بیٹا! میرے ساتھ جا کر تو بے فائدہ تکلیف ہی اٹھاتے رہو گے؟"

نلنی کانت نے کہا "نہیں ماں! اب میں ضرور چلوں گا ۔" ماں کو تسلی دینے کے لیے انہوں نے ساتھ چلنے کا وعدہ کیا ۔ کاشی آ کر ماں نے کہا "بیٹا! کیا تجھ کو گھر نہیں اچھا لگے گا؟"

نلنی کانت نے جواب دیا "بیٹے کو گھر کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

ماں نے سوچا نلنی کانت نے سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ وہ اگر میں بھی نہ رہی تو بیٹا میرے لئے سب کچھ چھوڑ کر سنیاسی ہو جائے گا۔ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ تب ہی جہاں خواہش ہو۔ شادی کر لیں رشتہ اندازہ نہیں ہو گی۔"

نلنی کانت نے دو ایک دن سوچ کر کہا "تم جیسی ہو ویسی ہی ایک ڈھونڈ کر تمہاری خدمت کے لیے سپرد کر دوں گا۔"

اس کے بعد پھر بنگال میں نلنی کانت لڑکی تلاش کرنے کے لیے چلے آئے تھے۔ اب بعض یہ کہتے ہیں کہ پوشیدہ طور پر انھوں نے کسی بے کس اور بے بس لڑکی سے شادی

جوگیندر:- ڈاکٹر نلنی کانت کا"

آنند چرن:- نلنی کانت!

جوگیندر:- اُن کی تقریر نہایت موثر اور زوردار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی زندگی بھی نہایت پاکیزہ ہے۔ سُن کر تعجب ہوتا ہے۔ ایسا زبردست تیاگ! ایسا استقلال چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی ایسے لوگ نہیں ملیں گے۔

ہیم نے اصرار کے ساتھ کہا۔ بابا چلو نہ! اُن کی تقریر سن آئیں۔

ہیم نلنی کا یہ جوش دیکھ کر آنند چرن کو یقین نہ آیا۔ تاہم وہ دل ہی دل میں کسی قدر خوش ہوئے۔ انہوں نے سوچا! ہیم اگر زور دینے پر بھی اس قسم کے لکچر وغیرہ میں آیا جایا کرے۔ تو بہت جلد اسکی طبیعت ٹھکانے آجائے گی۔ انہوں نے کہا۔ جوگیندر! بہتر ہے کل ہم لوگ ضرور لکچر میں چلیں گے۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ نلنی کانت کے متعلق تم کیا جانتے ہو مختلف لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں۔

جوگیندر نے کہا۔ دنیا خواہ نلنی کانت کے بارہ میں کچھ ہی کہے۔ مگر میں تو یہی کہوں گا کہ نلنی کانت نہایت ہی ایثار نفس شخص ہے۔ ملک کی خدمت کے لئے بیچاروں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ کاشی میں رہتے ہیں میں تو انہیں اچھا ہی سمجھتا ہوں۔ ہیم! تمہاری کیا رائے ہے؟

ہیم نلنی نے کہا۔ میں بھی تو یہی کہتی ہوں۔"

جوگیندر نے کہا۔ ہیم کی رائے بھی اُن کے متعلق اچھی ہے۔ یہ میں پہلے سے ہی جانتا تھا۔

آنند چرن نے ہیم نلنی کے چہرے پر محبت آمیز نگاہوں سے نظر ڈالی۔ ہیم نلنی کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا

(۱۴)

لکچر کے خاتمہ پر آنند چرن ہیم نلنی کو لے کر جب مکان واپس آئے۔ اس وقت شام نہیں ہوئی تھی۔ چائے پیتے وقت آنند چرن نے کہا۔ آج طبیعت باغ باغ ہو گئی

میں محو ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اس تصور کو سوائے سنیاسی کے ہم جیسے لوگ توڑنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ جب تقریر ہو رہی تھی کیا تم نے اس وقت ہیم کے چہرے پر غور نہیں کیا تھا؟

جوگیندر ۔ دیکھا تھا ۔ اس پر ایک خاص اثر پڑ رہا تھا مگر تقریر پسند ہونے پر کیا وہ تمہارے ساتھ شادی کرنے پر تیار ہو جائے گی ۔ اسکے کوئی آثار نظر نہیں آتے

اکشے : یہی تقریر کیا ہم لوگوں میں سے کسی کے منہ سے اچھی معلوم ہوتی ہے ۔ جوگیندر ! تم نہیں جانتے تپسویوں پر لڑکیوں کا خاص عقیدہ ہوتا ہے ۔ وہ بہت جلد کھنچتی ہیں ۔ سنیاسی کے لئے اما نے تپسیا کی تھی ۔ کالی داس اسے نظم میں لکھ گئے ہیں ۔ ۔ ۔ میں تم سے پھر بھی کہتا ہوں کہ اگر کوئی لڑکا اس کے مقابلہ میں ظاہر کروگے ۔ تو ہیم نلنی رمیش کے ساتھ اسکی مشابہت کریگی ۔ ۔ ۔ اور اس مشابہت میں کوئی نہیں ٹھہر سکے گا ۔ نلنی کانت معمولی شخص نہیں ہے اس لیئے ان کے ساتھ مشابہت کا خیال نہیں آئیگا ۔ اگر کوئی اور لڑکا تجویز کیا ۔ تو اس میں طرح طرح کی خرابیاں نکلیں گی ۔ اگر تم کسی طرح نلنی کانت کو یہاں لا سکو ۔ تو ہیم نلنی کے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہیگا ۔ ۔ ۔ ۔ اور تمام باتیں ٹھیک ہو جائیں گی ۔

جوگیندر ۔ لڑکا مجھے پسند نہیں آیا ۔

اکشے : یہی جوگیندر ! تم ضد میں کہیں تمام بنا بنایا کام نہ بگاڑ دینا ۔ تمام باتیں ایک جگہ نہیں پائی جاتیں ۔ جس طرح ہو رمیش کا خیال ہیم نلنی کے دل سے دور کرنا چاہیئے ۔ اگر پہلے شادی ہو سکے پھر سب کام کروگے ۔ تو سب ٹھیک ہو جائیگا ۔

جوگیندر : نلنی کانت جیسے شخص کے ساتھ شادی کرانے کو طبیعت نہیں چاہتی ۔

اکشے نے جوگیندر کو تمام نشیب و فراز سمجھا کے اس بارہ میں بابو آنندچرن سے بھی بات چیت کی ۔ یہ طے پایا ۔ کہ نلنی کانت بلائے جائیں

(۴۳)

پہلے جب بابو آنندچرن کی طبیعت اچھی تھی اس وقت وہ انگریزی اور دیسی کتنی ہی دوائیں استعمال کرتے تھے ۔ اب ان کی طبیعت دواؤں سے کسی قدر متنفر سی ہو گئی تھی ۔ وہ

دونوں کا تذکرہ بھی کبھی نہ کرتے تھے بلکہ چھپانے کی کوشش میں رہتے تھے۔

آج جس وقت آرام کرسی پر بیٹھے سو رہے تھے۔ اس وقت نیند میں پاؤں کی آواز سن کر ہیم نلنی سلائی کا کام لے کر جوگیندر سے بات چیت کرنے کے لئے وہاں جا کر اس نے دیکھا۔ کہ جوگیندر کے ساتھ نلنی کانت بھی ہے۔ وہ جلدی جلدی دوسرے کمرے میں جانے کی کوشش کرنے لگی۔ اتنے میں جوگیندر نے آواز دی "ہیم! نلنی کانت بابو آئے ہیں۔ آؤ! ان سے تمہاری ملاقات کرا دوں۔"

ہیم چونک کر کھڑی ہو گئی۔ اور نلنی کانت کے پاس آ کر ان کے چہرے پر نظر ڈالے بغیر نمسکار کیا۔ آنند چرن نے بیدار ہو کر پکارا "ہیم! ہیم!" ہیم ان کے پاس آ کر آہستہ سے بولی! ...
... "نلنی کانت بابو آئے ہیں"

جوگیندر کے ساتھ نلنی کانت گھر میں داخل ہوئے۔ آنند چرن نے انکسارانہ انداز سے کہا "آج میری بڑی خوش قسمتی ہے" ... آپ نے غریب خانہ پر کرم فرمایا۔ ہیم! بیٹی! کہاں جاتی ہو؟ آؤ بیٹھو! ... نلنی کانت بابو! یہ میری بیٹی ہیم ہے۔ ہم دونوں اس دن آپ کے لکچر میں گئے تھے۔ سن کر طبیعت بے حد محظوظ ہوئی۔ آپ نے جو یہ کہا تھا "ہم نے جو پایا ہے۔ وہ کسی وقت نہیں کھو سکتے۔ جو فی الحقیقت نہیں پا سکتے۔ وہی کھویا جاتا ہے" یہ بالکل سچی بات ہے۔ ... بیٹی ہیم! کیا کہتی ہو؟ واقعی کس چیز کو ہم نے لینا پایا ہے اور کیا نہیں۔ اصلی آزمائش اس وقت ہوتی ہے۔ جب وہ ہمارے ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔ نلنی کانت بابو! آپ سے میری ایک درخواست ہے۔ اگر کبھی کبھی آپ تکلیف فرما کر مجھ سے بات چیت کر جایا کریں۔ تو مجھ پر بڑا احسان ہو۔ میں کہیں بھی نہیں جاتا۔ آپ جس وقت تشریف لائیں گے۔ میں اور میری لڑکی ہیم دونوں یہیں ملیں گے"

نلنی کانت نے شرمسار ہو کر ہیم نلنی کے چہرے پر ایک بار نظر ڈال کر کہا "میں مجلس میں بڑی بڑی باتیں کہہ آیا ہوں۔ اسلئے آپ مجھے خشک اور سنجیدہ شخص نہ سمجھئے گا۔ اس دن لڑکوں نے بہت مجبور کیا تھا۔ اسی وجہ سے مجھے تقریر کرنی پڑی ورنہ کسی کا اصرار رد نہیں

کر سکتا۔ ایشور نے مجھے یہ طاقت نہیں دی۔ مگر میں نے ایسی تقریر کی ہے۔ کہ کیا کہوں؟ لڑکے عام طور پر کہتے ہیں۔ کہ میری تقریر بارہ آنہ تو ان کی سمجھ میں ہی نہیں آتی۔۔۔
۔۔۔ جوگیندر بابو! آپ بھی تو اُس دن مو جود تھے۔ آپ کو گھڑی کی طرف بار بار دیکھتے ہوئے میرا دل مطمئن نہیں ہوا تھا۔ یہ نہ سمجھیے گا۔

جوگیندر:۔ یہ میں نے اچھی طرح نہیں سمجھا۔ یہ میری عقل کا قصور ہے۔ اسلیئے آپ کچھ ملال نہ کیجیئگا

آنند چرن نے کہا۔ اب یہ باتیں جانے دو۔ یہ کہہ کر انہوں نے نلنی کانت سے کہا۔

نلنی بابو! میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ قدرت نے آپ کو دنیا میں کام کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اسلیئے آپ اپنی جسمانی حالت پر بھی توجہ دیجیے۔ میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھیئے گا جو اصلی چیز ہے۔ اس کی حفاظت ہمیشہ ضروری ہے

نلنی کانت:۔ اگر آپ کو میری نسبت اچھی طرح جاننے کا موقعہ حاصل ہو۔ میں دنیا میں بھکشو کی حیثیت میں آیا ہوں۔ اس جسم کی طرف میری اتنی توجہ نہیں جو شخص بنانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اسے بگاڑنے کا بھی استحقاق نہیں۔

آنند چرن:۔ درست ہے۔

اتنے میں جوگیندر نے کہا۔ آپ بیٹھیے میں چلتا ہوں۔ ایک ضروری کام ہے

نلنی کانت:۔ میں بھی چلتا ہوں۔ تھوڑی دور تک آپ کا ساتھ رہے گا۔

جوگیندر:۔ نہیں نہیں! آپ بیٹھیے۔ میری طرف نہ دیکھیے۔ میں کہیں بھی چپ چاپ نہیں بیٹھ سکتا۔

جوگیندر کے چلے جانے پر آنند چرن نے پوچھا۔ نلنی بابو! آپ یہاں رہتے کہاں ہیں؟

نلنی کانت نے جواب دیا۔ جوگیندر بابو کو میرے ساتھ بہت ربط ضبط ہے۔ انہوں نے پاس ہی ایک مکان لے دیا ہے۔ آنند چرن یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ مگر ہیم نلنی کے چہرہ کا رنگ تھوڑی دیر کے لیئے تکلیف سے تبدیل ہو گیا۔ اس پاس والے مکان میں رمیش کی سکونت تھی۔

(۴۳)

مکان کو خوفناک بنائے دے رہے ہو۔ مجھ جیسے شخص کا اب یہاں گذر نہیں۔

پہلے اگر ایسی بات ہوتی۔ تو جوگیندر کی ان باتوں پر ہیم نلنی بہت کشیدگی کا اظہار کرتی . . . . اس وقت آنند چرن جوگیندر کی باتوں سے ہو کر ناراض ہو جاتے تھے مگر ہیم نلنی، نلنی کانت کے ساتھ تنہا ہوتی تھی۔ اس وقت وہ ایک تذبذب سے خالی ہو کر کہ دنیا میں خوب ملے لگا رہتی تھی۔ لوگ دیکھ دیکھ کر آپس میں اور مضحکہ اڑاتے تھے۔ یہ بھی پوشیدہ نہیں تھا۔ مگر نلنی کانت سے عقیدت و احترام دیکھ کر تمام لوگ انگشت بدندان تھے۔ اور اسی وجہ سے منہ پر تو کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

ایک دن ہیم نلنی صبح کے وقت نہانے دھونے کے بعد کنگھی پٹی سے فارغ ہو کر اپنے کمرے کی کھڑکی میں چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسی وقت یکایک بابو آنند چرن نلنی کانت کو لے کر وہاں آموجود ہوئے۔ اس وقت ہیم نلنی کا دل فرط مسرت سے جھوم رہا تھا۔ گشت فوراً سربسجود ہو کر نلنی کانت کو پرنام کیا۔ اور ان کے پیروں کی دھول سر پر چڑھائی۔ نلنی کانت چونک اٹھے۔ آنند چرن نے کہا ان باتوں کی ضرورت نہیں ہم اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔

اس سے پہلے اور کبھی نلنی کانت اتنے سویرے نہیں آئے تھے۔ اسی وجہ سے ہیم نلنی نے ان کے چہرے پر بیتابانہ نگاہیں ڈالیں۔ نلنی کانت نے کہا۔ بنارس سے آج ماں کا خط آیا ہے۔ ان کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اس وجہ سے میں آج شام کو بنارس جاؤنگا شام تک ہی مجھے تمام کام سے فارغ ہونا ہے۔ اسی خیال سے میں آپ سے مل کر رخصت ہونے آیا ہوں۔

آنند چرن نے کہا اب کیا کہوں آپکی ماں بیمار ہے۔ ایشور کرے وہ جلد ہی اچھی ہو جائیں۔ لیکن آپ کی صحبت سے مجھے جو فیض پہنچا ہے۔ اس کا معاوضہ میں کبھی نہیں کر سکونگا۔

نلنی کانت نے کہا۔ یہ تو آپ کا حسن اخلاق ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے۔ کہ مجھے آپکی صحبت سے جو لطف حاصل ہوا ہے۔ وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔ ہمسایہ کے ساتھ [illegible]

نوکاڈوبی

آنکھے نے جواب دیا۔ کیا میں روزانہ منہ دکھلانے کے قابل ہوں؟

ہیم نلنی نے ہنس کر کہا۔ اگر یہ قابلیت نہ بھی ہو۔ تو کیا آپ دیکھنا سننا بند کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ تب تو مجھے بھی کسی علیحدہ اور تنہا جگہ کا سہارا لینا پڑے گا۔

جوگیندر۔ آنکھے نے سوچا تھا۔ تنہائی میں خوشامد سے وہ شانتی حاصل کرے گا۔ مگر ہیم نے ایسے انداز سے بات کا جواب دیا۔ کہ آنکھے کے دانت کھٹے ہو گئے۔ مگر اس معاملہ میں مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔ ہم جیسے معمولی اشخاص ہی روز دیکھنے سننے کے قابل ہیں۔ اور جو غیر معمولی ہیں۔ ان لوگوں کا کبھی دیکھنا اچھا ہے۔ ان میں طاقت برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے تو وہ جنگلوں … پہاڑوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اگر وہ ہم میں آئیں تو آنکھے اور جوگیندر … [illegible]

[illegible] کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ … پیالے لا کر رکھ دیئے۔ جوگیندر نے پوچھا۔ ہیم معلوم ہوتا ہے۔ تم چائے نہ پیو گی؟

ہیم نلنی جانتی تھی۔ کہ جوگیندر … بات سننی پڑے گی۔ … انداز سے بولی۔ نہیں! میں نے چائے چھوڑ دی ہے۔

جوگیندر۔ معلوم ہوتا ہے۔ ریاضت کا آغاز ہو گیا۔ چائے کے نشہ … شاید روح کی طاقت زیادہ نہیں۔ جو کچھ ہے۔ سب بزرگوں ہی … کیسی مصیبت کا سامنا ہو گیا؟ ہیم! وہ سب سہنے دو۔ ایک پیالہ چائے پینے سے اگر تمہارا یوگ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو جانے دو۔ اس دنیا میں بہت پائیدار چیز بھی نہیں ٹھہرتی۔ ایسے نازک حالات میں چار آدمیوں میں گذر مشکل ہے۔

یہ کہکر جوگیندر نے خود ہی ایک پیالہ چائے تیار کی۔ اور ہیم نلنی کو دی۔ ہیم نلنی نے آج تک … نہیں۔ آنند چرن سے بولی! بابا! آج تم نے صرف چائے ہی پی ہے۔ اور کچھ نہ کھاؤ گے؟

آنند چرن کی آواز اور ہاتھ دونوں کانپ اٹھے۔ بولے! بیٹی! میں سچ کہتا ہوں

تھا لیکن تمام دن وہ اسی غور و خوض میں پڑی رہی۔ اُس کے دل پر جیسے ایک بوجھ تھا۔ عہدِ گذشتہ کی یاد نے اس پر اور ایک بوجھ رکھ دیا۔ پھر اُس کا دل کمزور ہو کر تڑپنے لگا۔ اسی وجہ سے جب اُس نے بنارس جانے کا ذکر سنا۔ تو بیتابانہ انداز سے کہا "بابا! یہی ٹھیک ہے جلدی کرو۔"

دوسرے دن تیاریوں میں مصروف دیکھ کر جوگیندر نے کہا "... بات کیا ہے؟"

آنند چرن نے کہا "ہم لوگ پچھم جاتے ہیں۔"

جوگیندر نے کہا "پچھم؟ کہاں؟"

آنند چرن نے کہا "گھوم پھر کر کوئی ایک مقام پسند کریں گے۔" ... وہ کاشی جا رہے ہیں یہ بات جوگیندر سے کہتے ہوئے انہوں نے ایک جھجک سی محسوس کی۔

جوگیندر نے کہا "میں تم لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکوں گا کیونکہ میں نے ہیڈ ماسٹری کے لئے درخواست بھیج دی ہے۔ جس کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔"

(۴۵)

رمیش دوسرے دن صبح ہی الہ آباد سے غازی پور آ گیا۔ اُس وقت راستہ میں بہت لوگ نہیں تھے۔ راستہ کے کناروں کے درخت سردی سے کانپ رہے تھے۔ محلہ کی جھونپڑیوں پر اس وقت بھی کہر کی چادر بچھی ہوئی تھی۔ اور ہر شے خاموش نظر آتی تھی۔ اس سنسان راستہ میں گاڑی پر بیٹھا ہوا رمیش ایک اوورکوٹ پہنے طرح طرح کے خیالات میں محو تھا۔ اُس کا دل جیسے مضطرب ہو رہا تھا۔ بنگلہ کے پاس گاڑی ٹھہرا کر رمیش اُترا۔ سوچا! گاڑی کی آواز تو کملا نے سُنی ہے۔ ضرور ہی وہ باہر برآمدہ میں آ گئی ہوگی۔ اپنے ہاتھ سے کملا کے گلے میں پہنانے کے لئے الہ آباد سے ایک نہایت خوبصورت ہار الہ آباد سے لایا تھا۔ اوورکوٹ کے جیب سے رمیش نے اُسے ٹٹولا۔ [illegible] ٹوٹ رہا تھا۔

بنگلہ میں آ کر رمیش نے دیکھا۔ اُس کا نوکر بشن برآمدے میں سویا ہوا ہے۔ مکان کا [illegible] دروازہ بند ہے۔ مایوس ہو کر رمیش چونک اٹھا۔ دروازہ پر رمیش بولا "بشن!" سوچنے لگا۔ کہ شاید اس آواز سے کملا کی نیند ہی ٹوٹ گئی۔ مگر یہ حسرت ہی رہ گئی۔ اُسی سے اُس کے دل [illegible]

آئی۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔

تلاش کرتے کرتے اُمیش کو بہت دور پر ایک سفید چیز نظر آئی۔ اُس نے فوراً پاس آ کر دیکھا پانی میں کنارے کی طرف ایک گچھا چابیوں کا رومال میں بندھا ہوا پڑا ہے۔ کہیوں۔ وہ کیا ہے؟ یہ کہتا ہوا رمیش بھی پاس آیا۔ دیکھا! یہ چابیوں کا گچھا کملا کا ہی ہے۔

جہاں چابی پڑی ہوئی تھی۔ وہاں ریت میں ملی ہوئی بہت سی مٹی پڑی ہوئی تھی۔ اُسی مٹی پر دو تین چھوٹے چھوٹے پاؤں کے نشانات بھی تھے۔ تھوڑے فاصلے سے پانی میں کوئی چیز چمک رہی تھی امیش کی نظر اُس پر نہیں ٹھہر سکی ... وہ اُسے فوراً اُٹھا کر دیکھنے لگا۔ وہ ٹوٹا ہوا ایک چھوٹا سا بالا تھا ... اور رمیش نے کملا کو بطور تحفہ نذر کیا تھا۔

اس قسم کے جب کئی نشانات گنگا کے آس پاس پانی اور پانی کے قریب ملے۔ تو امیش سے نہ رہا گیا۔ وہ ماں ماں چلاتا ہوا پانی میں کود پڑا۔ وہاں پانی بہت نہیں تھا۔ امیش بار بار پاگلوں کی طرح غوطے کھانے لگا۔ پانی گندہ تھا۔

رمیش بے حواس شخص کی طرح کھڑا رہا۔ بپن نے کہا۔ امیش تو کیا کر رہا ہے۔ آ۔ امیش منہ سے پانی نکالتے نکالتے کہنے لگا۔ میں نہیں آؤں گا۔ ماں! تم مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکو گی بپن خائف ہو گیا۔ مگر امیش پانی کی مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ اس کے لیے پانی میں خود کشی کرنا بہت مشکل تھا۔ وہ ہاتھ پاؤں پٹکتے ہوئے باہر آیا۔ اور ریت کے ڈھیر پر لوٹتے لوٹتے چلانے لگا بپن نے خاموش رمیش کو جھنجھوڑ کر کہا۔ رمیش بابو! چلئے! یہاں کھڑے کھڑے کیا کریں گے پولیس کو خبر دینی چاہیئے۔ وہ لوگ سب پتہ لگا لیں گے۔

شیلجا کے مکان میں اُس دن چولہا تک نہیں جلا۔ سب تمام دن روتے پیٹتے رہے کشتی پر سوار ہو کر بہت دور تک اِدھر اُدھر تلاش کرتے رہے۔ پولیس ہر چہار طرف تفتیش میں مصروف تھی۔ سٹیشن پر جا کر پتہ لگایا گیا۔ معلوم ہوا۔ کوئی بنگالی عورت کل رات کو سوار نہیں ہوئی۔ اسی دن تیسرے پہر چکرورتی مہاشے بھی آ گئے۔ سب حالات سننے پر اُنہیں ذرا بھی شک نہ رہا۔ فوراً سمجھ گئے۔ کہ کملا ندی میں ڈوب مری ہے۔

بھیمیا نے کہا۔ اِسی وجہ سے کل رات کو آ: بلا وجہ روتی چلاتی تھی۔ اچھی طرح جھاڑ پھونک

کر آؤ۔

رمیش کا دل جیسے خشک ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسوؤں کا نام نہیں تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے سوچنے لگا... ایک دن یہ لڑکی گنگا میں ڈوب کر مجھ سے ملی تھی۔ اور یہ جگہ سے پھولوں کی طرح آج اسی گنگا میں بہہ گئی۔

جب سورج غروب ہوا۔ اس وقت رمیش جیسے ابھی اٹھا کے تنہا ... جیسے اپنا کچھ چھپا ہوا تھا... تب جا کے کھڑا ہو کر وہ اُن پاؤں کے نشانات کو جو وہ چھوڑ گئی تھی... اس کے بعد کنارے پر جوتا اتار کر رکھا ہوا تھا، وہ پڑا رہا اور تھوڑی دیر بعد پانی تک گیا۔ اور پانی میں سے وہی اٹھایا۔ نکال کر دور پانی میں پھینک دیا۔

رمیش سب طرف ہی دیکھ کر باہر چلا آیا۔ پکڑنے کی بات سے ہر چند یہ اٹکا رہا۔ کہ کچھ نہ معلوم ہو سکا۔

(۴۶)

اب رمیش کے لیے دنیا میں کوئی کام نہیں باقی رہا تھا جس کے لیے اس زندگی میں وہ اب کوئی کام نہیں کرے گا۔ اور کہیں نہ ٹھہرے گا۔ جب ہیم نلنی کا خیال آتا تو دل میں ایک بار ضرور آیا ہو یہ بات نہیں تھی۔ مگر یہ خیال اتنا برا تھا کہ دور کر دیا۔ وہ دل ہی دل میں یہ کہتا تھا۔ میری زندگی میں جو واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اور جن سے یہ زندگی کی قسمت کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اسے مجھے مدت مدید تک کے لیے دنیا اور دنیا کے فرائض کے ناقابل بنا دیا ہے۔ بجلی نے مار کے جس درخت کے نیچے پناہ گزین ہونے کی کیا ہوس خواہش کرے گا۔

رمیش سفر کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ کہیں بھی ایک مدت زیادہ نہیں ٹھہرا۔ اس نے کشتی پر سوار ہو کر کاشی گھاٹ کی رونق دیکھی۔ دہلی کے قطب مینار پر چڑھا۔ آگرہ پہنچ کر چاندنی رات میں تاج محل کے پر لطف مناظر دیکھے۔ امرتسر پہنچ کر گورودوارے کا درشن کیا۔ راجپوتانہ میں گھومتے پھرتے آبو پربت کا مندر دیکھا۔ اس طرح وہ بہت عرصہ تک سیر و تفریح میں جی بہلاتا رہا۔ کہیں جم کر نہیں ٹھہرا۔

بالآخر اس سفر سے بھی جی اکتا گیا۔ ویران مکان کی طرح دل اور اس کے نا گفتہ بہ جیتے

سنسان معلوم ہونے لگے۔ اس کے دل میں رہ رہ کر گھر کی یاد۔ کملا کی یاد اور واقعات کی یاد چوٹ پہنچانے لگی۔ آخرکار ایک دن یکایک اس کے سفر کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ایک گہرا سانس لے کر کلکتہ کا ٹکٹ لیا۔ گاڑی پر سوار ہوا۔

کلکتہ پہنچ کر رمیش اپنی کولو ٹولہ کی گلی کے اندر یکایک داخل نہ ہوسکا۔ وہاں جا کر وہ کیا دیکھے گا کیا سنے گا؟ اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ دل میں تو ایک خیال بار بار آتا تھا کہ وہاں ایک زبردست تبدیلی ظہور پذیر ہوئی ہے۔ ایک دن تو وہ اس گلی کے ناکے تک جا کر واپس آیا۔ دوسرے دن شام کے وقت رمیش اپنے آپ پر بہت زور دے کر اس مکان کے دروازے تک جا گیا۔ دیکھا مکان کا دروازہ بند ہے۔ دروازے کھڑکیاں بند ہیں۔ اندر کوئی ہے۔ اس کا کوئی پتہ نہیں۔ نوکر ہی شاید مجھے پہچان بھی سکے۔ اگر کوئی ہو۔ اس خیال سے رمیش نے اسے آواز دے کر کئی بار دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہمسایہ کے چندرموہن اپنے مکان سے باہر بیٹھے تمباکو کا کش لے رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ "او ہو! رمیش بابو ہیں۔ آ گئے تو ہیں۔ آنند بیران وغیرہ تو آج کل یہاں نہیں ہیں۔"

رمیش: "وہ لوگ کہاں گئے ہیں؟ آپ جانتے ہیں؟"

چندرموہن: "یہ تو معلوم نہیں پچھم کی طرف گئے ہیں۔ اسی قدر جانتا ہوں۔"

رمیش: "ساتھ کون کون گیا ہے؟"

چندرموہن: "آنند بیران اور ان کی لڑکی"

رمیش: "ٹھیک معلوم ہے کہ ان کے ساتھ اور کوئی نہیں گیا"

چندر: "ہاں! اس میں شک ہی کیا ہے جاتے وقت مجھ سے مل کر گئے ہیں۔"

اس وقت رمیش نے یکایک سنبھل کر کہا "میں نے افواہاً سنا ہے کہ نلین بابو نامی ایک صاحب بھی ان کے ساتھ گئے ہیں؟"

چندر: "غلط ہے۔ نلین بابو آپ کے اسی مکان میں بہت دنوں تک رہے۔ ان لوگوں کے جانے سے دو چار دن پیشتر بنارس چلے گئے۔" اس وقت رمیش نے چندرموہن سے نلنی کانت کے متعلق کتنے ہی سوال کئے۔ ان کا نام نلنی کانت چٹرجی ہے۔ سنا گیا ہے کہ پہلے وہ

وقت بہت ممکن ہے۔ کہ قسمت میں اس ناول کا اور آخری باب میرے لیے ضمیمہ ثابت
نہ ہوگا۔ اور میں اس کا خاتمہ کبھی بھی نہ کر سکونگا۔

جوگیندر نے شہر میں ایک اچھا سا مکان رہنے کو پایا تھا۔ ایک روز صبح کے وقت وہ
ایک اخبار پڑھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے ایک خط اس کے ہاتھ میں دیا۔ لفافہ پر
وہ اپنے نظر شناس حروف دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ کھول کر دیکھا۔ تو خط رمیش کا تھا جگیندر
یکایک تخت سے اٹھ پڑا۔ اگرچہ اسنے رمیش کے ساتھ اکثر سخت کلامیاں کی تھیں۔ اور ایسا
سلوک کیا تھا جو بہر طور ناقابل اعتراض تھا۔ تاہم بچپن کی محبت کے خیالات نے اسے سوچنے
پر مجبور کیا۔ رمیش کا خط دیکھ کر اسکی حیرت و استعجاب کی انتہا نہ رہی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس
کے دل میں ایک بے پرواہ انتقام نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ سو وہ جوش دبانے پر بھی کم نہ ہوا۔ بالخصوص
جب کہ ہیم نلنی بھی پاس نہیں۔ اس وقت رمیش سے کوئی قابل اعتراض حرکت ظہور پذیر نہ ہوگی۔ جو
شخص خط لایا تھا۔ اسنے ساتھ لے کر جوگیندر رمیش کی تلاش میں روانہ ہوا۔ کچھ دور چلکر
دیکھا۔ ایک بنئے کی دوکان پر رمیش ایک شکستہ تخت پر چپ چاپ بیٹھا ہوا ہے بنئے
نے برتن کے حقہ پر چلم رکھ کر اسے پیش کیا۔ جوگیندر نے تیزی سے قدم بڑھا کر رمیش سے
مصافحہ کیا۔ تم میرے مکان پر کیوں نہیں آئے۔ یہیں بیٹھ گئے۔

رمیش کسی قدر مسکرایا۔ جوگیندر طنز آمیز لہجہ میں بولا۔ قسمت نے یہ دن بھی دکھایا۔ قدرت
کی لیلا کون جان سکتا ہے۔ اسنے تمہیں شہر میں رکھ کر اتنا بڑا کیا۔ اب کیا اسنے تمہیں بالکل ویرانہ
گاؤں میں بنئے کی دوکان میں بیٹھنے کے لیئے بھیجا ہے۔

رمیش چاروں طرف دیکھ کر بولا۔ کیوں؟ جگہ تو خراب نہیں ہے؟

جوگیندر۔ یعنی؟

رمیش۔ یعنی سنسان۔

جوگیندر۔ میں تو اس ویرانے سے تھوڑے دنوں میں ہی تنگ آگیا ہوں۔

رمیش۔ تم خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر دلی اطمینان کے لیئے ......

جوگیندر۔ یہ تمام باتیں مجھ سے نہ کہو۔ بہت دنوں سے اسی الجھن میں پڑ کر پریشان ہو رہا

کی بات پر یقین نہ کرنا اُس کے لیئے غیر ممکن ہو جائیگا ۔ ۔ ۔ ۔ جو دنیا میں دھرم نیتی لے کر اُسکا
گیت گاتے رہتے ہیں ۔ پوشیدہ طور پر وہ کس قدر خوفناک ہوتے ہیں ۔ آکشے دل ہی دل میں
یہی غور کرنے لگا ۔ وہ اپنے آپ میں ایک شردھا سی محسوس کرنے لگا ۔

چکرورتی مہاشے کے پاس جا کر اُن سے کملا کی بابت کرتے ہی وہ اپنے رقت آمیز جذبہ کو
نہ روک سکے ۔ ۔ ۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے ۔ انہوں نے کہا ۔ آپ جب رمیش بابو کے
جگری دوست ہیں ۔ تو میری بیٹی کملا کو آپ یقیناً اپنے عزیزوں کی طرح سمجھتے ہونگے ۔ مگر میں ایک
بات کہتا ہوں ۔ کہ میں نے اِس تھوڑے سے عرصہ میں ہی کملا اور اپنی بیٹی میں کوئی تمیز نہیں رکھی
دو دن رہ کر اور پایا موہ بڑھا کر بیٹی کملا کہاں چلی جائیگی ۔ کیا یہ مجھے معلوم تھا !

آکشے نے مغموم صورت بنا کر کہا ۔ یہ باتیں کیسے ظہور پذیر ہوئیں ۔ میری تو سمجھ ہی
میں نہیں آتا ۔ یقیناً رمیش نے کملا کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ۔

چکرورتی ۔ آپ ناراض نہ ہوجیئے گا ۔ آپ کے رمیش کو میں آج تک نہیں پہچان سکا ۔ ظاہرا
تو وہ نہایت نیک نفس و حلیم ہوتے تھے ۔ مگر اندر ہی اندر وہ کیا سوچتے تھے ؟ ۔ ۔ کیا کہوں
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔ ورنہ کملا جیسی ستی استری کی اس طرح ذلت کرتے ۔ تو بجز بیتوا جیسی
ستی کا شستی تھی ۔ کیا کہوں ! میری لڑکی کے ساتھ اُس کا ایسا ربط ضبط ہو گیا تھا ۔ کہ ایسا
معلوم ہوتا تھا ۔ جیسے دونوں سگی بہنیں ہیں ۔ رمیش کی اس بدسلوکی کی آنے کبھی شکایت نہیں
کی ۔ اُس نے برخلاف بھول کر بھی کوئی بُرا کلمہ نہیں نکالا ۔ ہائے ! معلوم ہوتا ہے ۔ اُس نے دل
ہی دل میں بہت رنج اٹھایا ہے ۔ ایسی لڑکی پھر کہاں ملے گی ؟ جب اُسے ناقابل برداشت تکلیف
ملا پھر اُس نے ایسا کیا ۔ اسکا خیال آتے ہی سینہ شق ہو جاتا ہے ۔ ہائے ! میری قسمت پھوٹی
تھی ۔ میں اُس وقت الہ آباد کیوں چلا گیا ۔ ورنہ کیا وہ کسی طرح مجھے چھوڑ کر چلی جا سکتی تھی ۔

دوسرے دن صبح چکرورتی مہاشے کے ساتھ آکشے رمیش کے بنگلہ پر گیا ۔ اور گنگا
کے کنارے بہت سا رستہ بھی ٹہلتا رہا ۔ پھر مکان واپس آ کر کہا ۔ دیکھیئے ! چکرورتی مہاشے ! کملا نے گنگا
میں ڈوب کر خودکشی کی ہے ۔ اِس کے متعلق آپ کو جس قدر رنج ہے و شہادت ملتی ہے [illegible]
اُتنی قدر مطمئن ہو جاتا ہوں ۔

آنند سیرن بابو بھی نہایت حسن عقیدت سے اپنی زندگی دن بدن تبدیل کرتے جا رہے ہیں۔
راج منی اس سے بہت خوش ہوئیں۔ انہوں نے ایک دن ہیم نلنی کو بلا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ بیٹی!
میں دیکھتی ہوں۔ کہ تم نلنی کانت کو اور بھی دنیا سے متنفر بنائے دے رہی ہو۔ اس کی پاگل پن سے
بھری ہوئی باتیں تم کیوں سنتی ہو؟ کیا تمہاری عمر اس وقت سادھن کی ہے۔ یہ کیا کر رہی
ہو۔ اور اگر میری کہتی ہو۔ تو میں تو بچپن سے اس رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ میرے ماں باپ بھی
بھگت تھے۔ بچپن سے ہم دونوں بھائی بہن اسی تعلیم کے خوگر تھے۔ ہمارا تو دنیا میں اور کوئی
آسرا نہیں تھا۔ مگر مالک کی دیا تمہاری حالت تو ایسی نہیں ہے۔۔۔ تم یہ جو کچھ کر رہی ہو۔
۔۔۔۔ یہ صرف زبردستی کر رہی ہو۔۔۔ اس سے کیا فائدہ ہے؟ ہمارے لئے جو پایا ہے۔ اسی کی
حفاظت کرنی مقدم ہے۔ ہیں تو بہتی کتنی ہی ہیں نہیں اتنی۔ ان سب میں کیا رکھا ہے۔ سب
چھوڑ دو۔ تم نے کھانے پینے میں اس قدر احتیاط کیوں کر رکھی ہے؟ اور یہ جوگ اور تپسیا کیسے
لیکر رہی ہو؟ اور نلن بھی کب سے گرو بن بیٹھا۔ یہ سب باتیں دور کیا جائے؟ وہ تو آج تک
جو اس کے دل میں آتا ہے۔ کرتا رہا ہے۔ مجھے خوش کرنے کے لئے ہی یہ سب اس نے شروع کیا ہے۔
اس کا انجام یہی ہوگا۔ کہ کسی دن پورن سنیاسی بن جائیگا۔ میں نے اسے بار بار کہا ہے کہ
بچپن سے تیرا یہ عقیدہ ہے۔ اسی پر قائم رہ۔۔۔ اس میں خرابی ہی کیا ہے۔ میں مطلقاً روکتی
مگر یہ ہی سن کر ہنس کر ٹال دیتا ہے۔ یہ اس کی ایک عادت ہے۔۔۔ سب باتیں سن کے چپ چاپ
سنتا رہتا ہے مگر کان ہی نہیں دیتا۔ کوئی جواب نہیں دیتا۔

تیسرے پہر بال بچھے کے بعد ہیم نلنی کا جوڑا باندھتے باندھتے یہی باتیں ہوتی تھیں۔ ہیم جب
اپنے ہاتھ سے جوڑا باندھتی تھی۔ تو راج منی کو وہ جوڑا پسند نہ آتا تھا۔ وہ کہتی تھیں معلوم ہوتا
ہے۔ تم یہ سمجھتی ہو۔ کہ میں فیشن کے متعلق کچھ جانتی ہی نہیں۔ مگر میں جیسا اچھا جوڑا باندھتی
ہوں۔ تم ویسا نہ گوندھ سکو گی۔ الغرض آخر دن یہ باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور ہیم نلنی
کا جوڑا نئے طرز سے گوندھا جاتا تھا

راج منی کو پھر دوسری بار بخار آیا۔ ایک دن صبح کے وقت نلنی کانت نے اُن کے
چرنوں میں سر رکھتے ہوئے کہا "ماں! تمہیں کچھ عرصے کے لیئے مریضوں کی طرح رہنا پڑے گا۔ کمزور
جسم ہے۔ یہ روز روز کا نہانا اچھا نہیں"

راج منی نے کہا "میں مریض کی طرح احتیاط کرونگی۔ اور تم جوگی کی طرح رہوگے۔ نلن! تمہاری
یہ سب باتیں بہت دنوں تک نہیں۔ اس مرتبہ تمہیں شادی ضرور ہی کرنی پڑے گی"
نلنی کانت خاموش بیٹھے رہے۔ راج منی نے کہا "دیکھو بیٹا! میں تو پکے ہوئے آم کی
طرح ہوں۔ مرنے سے پہلے میں تمہیں دنیاداروں کی طرح دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد سُکھ سے
مرونگی۔ پہلے سوچتی تھی۔ کہ ایک چھوٹی سی بہو میرے گھر آئے گی میں اُسے خود ہی سب کچھ سکھا پڑھا
کر قابل بنالونگی۔ اور اُسے بنا سنوار کر پھولی نہ سماؤنگی۔ مگر اس بار کی بیماری میں ایشور نے مجھے بالکل
نراس کر دیا ہے۔ خبر نہیں! کب موت کا پروانہ آجائے۔ اگر کوئی چھوٹی سی بہو آجائے تو تمہارے
اوپر سب بار چھوڑ دینے سے اور بھی مشکل پڑے گی۔ اسلیئے مناسب ہے۔ کہ تمہاری شادی کسی بڑی سی
لڑکی سے کر دی جاوے۔ بخار کی حالت میں تمام باتیں سوچتے سوچتے رات کو مجھے نیند نہیں آئی
میں نے یہی سمجھ لیا ہے۔ کہ میرا یہی آخری کام باقی ہے۔۔ جب تک یہ ختم نہ ہوگا۔ اُس وقت تک
مجھے قدرتاً زندہ رہنا پڑے گا۔ ورنہ مجھے شانتی نصیب نہ ہوگی۔

نلنی کانت:۔ "ایسی لڑکی کہاں ملے گی۔ جو میرے مزاج کے مطابق ہو"

راج منی:۔ "اس کے لیئے تمہیں فکر نہ کرنی چاہیئے میں سب ٹھیک کر لوں گی"

آج تک راج منی آنند چرن کے سامنے باہر نہیں آئی تھی شام کو حسب معمول جب آنند چرن
تشریف لیئے نلنی کانت کے گھر آئے۔ اُس وقت راج منی نے آنند چرن کو بلا کر کہا۔ "آپ
کی لڑکی بڑی بدقسمتی ہے۔۔ اسکے علاوہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ میرے نلن کو تو آپ جانتے ہی
ہیں۔ ڈاکٹری میں اُس نے بڑا نام پیدا کیا ہے۔ اپنی لڑکی کے لیئے کیا آپ کو کوئی ایسا لڑکا آسانی سے ملیگا"
آنند چرن نے تعجب انداز سے کہا "آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ میں نے تو کبھی ایسی امید بھی نہیں کی
تھی۔ نلنی کانت سے اگر میری لڑکی کی شادی ہو تو اس سے زیادہ میری خوش قسمتی اور کیا
ہو سکتی ہے۔ مگر کیا یہ۔۔۔۔"

راج لکشمی نے کہا نلنی کانت کچھ پس و پیش سے کام نہ لے گا۔ وہ آج کل کے لڑکوں کی طرح نہیں ہے
میری ہر بات مانتا ہے۔ اس میں پس و پیش کی بات ہی کیا ہے۔ آپ کی لڑکی کون نہ پسند کرے گا؟
مگر میں اس کام سے بہت جلد فارغ ہونا چاہتی ہوں کیونکہ میری جسمانی حالت بہت اچھی نہیں نظر
آتی ہے اسی رات کو آنند چرن خوش خوش اپنے گھر گئے۔ اور ہیم نلنی کو پاس بلا کر کہا بیٹی! میری عمر
اب زیادہ آ گئی ہے آفتاب لب بام ہوں۔ اس کے علاوہ تندرستی بھی اچھی نہیں۔ جب تک تمہارا کوئی
ٹھور ٹھکانا نہ ہو جاوے۔ مجھے تسکین نہیں ہوتی ہیم! اب بے شرم کرنے سے کام نہیں چلے گا
تمہاری ماں نہیں ہے۔ اس وقت تمام بار میرے ہی اوپر ہے۔

ہیم نلنی مضطربانہ انداز سے باپ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ آنند چرن نے کہا۔ تمہارے
لیے ایک بہت اچھا لڑکا تجویز کیا ہے۔ وہ اتنا اچھا ہے کہ میں نے جب سنا ہے خوشی سے پھولا
نہیں سماتا۔ اب اس وقت صرف یہی خوف معلوم ہو رہا ہے کہ کہیں کوئی رخنہ اندازی نہ کرے
آج نلنی کانت کی ماں نے مجھے خود ہی بلا کر اپنے لڑکے کے ساتھ تمہاری شادی کی تجویز کی ہے۔

ہیم نلنی کا چہرہ دفعتاً زرد سا ہو گیا۔ جھجکتے ہوئے بولی! بابا تم کیا کہتے ہو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔"
نلنی کانت سے کبھی شادی کرنے کے لیے ہیم نلنی کے دل میں بھول کر بھی خیال نہ آیا تھا یکایک باپ
کے منہ سے یہ تجویز سن کر وہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔

آنند چرن نے کہا۔ شادی کیوں نہیں ہو سکتی؟

ہیم نلنی نے کہا۔ نلنی کانت کے ساتھ! کیا یہ کبھی ممکن ہے؟

ہیم وہاں نہ ٹھہر سکی۔ وہ برآمدے میں چلی گئی۔ آنند چرن بڑی مشکل میں پڑ گئے۔ مگر ان کے
خیال میں بھی نہ آیا تھا کہ ایسی رکاوٹ بھی ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ نلنی کانت کے
ساتھ شادی کا تذکرہ ہیم نلنی کے لیے خوشی کا باعث ہو گا۔ ضعیف العقل بوڑھا پریشان صورت
بنائے چراغ کی طرف دیکھتا ہوا عورتوں کی فطرت اور ہیم نلنی کی ماں کی عدم موجودگی پر غور کرنے لگا
ہیم بہت دیر تک برآمدے میں بیٹھی رہی۔ وہاں اندھیرا تھا۔ اس کے بعد گھر کی طرف دیکھتی ہوئی
پیچھے باپ کی حالت پر دل ہی دل میں پریشان ہونے لگی۔ پھر نہ معلوم وہ کیا سوچ کر بوڑھے باپ
کے نشست کے پاس حاضر ہو کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ بابا! چلو اب بہت

دیر سے کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔

آنند چرن کسی نہ کسی طرح اٹھ کر کھانا کھانے گئے۔ مگر اچھی طرح نہ کھا سکے ہیم نلنی کے متعلق تمام باتیں سوچ کر وہ بہت پریشان سے ہو گئے تھے۔ مگر ہیم نلنی کی طرف سے جو انہیں اس قدر چوٹ پہنچی۔ اس سے وہ بہت مغموم ہوئے۔ ایک گہرا سانس لیکر سوچنے لگے ہیم! کیا تم اب تک رمیش کو نہیں بھول سکیں!

اس سے پہلے کھانا کھانے کے بعد ہی آنند چرن سونے چلے جاتے تھے۔ آج برآمدہ میں بیٹھے ہوئے راستہ کی طرف دیکھ کر سوچنے لگے ہیم نلنی نے کہا۔ بابا! بڑی سردی پڑ رہی ہے چلو سونے چلو"

"آنند چرن نے کہا "تم سونے جاؤ۔ میں ذرا دیر بعد سوؤنگا"

ہیم نلنی چپ چاپ اُن کے پیچھے کھڑی رہی تھوڑی دیر بعد بولی! بابا تمہیں بہت سردی معلوم ہو رہی ہے۔ نہ ہو تو بیٹھنے والے کمرے میں ہی چلو" اس وقت آنند چرن بغیر کچھ کہے سُنے ہی خوابگاہ میں چلے گئے

بعد ازاں اُس کے فرائض میں کسی قسم کی خرابی ہو۔ اس خیال سے ہیم نلنی نے رمیش کی باتیں سوچ کر اپنے آپ کو پریشان نہ ہونے دیا۔ اسی لیئے وہ اب تک اپنے ساتھ بار بار جنگ کرتی جا رہی تھی۔ مگر باہر سے جب کسی کوشش کا سامان ہو جاتا ہے۔ تو تمام دلی احساسات از سر نو زندہ ہو جاتے ہیں ہیم نلنی کی آئندہ زندگی کا رُخ کیسا ہوگا؟ اس کے متعلق بہت غور وخوض کرنے بھی کچھ سمجھ نہ پائی تھی۔ اسی سبب سے وہ کچھ سوچ سمجھ کر نلنی کانت کو اپنا گورو سمجھ کر انہیں کے نصائح پر عمل کرتی تھی۔ مگر شادی کی تجاویز نے آ کے اُس کے دل کے زبردست ویں سے کھینچنا چاہا۔ اُس وقت اُسکی سمجھ میں آیا۔ کہ یہ بندھن کس قدر زبردست ہے۔ اُسے کوئی توڑنے کی کوشش کرتے ہی ہیم نلنی کی تمام دلی طاقت بے چین ہو کر اسی بندھن کو اُس سے کہیں زیادہ سخت بنانے کی کوشش کرے گی۔

کشتی کرایہ پر لے کر چلا - دو دن کا راستہ طے کر کے ایک ساحل پر کشتی باندھ کر ٹھہر رہا تھا - اتنے
میں یکایک دیکھا - کہ ہمارے مجوبین بابو ایک بندوق لیے ہوئے موجود ہیں - مجھے دیکھ کر
وہ بولے "میں شکار کی تلاش میں آیا تھا - مگر ایک بھی شکار نہ ملا - وہ اسی طرف کہیں ڈپٹی مجسٹریٹ
تھے - بہت دنوں بعد چونکہ ان سے ملاقات ہوئی تھی - اسلیے وہ مجھے کسی طرح چھوڑنے پر راضی
نہ ہوئے - ساتھ ساتھ ہی گھومتے پھرتے رہے . . . نامی مقام میں ایک طرف خیمہ نصب کیا - شام
کے وقت ہم لوگ سیر کرنے کے لیے باہر نکلے . . . وہ گاؤں بالکل ویرانہ تھا - ایک بڑے کھیت
کے کنارے بیٹھے ہوئے - ایک شخص ہم لوگوں کے بیٹھنے کے لیے دو موڑھے لایا - ایک طرف
سکول لگا ہوا تھا - اور پنڈت جی بیٹھے ہوئے بچوں کو پڑھا رہے تھے - گھر کے مالک کا نام
تارنی چٹرجی تھا - مجوبین سے انہوں نے میرا نام پوچھا - خیمہ میں واپس آ کے ہوئے مجوبین
نے کہا - اوہو تمہاری قسمت بہت اچھی ہے - تمہاری شادی کے لیے پیغام آیا ہے - میں نے
کہا کیونکر؟ مجوبین نے جواب دیا - یہ تارنی بابو مہاجن ہیں - ایسا کنجوس شخص دنیا میں نہیں
یہ جو سکول ہے - اسی کے پنڈت جی کو اپنے گھر رکھ چھوڑا ہے - اور رات کو ان سے
تک اپنا حساب کتاب کرایا کرتا ہے - اسکی ایک بہن تھی - وہ شوہر کے سوگ میں کہیں پناہ
نہ پا کر اسی کے پاس آگئی ہے - وہ اس وقت حاملہ تھی - یہاں جب آئی - تو ایک لڑکی پیدا ہوئی - مگر
زچہ خانہ میں وہ بیچاری ایسی بیمار ہوئی - کہ غریب چل بسی - لڑکی کی پرورش محال ہوگئی - ایک اور
بیوہ بہن گھر کے تمام کام کاج کرنے کو نوکرانی رکھنے کے لیے خرچ چاہتی تھی - مگر یہ ایسا کنجوس شخص
تھا - کہ اس بیوہ بہن نے لڑکی کی پرورش کی جب لڑکی کسی قدر بڑی ہوئی - تو وہ خود بھی چل بسی
لڑکی اپنے ماما اور مامی کی خدمت کرنے لگی - چند سال بعد جب وہ شادی کے قابل ہوئی - مگر
ایسی بے بس لڑکی کے لیے کوئی لڑکا کہاں ملے؟ بالخصوص یہ وقت تھی - کہ اسکے حسب نسب سے
کوئی واقف نہ تھا - باپ کی عدم موجودگی میں اسکا جنم ہوا - اس بات کو لے کر گاؤں والوں
کے ہی شک و شبہات کا ہے کیا ٹھکانا لیکن کے پاس بڑی دولت ہے - یہ سب لوگ جانتے تھے
وہ لڑکی کی عمر دس سال بتاتے تھے - مگر حساب لگانے سے پتہ چلتا تھا - کہ وہ چودہ برس کی ہے
اور اس کی شادی کر دی تھی - ایسی خوبصورت لڑکی میں نے تو کبھی نہیں اس گاؤں

میں اگر کوئی پردیسی نوعمر برہمن موجود ہوتا۔ تو تارنی بابو اسکے ساتھ شادی کرنے کے لیئے فوراً ہاتھ پاؤں جوڑتے۔ مگر ایسا کوئی نہیں ملا۔ اس لیئے میرے دوست نے مجھ سے کہا۔" ہاں! تم میرے مزاج سے بخوبی واقف ہو۔ رحم آگیا میں نے کچھ اعتراض نہ کیا۔ فوراً راضی ہوگیا۔ کہ اس لڑکی کے ساتھ میں ہی شادی کرونگا۔ سوچا تھا۔ کہ ایک ہندو گھر کی لڑکی سے شادی کرکے اُسے تمہارے پاس لاکر تمہیں متعجب بنا دونگا۔ . . . یہ میں جانتا تھا۔ کہ سیانی لڑکی جب میرے گھر آئیگی۔ تو لوگ طرح طرح کے جھگڑے بکھیڑے پیدا کریں گے۔ بھوبن میری یہ سب باتیں سنکر دنگ رہ گئے۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا۔ کہنے سننے کی ضرورت نہیں میں تیار ہوں۔ شام کو تارنی چرن بابو ہمارے خیمہ میں آئے۔ شادی کے متعلق بات چیت ہوئی اور تیسرے دن شادی ہوگئی۔

راج منی نے چونک کر کہا نلن! کیا شادی ہوگئی؟"

نلنی کانت :۔ ہاں! ہوگئی۔ بہو کو لے کر کشتی پر ہی سوار ہوا جس دن شام کو چلا تھا۔ اُسی دن دو گھنٹہ بعد آفتاب غروب ہونے کے گھڑی بھر بعد یکایک بھیاگن کے مہینہ میں ایک بہت گرم ہوا کا جھونکا آیا۔ دم کے دم میں ہماری کشتی ڈوب گئی۔ اسکے بعد پھر کچھ نہ معلوم ہوا۔

راج منی نے کہا :۔ مدھوسودن! یہ کہتے کہتے اس کا تمام جسم کانپ اٹھا۔"

نلنی کانت :۔ تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا۔ تو دیکھا۔ میں دریا کے کنارے پڑا ہوا ہوں۔ مگر وہاں کوئی کشتی یا مسافر کا نشان نہ تھا۔ بعد میں پولیس کے ذریعہ بہت کچھ پتہ لگایا گیا مگر کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

راج منی نے زرد چہرہ کر کے کہا"۔۔ خیر جو ہوگیا۔ ہوگیا۔ اب یہ سب باتیں مجھ سے کبھی نہ کہنا خیال آتے ہی میرا کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔

نلنی کانت :۔ یہ باتیں میں تم سے کبھی نہ کہتا۔ مگر شادی کا تذکرہ چھیڑ کر تم نے خود ہی مجھے کہنے کے لیئے مجبور کیا۔"

راج منی نے کہا"۔ ایک مرتبہ ایسے واقعات ظہور پذیر ہوگئے۔ اسی وجہ سے کیا تو کبھی شادی نہیں کریگا۔؟"

نلنی کانت نے کہا۔ نہیں ماں! اگر وہ لڑکی زندہ ہو؟
راج منی:۔ پاگل ہوگیا کیا؟ اگر زندہ ہوتی۔ تو تجھے خبر نہ دیتی۔
نلنی کانت:۔ میرا پتہ اُسے کیا معلوم؟ میری کوئی نشانی بھی اُس غریب کے پاس نہیں اُسنے میرا منہ بھی نہیں دیکھا۔ بنارس آنے پر تاری کو میرا پتہ بھی معلوم ہوگیا۔ مگر اُنہوں نے بھی کملا کا کچھ نہیں پایا۔
راج منی:۔ پھر اب کیا؟
نلنی کانت:۔ میں نے دل ہی دل میں ارادہ کیا ہے۔ کہ پورے ایک سال تک اُس کا انتظار کرونگا۔ اِس عرصہ میں بھی اگر اُسکا پتہ نہ لگا۔ تو میں سمجھ لونگا۔ کہ وہ زندہ نہیں۔
راج منی:۔ تیری تمام باتیں عجیب و غریب ہیں۔ اب ایک سال تک کیوں انتظار کرے گا؟
نلنی کانت:۔ اب سال میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ اب اگھن کا مہینہ ہے۔ پوس میں شادی نہیں ہو سکتی۔ پھر ماگھ کے بعد پھاگن!
راج منی:۔ اچھا۔ مگر ہیم نلنی کے ساتھ ہی۔ کیونکہ میں نے اُنکے باپ کو زبان دیدی ہے۔
نلنی کانت:۔ انسان صرف کہتا ہے۔ کرنا اُس کے اختیار میں نہیں۔ کرنا کرانا سب کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔
راج منی:۔ کچھ بھی ہو۔ مگر اب بھی تیری باتیں سُن کر میرا جسم کانپتا ہے۔
نلنی کانت:۔ گھبراؤ نہیں گھبرانے کی کیا بات ہے؟

(۵۱)

جس وقت کملا گنگا کے کنارے پہنچی۔ موسم سرما کا آفتاب اُس وقت مکان سے جدا ہوکر گوشہ مغرب میں پناہ گزین ہونے کی فکر میں سرگرم نظر آرہا تھا۔ کملا نے اُسی ڈوبتے ہوئے سورج کو پرنام کیا۔ اِس کے بعد جسم پر گنگا جل کے چھینٹے دے کر دریا میں کچھ دُور تک اُتری اور انجلی میں پانی بھر کر پھول چڑھائے۔ اِس کے بعد تمام بزرگوں کا تصور کرکے پرنام کیا۔ اِس کے بعد سر اُٹھاتے ہی اور ایک شخص کے پرنام کرنے کا خیال آسے آیا۔۔۔ اُسنے کسی دن بھی

کر وہ ایک بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ بیٹھتے ہی کب نیند آگئی؟ یہ بھی وہ نہ جان سکی۔

صبح آنکھ مل کر دیکھا۔ کرشن پکش کے چاند کی روشنی سے تاریکی کسی قدر مدھم پڑ گئی ہے اور ایک ادھیڑ عورت اس سے پوچھ رہی ہے۔ تم کون ہو؟ سردی کی رات میں اس درخت کے نیچے کیوں سوئیں؟

کملا چونک کر اٹھ بیٹھی۔ دیکھا۔ بہت دور گھاٹ پر دو تین بجرے بندھے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ یہ ادھیڑ عورت اور لوگوں کے اٹھنے سے پیشتر ہی نہانے کے لئے تیار ہو کر آئی تھی۔

ادھیڑ عورت نے کہا۔ ہاں جی! تم تو بنگالی معلوم ہوتی ہو"؟

کملا نے کہا: "میں بنگالی ہوں"۔

عورت:۔ یہاں کیوں پڑی ہو؟"

کملا:۔ میں کاشی جانے کے لئے گھر سے نکلی ہوں۔ رات زیادہ آگئی۔ اس لئے یہاں ہی سو گئی"۔

عورت:۔ بیٹی! یہ کیا بات ہے۔ پا پیادہ کاشی جا رہی ہو؟ اچھا چلو! اس بجرے میں چل کر بیٹھو۔ میں نہا کر آتی ہوں"۔

نہانے کے بعد اس عورت سے کملا کی بات چیت ہوئی:۔

غازی پور میں جو سید جیو بابو کے گھر خوب دھوم دھام سے شادی ہو رہی تھی۔ یہ انہیں کی رشتہ دار تھی۔ اس کا نام نوین کالی تھا۔ شوہر کا نام مکند لال دت تھا۔ کچھ عرصے کاشی میں ہی رہتی تھی۔ رشتہ دار کے گھر سے جو نیوتا آیا تھا۔ اس سے انکار نہ کر سکی۔ اور بعد میں شاید ان کے گھر ٹھہر یا کھانا ہوگا۔ اس لئے کشتی پر گئی تھی۔ شادی کے گھر میں مالک کے اظہار رنج کرنے پر نوین کالی نے کہا تھا"تم تو جانتی ہی ہو کہ بابو جی کی صحت اچھی نہیں ہے۔ اور بچپن سے ہی ان کی عادت کچھ اور قسم کی ہے۔ مکان میں جو گائے ہے اس کے گھی سے ان کے لئے پوری بنائی جاتی ہے بازار کے گھی کی پوری تو وہ نہیں کھاتے۔ وغیرہ وغیرہ"

نوین کالی نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

کملا نے کہا۔ میرا نام کملا ہے۔

نوین کالی:۔ "تمہارے ہاتھ میں لوہے کا کڑا ہے شوہر ہوگا؟"

کملا نے کہا:۔ شادی کے دوسرے دن بعد ہی شوہر کہیں چلے گئے
نوین کالی:۔ اوہاں! یہ کیا بات؟ تمہاری عمر زیادہ تو نہیں معلوم ہوتی۔ سر سے پاؤں تک نظر ڈال کر کہا۔ پندرہ سے زیادہ نہیں ہوگی۔
کملا نے کہا "عمر تو ٹھیک نہیں معلوم۔ شاید پندرہ ہی ہوگی"
نوین کالی:۔ تم برہمن کی لڑکی ہو؟
کملا نے کہا:۔ "ہاں!"
نوین کالی نے کہا:۔ "تمہارا گھر کہاں ہے؟"
کملا نے کہا سسرال کبھی نہیں گئی۔ میرا گھر بشوکھالی میں ہے۔
کملا کے باپ کا مکان بشوکھالی میں ہی تھا۔ یہ وہ جانتی تھی۔
نوین کالی:۔ تمہارے ماں باپ . . .
کملا:۔ میرے ماں باپ کوئی نہیں۔
نوین کالی:۔ ہری ہری! پھر تم کیا کروگی؟
کملا:۔ بنارس میں اگر کوئی شریف النسب شخص مجھے اپنے گھر رکھ کر کھانا دیدیا کرے۔ تو میں کام کرتی رہونگی میں کھانا پکا سکتی ہوں۔
نوین کالی بغیر تنخواہ کے نوکرانی پاکر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی۔ کہا: مجھے تو ضرورت نہیں۔ نوکر اور براہمن میرے پاس ہیں۔ براہمن کو میں چودہ روپے تنخواہ دیتی ہوں۔ اس کے علاوہ کھانا کپڑا۔ تم بھی براہمن کی لڑکی ہو۔ اور اسوقت مصیبت میں گرفتار ہو۔ چلو! میرے یہاں چلو۔ ہمارے گھر کام بھی بہت نہیں ہے۔ یہاں صرف میرے شوہر اور میں ہوں۔ لڑکیوں کی شادی کر دی ہے اور وہ سب بڑے بڑے گھروں میں بیاہی ہیں۔ میرے صرف ایک ہی لڑکا ہے۔ وہ سراج گنج میں منصف ہے۔ لاٹ صاحب کے یہاں سے اُسکے نام خط آیا ہے۔ میں ہمیشہ بابوجی سے کہتی رہتی ہوں کہ تم لڑکے کو اتنا دور نہ رکھو۔ مگر وہ کہتے ہیں تم عورت ہو موقعہ بینی و مصلحت سے کام نہیں لیتی۔
کشتی زور سے جارہی تھی۔ بنارس پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ شہر کے باہر ایک دو منزلہ مکان میں سب پہنچے۔ یہ مکان باغیچہ میں تھا۔ وہاں چودہ روپے ماہوار والے براہمن کا کوئی پتہ نہ چلا۔ ایک

نوکا ڈوبی

کاٹ رہی تھی۔ اُسکی نگاہوں میں تمام دنیا ایک اور بے رس سی نظر آتی تھی۔ . . . . اتنے میں کملا نے
اپنی مالک کے منہ سے ایک بات سنی۔ کہ وہ دنگ رہ گئی۔ نوین کالی نے اپنے نوکر کو کہا "جا تو
جلدی سے جا! . . . شہر سے نلنی کانت ڈاکٹر کو جلد بلا لا۔ کہنا کہ بابو جی کی طبیعت اچھی نہیں ہے"

نلنی کانت ڈاکٹر! کملا کی نگاہوں میں تمام آسمان … روشن … ہوئے ستار کے تار
کی طرح کانپنے لگی۔ وہ ترکاری چھوڑ کر دروازے کے پاس آ … نیچے آتے ہی کملا نے
پوچھا "تلسی! تو کہاں جا رہا ہے؟" اس نے جواب دیا "نلنی کانت ڈاکٹر کو بلانے کو"

کملا نے کہا "وہ ڈاکٹر کون ہیں؟"

تلسی نے کہا "وہ یہاں کے مشہور و معروف ڈاکٹروں میں سے ہیں"

کملا "وہ کہاں رہتے ہیں؟"

تلسی نے کہا "شہر میں رہتے ہیں۔ یہاں سے ایک میل کے فاصلہ پر"

کملا تلسی کو کھانے پینے کو اچھی طرح دیتی تھی حالانکہ مالکہ اسے ناپسند کرتی تھی۔ مگر وہ بیچاری خود تکلیف
اٹھاتی تھی۔ لیکن نوکر کی ہر طرح سے مدد … کرتی تھی۔

اوپر سے آواز آئی "یہ رسوئی خانہ کے دروازے کے پاس نوکروں سے باتیں کر رہی ہے
تو سمجھتا ہے۔ کہ میری آنکھیں نہیں ہیں۔ شہر میں جاتے ہوئے جب تک تو رسوئی خانہ میں
دو چار باتیں نہیں کر لیتا۔ تب تک تجھ سے چلا نہیں جاتا" واہ مشرانی جی واہ! میں نے دیا کر کے
تمہیں پناہ دی۔ مجھے اس کا یہ معاوضہ دیا جا رہا ہے"

نوین کالی کا خیال تھا کہ یہ سب مل کر چوری کرتے ہیں۔

آج جیسے نوین کالی کی یہ باتیں کملا کے کانوں تک بھی نہیں پہنچیں۔ وہ نیچے دروازہ کے پاس کھڑی
ہوئی انتظار کر رہی تھی۔ اتنے میں تلسی اکیلا واپس آیا۔ کملا نے پوچھا "تلسی! ڈاکٹر بابو نہیں آئے"
تلسی نے کہا "نہیں! وہ نہیں آئے۔"

کملا "کیوں؟"
تلسی "اُن کی ماں بیمار ہے"
کملا "ماں بیمار ہیں۔ گھر میں کیا اور کوئی نہیں ہے؟"

تلسی :- "نہیں انہوں نے شادی تو نہیں کی"
کملا :- شادی نہیں کی - تو نے یہ کیونکر جانا ؟
تلسی :- نوکروں کے منہ سے تو یہی سنا ہے - کہ اُن کی بیوی نہیں ہے -
کملا :- ممکن ہے - اُن کی بیوی مرگئی ہو -
تلسی :- ممکن ہے - مگر اُن کا نوکر جو کہتا ہے - کہ جب وہ رنگ پور میں ڈاکٹر تھے - اُس وقت بھی اُن کی بیوی نہیں تھی -

اُوپر سے آواز آئی ... "تلسی!" کملا فوراً رسوئی خانہ میں چلی گئی - اور تلسی اُوپر گیا -

نلنی کانت ... رنگ پور میں ڈاکٹر تھے - کملا کے دل میں کوئی شک نہ رہا - تلسی کے آنے پر کملا نے کہا :- "دیکھ تلسی! ڈاکٹر صاحب کے نام کے میرے ایک رشتہ دار ہیں - کیا وہ برہمن ہیں ؟"
تلسی :- "ہاں! برہمن - چٹرجی!"

مالک کے خوف سے تلسی نے دیر تک کملا سے بات چیت نہیں کی - وہ چلا گیا -

کملا نے نوین کالی کے پاس جا کر کہا - کام ختم کر کے میں آج دساشومیدھ گھاٹ نہانے جاؤنگی
نوین کالی :- تمہاری تمام باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں - آج بابو جی کی طبیعت اچھی نہیں ہے - خبر نہیں کب کس چیز کی ضرورت ہو - تمہارے جانے سے کیونکر کام چلے گا ؟
کملا نے کہا - میرے ایک شخص بنارس میں ہیں - خبر ملی ہے - اُن سے ایک بار ملنے جاؤں گی -
نوین کالی :- یہ سب باتیں اچھی نہیں - میری اتنی عمر آئی - میں یہ سب سمجھتی ہوں - خبر کون لایا ہے ؟ تلسی لایا ہے - سچ کہو - میں اب نہیں رکھونگی - سنو! جب تک تم میرے یہاں ہو - اکیلے نہانے یا کسی سے ملنے ملانے نہیں جانے پاؤ گی -

دربان کو حکم دیا - کہ تلسی کو ابھی دم دور کر دو - مالکہ کی سختی کی وجہ سے نوکروں کی شامت آئی
نلنی کانت کے متعلق کملا کو جب تک کچھ پتہ نہیں چلا تھا - اس وقت تک وہ مستقل مزاج رہی
اِس وقت اُس کا وہ تمام استقلال جاتا رہا - اسی شہر میں اُسکا شوہر ہے - اور پھر وہ دم بھر کے لیئے بھی دوسرے کی پناہ میں رہے - یہ اُس کے لیئے ناقابل برداشت ہوگیا - کام کاج میں وہ بھول انکاری کرنے لگی -

نوین کالی نے کہا۔تمہاری حالت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔یکایک کیا ہوگیا۔خود بھی نہیں کھاتی ہو۔اور مجھے بھی بھوکوں مار رہی ہو۔آج کل تمہارا بنایا ہوا کھانا منہ میں نہیں دیا جاتا۔

کملا نے کہا مجھ سے اب یہاں کام نہیں ہو سکے گا۔ . . . . میری طبیعت کسی طرح بھی یہاں نہیں لگتی۔ . . . مجھے رخصت کر دو۔"

نوین کالی نے جھنجھلا کر کہا۔"معلوم تو ایسا ہوتا ہے کلجگ میں کسی کے ساتھ بھلائی نہ کرنی چاہیئے۔تمہاری وجہ سے میں نے اپنے پرانے نوکر کو جواب دیدیا۔ایک بار بھی خبر نہیں لی اور تم آج ایسا کہتی ہو۔اگر بھاگنے کی صلاح ہے۔تو ویسا کہو۔میرا لڑکا حاکم ہے۔ . . اس کے حکم سے کتنے ہی لوگوں کو پھانسی ملی ہے۔میرے سامنے تمہاری چالاکی نہیں چلے گی۔ایک دن اسی طرح ایک اور نوکر نے بھی پاجی پن کیا تھا۔وہ اسوقت جیلخانہ کی ہوا کھا رہا ہے۔

بات جھوٹی نہیں تھی۔نوکر واقعی جیلخانہ میں تھا۔چوری کا الزام لگا کر مالک نے اُسے پولیس کے حوالہ کر دیا تھا۔

کملا نے کوئی تدبیر نہ دیکھی۔اُسکی حالت عجیب ہوگئی۔تمام دن کام کاج کر کے رات کو سردی میں ایک کپڑا سر پر لپیٹ کر باغیچہ میں ٹہلتی رہتی تھی۔دیوار کے کنارے جو راستہ شہر کو چلا گیا تھا۔اُسی راستہ کی طرف کھڑی ہوئی دیکھا کرتی تھی۔اُسکا وہ مصیبت زدہ دل جو خدمت کے لیئے بیتاب ہو رہا تھا بھگتی نویدان کے لیئے بےچین تھا۔ . . . اُسی دل کو کملا اس رات کے سناٹے اور سنسان راستہ میں۔شہر کے درمیان . . . کسی ایک ناواقف گھر کے لیئے کرتی تھی

اس کے بعد بہت دیر تک سربسجود ہو کر پرنام کر کے خوابگاہ میں واپس آجاتی تھی۔

مگر صرف اِسقدر تسکین۔اِسقدر آزادی بھی کملا کو زیادہ دن تک نہ ملی۔رات کا تمام کام ختم ہونے پر بھی ایک دن نوین کالی نے کملا کو پکارا۔نوکر نے خبر دی کہ مہرانی جی یہاں کہیں نہیں ہیں۔"

نوین کالی نے بیتابانہ انداز سے کہا۔تو کیا بھاگ گئی؟

نوین کالی نے خود ہی چراغ لے کر ایک ایک کوٹھڑی دیکھی۔مگر کملا کہیں بھی نظر نہ آئی کمند بابو نیم باز آنکھوں سے دیکھتے ہوئے حقہ پی رہے تھے۔ . . . . مالک نے اُن سے جا کر کہا سنتا ہی!

پر صبا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت نوین کالی نے کہا۔ بشرانی جی! جاؤ۔ تو
باہر تو بیٹھک کا دروازہ کھول دے۔ ڈاکٹر بابو سے کہنا۔ کہ بابو جی ہوا خوری کے لیئے گئے ہیں ابھی
آتے ہی ہوں گے۔ ذرا ٹھہریئے۔

کملا انگنائی سے گرتی پڑتی اتری۔ اس کے پاؤں کانپ رہے تھے۔ اور دل دھڑک رہا
ہوتا۔ ہاتھ ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ اسے خوف معلوم ہونے لگا۔ کہ اس بیچ میں شاید وہ پہلی
حالت نہیں دیکھ سکے گی۔

کملا اندر سے دروازہ کھول کر گھونگٹ نکال کر دروازے کے اندر کھڑی ہو گئی۔

نلنی کانت نے پوچھا "بابو جی گھر میں نہیں کیا؟"

کملا نے کس طرح کہا "نہیں! آپ آیئے!"

نلنی کانت بیٹھک میں آکر بیٹھ گئے۔ اتنے میں بدھیا نے آکر کہا۔ بابو جی گھومنے گئے ہیں۔ ابھی آ
جاتے ہیں گے۔ ذرا بیٹھیئے۔"

کملا کی سانس زور زور سے چلنے لگی۔ اور سینہ میں ایک کچوکا سا چبھنے لگا۔ جہاں سے
نلنی کانت کو اچھی طرح سے دیکھ پاؤں۔ وہ ایک ایسی جگہ تلاش کرنے لگی۔ اندھیرے برآمدے میں
اس نے ایک ایسی جگہ تجویز کی .... مگر کھڑی نہ ہو سکی۔ بے چین دل کو تسکین دینے کے لیئے
وہیں بیٹھ گئی۔ اسکے ہاتھ پاؤں میں جذبات کے ساتھ ہی موسم سرما کی ٹھنڈی ہوا نے ورپھی
تھرتھراہٹ پیدا کر دی

نلنی کانت چراغ کے سامنے بیٹھے ہوئے کیا سوچ رہے تھے۔ اندھیرے میں بیٹھی کملا
کملا نلنی کانت کے چہرے کی طرف ٹکٹکی لگائے رہی۔ دیکھتے دیکھتے اسکی دونوں آنکھوں سے بار
بار آنسو گرنے لگے۔ جلدی جلدی آنکھوں سے آنسو پونچھ کر اسنے یکسو نگاہوں سے نلنی کانت
کو جیسے اپنے دل میں استقلال سے کھینچ لیا۔ یہ چہرہ کشادہ پیشانی خاموش اور پرسکون
چہرہ پہ چراغ کی روشنی غش کھا کر پڑ رہی تھی۔ اسی چہرہ نے کملا کے دل میں آرزوؤں کی
ایک دھوم مچا دی۔ جوں جوں وہ نلنی کانت کو دیکھتی رہی۔ توں توں اسکا عضو عضو
جیسے رفتہ رفتہ بے بس ہو کر سر چہار طرف ... ہو گئے آسمان سے ہم آہنگ ہوتے گئے

دنیا میں اور کچھ نہیں رہا ہے۔ صرف یہی منور چہرہ مشعل ہدایت بنا ہوا تھا اور اندھیرے میں آنکھوں کے
سامنے رہا۔ وہ بھی اسی منور شمع کے ارد گرد چلا کر اسی میں مل گئی۔

اس طرح کچھ دیر تک کملا بے ہوش یا مدہوش رہی۔ اس کی نسبت کچھ نہیں کہا
جا سکتا۔ . . . اتنے میں یکایک آہٹ نے چونکا دیا۔ نلنی کانت تخت سے اٹھ کھڑے
ہوئے ہیں۔ اور مکند بابو سے بات چیت کر رہے ہیں۔

کہیں ابھی وہ آنہ جائیں اور کملا کو دیکھ نہ لیں۔ اس خوف سے کملا فوراً اٹھ کر
رسوئی خانہ میں چلی گئی۔ رسوئی خانہ کے آنگن میں ایک آنا سے ہو کر اس آنگن سے اپنے
کمرے میں جانے کا راستہ تھا۔

کملا کا عضو عضو مسرت سے جھوم رہا تھا۔ اور وہ بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی "مجھ جیسی
بدنصیب اور نصیبوں جلی کا ایسا شوہر؟ دیوتاؤں کی طرح پاک صاف نورانی مورتی! بھگوان!
میرا تمام دکھ سپھل ہوا۔ . . . یہ کہہ کر کملا بار بار شوہر کے چرنوں میں پرنام کرنے لگی۔

زینہ سے اترنے کی آواز کانوں میں آئی۔ کملا فوراً اندھیرے میں جا کر وہ آہستہ سے پاس آ کر
کھڑی ہو گئی۔ بڑھیا چراغ لے کر آگے آگے چلی۔ نلنی کانت بھی پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔

کملا نے دل ہی دل میں کہا . . . "تمہارے گھر کی ہو کر بھی اسی ہو کر یہ بدنصیب
دوسروں کے گھر میں اسی کا کام کر رہی ہے۔ سامنے سے چراغ جلا لیا۔ مجھے کچھ بھی معلوم تھا"
مکند بابو اندر کھانا کھانے گئے۔ کملا آہستہ آہستہ اسی جگہ کے پاس گئی جہاں تخت پر
نلنی کانت بیٹھے تھے۔ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو کر وہاں کی دھول سر پر چڑھائی۔ خدمت کرنے
کا کوئی موقع نہ پا کر کملا کا دل دکھی ہونے لگا۔

دوسرے دن کملا نے سنا۔ کہ تبدیل آب و ہوا کی غرض سے ڈاکٹر صاحب نے مکند بابو
کو کہیں باہر جانے کی تاکید کی ہے۔ اسی وجہ سے جانے کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔

کملا نے نوین کالی کو کہا "میں تو کاشی چھوڑ کر نہیں جا سکوں گی"
نوین کالی: میں جا سکوں گی۔ اور تم نہ جا سکو گی۔ بڑی بھگتی دکھا رہی ہو۔
کملا: آپ خواہ کچھ ہی کہیں۔ مگر میں یہاں ہی رہوں گی"

نوین کالی :- اچھا! دیکھتی ہوں تو کیونکر رہتی ہے۔!

کملا :- مجھ پر دیا کرو۔ یہاں سے کہیں نہ لے جاؤ۔

نوین کالی :- تم تو نہایت ہی خطرناک معلوم ہوتی ہو۔ ہمیں جانے کے وقت بہانہ کر رہی ہو۔ کملا کی منت وسماجت سب بے سود ثابت ہوئی۔ کملا اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے ایشور کو روتے روتے پکارنے لگی :

(۵۳)

جس دن شام کے وقت نلنی کا نت کے ساتھ ہیم نلنی کی شادی ہونے کا ذکر ہو رہا تھا۔ اُسی رات کو آنند چرن کے پیٹ میں پھر درد شروع ہوا۔

رات تو کسی طرح تکلیف سے کٹی۔ صبح تکلیف کم ہو جانے پر وہ اپنے مکان سے ملے ہوئے باغیچہ میں راستہ کے پاس موسم سرما کی صبح کی روشنی کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہیم نلنی چا پینے کا سامان کر رہی تھی۔ گذشتہ رات کی تکلیف کی وجہ سے آنند چرن کا چہرہ پژمردہ ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے نیچے سیاہی دوڑ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے رات بھر انکی عمر بہت تجاوز کر گئی۔

جب ہیم نلنی نے آنند چرن کا یہ حال دیکھا۔ اسوقت اُس کے سینے میں جیسے چھری چبھو رہا ہے۔ نلنی کانت کے ساتھ شادی کی ناراضامندی ہونے کی وجہ سے انہیں جو تکلیف پہنچی تھی۔ اور اُسکی وجہ والی تکلیف جو اُن کے درد کا مخصوص سبب تھا۔ یہ ہیم نلنی کے لئے بہت رنج کا باعث ہوا۔ وہ کیا کرے گی۔ کس طرح بوڑھے باپ کو تسکین دے سکے گی۔ یہی بار بار سوچنے لگی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

اتنے میں یکایک چکر ورتی مہاشے کو ساتھ لئے اکھے آموجود ہوا۔ ہیم نلنی کو جلد جاتے ہوئے دیکھتے ہی اکھے نے کہا :- آپ جائیے نہیں۔ یہ غازی پور کے چکر ورتی مہاشے ہیں جنہیں یہاں تقریباً تمام لوگ جانتے ہیں۔ آپ لوگوں کے ساتھ یہ خاص باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ چبوترہ پر اکھے اور چکر ورتی مہاشے بیٹھے۔ چکر ورتی نے کہا۔ سنتا ہوں۔ آپ لوگوں نے

یہ بھی ہم لوگوں کو نہیں معلوم۔ اچھا چکرورتی مہاشے! آپ سے پوچھتا ہوں۔ کملا رمیش کی
بیوی ہی تھی؟ بہن یا اور کوئی رشتہ دار تو نہیں؟

چکرورتی نے کہا: "ارے اکشے بابو! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ بیوی نہیں۔ تو کون؟ ایسی ستی
لکشمی بیوی کسے ملتی ہے؟"

اکشے نے کہا: "لیکن تعجب یہ ہے۔ کہ جتنی ہی اچھی ہوتی ہے۔ اسی قدر اس کی بیقدری
ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے۔ ایشور اچھے لوگوں کو ہی سخت مصیبت میں پھنساتے ہیں۔"
یہ کہکر اکشے نے ایک گہرا سانس لیا۔

آنند چرن نے سر ہلاتے ہوئے کہا: "اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ بڑے دکھ
کی بات ہے۔ مگر جو ہونیوالا تھا سو ہو گیا۔ اب بیفائدہ رنج و غم سے کیا حاصل؟"

اکشے نے کہا: "میرے دل میں شک ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کملا نے خودکشی نہ کی ہو۔
گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہو۔ اسی وجہ سے چکرورتی مہاشے کے ساتھ بیکر پاڑہ تفتیش کرنے
کی غرض سے آیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو اس کی نسبت کچھ معلوم
نہیں ہے۔ جو ہو۔ دو چار دن تک تلاش کرنی چاہیے۔"

آنند چرن نے کہا: "رمیش اب کہاں ہیں؟"

چکرورتی نے کہا: "وہ مجھ سے بغیر کچھ کہے سنے ہی چلے گئے۔"

اکشے نے کہا: "مجھ سے بھی ملاقات نہیں ہوئی۔ مگر لوگوں سے سنا ہے۔ کہ وہ کلکتہ
ہی گئے ہیں۔ امید ہے کہ علی پور میں وکالت کرینگے۔ انسان ہمیشہ رنج و غم میں نہیں
رہ سکتا۔ بالخصوص ان کی تو عمر تھوڑی ہی ہے۔ چکرورتی مہاشے! چلیے۔ ایک بار ذرا اس
اچھی طرح تلاش کریں۔"

آنند چرن نے پوچھا: "اکشے! تم تو پھر یہاں ہی آؤ گے؟"

اکشے نے کہا: "ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ میرا دل بہت خراب ہو رہا ہے۔ جب تک میں
بنارس میں رہونگا۔ تلاش کرتا رہونگا۔ کیا کہتے ہیں۔ شریف گھرانے کی لڑکی ہے۔ اگرچہ
وہ ذلت کے ڈر سے گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ تو آج کیسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ ذرا سوچئے تو!"

رمیش بابو تو بے فکر رہ سکتے ہیں، مگر میں نہیں رہ سکتا۔

چکرورتی کو ساتھ لیکر اسکے چلا گیا

آنند چرن بہت بے چین ہوکر ایکبار ہیم نلنی کے منہ کی طرف دیکھنے لگے۔ ہیم نلنی اپنے آپ کو بہت سنبھالے ہوئے تھی۔ وہ جانتی تھی۔ کہ اسکا باپ اسکے لئے دل ہی دل میں بہت دکھی ہو رہا ہے۔

ہیم نلنی نے کہا:۔ بابا! آج ڈاکٹر صاحب کو تم اچھی طرح دکھلا دو۔ تمہاری صحت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے۔ فکر کرنا ضروری ہے۔

آنند چرن نے کہا:۔ بہت اچھا۔ کہو تو نلنی کانت کو بلاؤں۔

نلنی کانت کا نام سنکر ہیم نلنی ذرا جھجکی۔ پھر دھیمی آواز سے کہا:۔ بہت اچھا۔ آدمی بھیجو

آنند چرن نے ہیم نلنی کی یہ حالت دیکھکر کہا:۔ ہیم! رمیش کی یہ حالت ––

ہیم نلنی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد نلنی کانت آئے۔ انہوں نے دیکھا۔ کچھ دوا تجویز کی۔

پھر کچھ دیر تک نلنی کانت کی ماں کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ ہیم نلنی نے کہا۔ بہت بہتر ہوگا۔ کہ انکی خدمت کے لئے کوئی داسی مقرر کر دی جائے۔ نلنی کانت نے کہا میں نے بہتیرا کہا۔ مگر وہ مانتی ہی نہیں۔ کوئی انکی خدمت کرے۔ یہ انکے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔

اسکے بعد اس تعلق میں ہیم نلنی سے اور کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ وہ ذرا دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولی۔ آپکی نصیحتوں پر بہیں عمل تو بہت کرتی ہوں مگر تہ بہ تہ رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور میں پھر پیچھے رہ جاتی ہوں۔ مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ جیسے مجھے کوئی امید ہی نہیں –– کیا ہمارا دل کبھی سکون پذیر نہ ہوگا۔ کیا ہمیشہ باہر سے متواتر چوٹیں ہی لگتی رہینگی۔ اور میں اسی طرح چکر میں پھنسی رہی ہونگی۔

ہیم نلنی کی یہ مایوسانہ گفتگو سنکر نلنی کانت نے کسی قدر شگفتہ ہوکر کہا:۔ دیکھو رکاوٹیں ہمارے دل کی طاقتوں کو بیدار کرنے کے لئے آتی ہیں۔ آپ مایوس نہ ہوں!

ہیم نلنی نے کہا: "کل صبح آپ ایکبار تشریف لا سکینگے؟ آپکی مدد پاکر میں بہت طاقت حاصل کرسکونگی۔"

نلنی کانت کا چہرہ اور اُنکا لہجہ دیکھکر ہیم نلنی کے دل میں جو ایک بالمستقل طمانیت کی لہر دوڑی۔ اُس سے ہیم نلنی کو جیسے پناہ مل گئی۔ گو نلنی کانت چلے گئے۔ مگر ہیم نلنی کے دل میں ایک سکون و تشفی کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ وہ اپنی خوابگاہ کے سامنے برامدہ میں کھڑی ہوکر ایکبار موسم سرما کی دھوپ سے بھرپور دن میں باہر کی طرف دیکھنے لگی۔ اُس کے ہر چہار طرف دُنیا کے قدرتی حُسن میں وہی دلفریب دوپہر شگفتگی کے ساتھ شانتی۔ کوششوں کے ساتھ ویراگ۔ یہ سب ایکساتھ ہی موجود دکھائی دیئے۔ انہیں زبردست جذبات کی گود میں اُس نے اپنا دُکھی اور درد مند دل نذر کریگا۔ اُس وقت سورج کی روشنی اور سفیدی مائل نیلگوں رنگت نے اُسکے دل میں دُنیا کے روزانہ۔

ہیم نلنی۔ نلنی کانت کی ماں کی بات سوچنے لگی۔ وہ کیوں مغموم و متفکر رہتی ہیں۔ رات رات انہیں نیند کیوں نہیں آتی۔ وہ ہیم نلنی سمجھ گئی۔ نلنی کانت کے ساتھ اُس کی شادی کی تجویز سے پہلی چوٹ ہے۔ پہلی جھجک دُور ہوئی۔ نلنی کانت پر ہیم نلنی کی بھکتی اور بھی بڑھ گئی۔ مگر اِس میں پیار و محبت کی بجلی کے اثر کی تکلیف نہیں —— وہ نہیں رہی۔ پاکیزہ صفات نلنی کانت کیا کسی عورت کے پیار و محبت کے بھوکے ہیں؟ یہ تو کبھی بھول کر بھی دل میں خیال نہیں آتا۔ مگر پھر بھی خدمت کی ضرورت تو دُنیا میں ہر شخص کو ہوتی ہے۔ اِس دُنیا میں نلنی کانت کی زندگی تو بے قدری کی چیز نہیں —— ایسے شخص کی تو خدمت کرنی ہی چاہیئے۔

آج صبح ہیم نلنی نے رمیش کے متعلق جو حالات سُنے تھے۔ اُس سے اُسکے دل کے نازک ترین حصّوں میں ایک زبردست چوٹ پہنچی تھی۔ اِس چوٹ سے اپنی حفاظت کرنے کے لیئے اُسکا دل اپنی بھرپور طاقت سے آج مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا۔ آج اُسکی ایسی حالت ہوگئی۔ رمیش کے لئے تکلیف کا احساس آج اس کے لئے جیسے شرم کا باعث ہُوا۔ وہ رمیش کو قصوروار سمجھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ دُنیا میں ہزارہا انسان بُرے بھلے کام

میں لت پت نظر آتے ہیں سنسار چکر چل رہا ہے۔ ہیم نلنی نے اس پر غور و خوض کرنا
مناسب نہیں سمجھا۔ رمیش کی بات ہیم نلنی اپنے دل میں بھی نہیں لانی چاہتی تھی۔ بیچ
بیچ میں آتم گھاتنی کملا کی بات یاد آتے ہی اس کا جسم کانپ اٹھتا تھا۔ اس تندروں میں آتا
تھا۔ اس خودکشی کے ساتھ کیا میرا کوئی تعلق ہے؟ اس وقت شرم نفرت اور درد سے
اس کا دل پھٹنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا: "ہے ایشور! میں نے تو کوئی قصور
نہیں کیا۔ پھر میں کیوں اس طرح پریشان ہو کر عاجزی کر رہی ہوں۔ میرا یہ بندھن کاٹ
ایکبار ہی تار تار کر دو۔ میں اور کچھ نہیں چاہتی۔ مجھے اس دنیا میں زندہ رہنے دو۔"

رمیش و کملا کے واقعات سنکر ہیم نلنی دل ہی دل میں کیا سوچتی ہے یہ جاننے
کے لئے آنند چرن بہت مضطرب تھے۔ مگر صاف صاف دریافت کرنے کی ان کی
ہمت نہ تقاضا کرتی تھی ہیم نلنی برآمدے میں بیٹھی ہوئی چپ چاپ سلائی کر رہی تھی
وہیں بار بار ہیم نلنی کا مغموم و متفکر چہرہ دیکھ کر وہ بار بار واپس آ جاتے تھے۔

شام کے وقت ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے بموجب ہیم نلنی سے آنند چرن نے کہا:-
"روشنی لالٹین کے سامنے سے ہٹا دو۔"

اندھیرا ہونے پر آنند چرن نے کہا۔ "صبح کے وقت جو بوڑھا آیا تھا۔ وہ نہایت ہی
سادہ شخص معلوم ہوتا ہے۔"

ہیم نلنی نے اس تعلق میں کوئی بات نہیں کہی۔ خاموش رہی۔ آنند چرن زیادہ
تمہید نہ باندھ سکے۔ انہوں نے کہا:- "رمیش کے حالات سنکر میں نہایت متعجب ہو گیا۔
لوگ اس کے متعلق کتنی ہی باتیں کہتے ہیں۔ میں نے آج تک اس پر یقین نہیں کیا۔
مگر اور تو۔۔۔"

ہیم نلنی نے رقت آمیز لہجہ میں کہا: "بابا! ان سب باتوں کا ذکر جانے دو۔"

آنند چرن نے کہا۔ "بیٹی! ذکر کرنے کو تو طبیعت نہیں چاہتی۔ مگر نلناکش کی طرف سے
یکایک ہم لوگوں کے ساتھ قدر دانی کا ڈھنگ کچھ شامل ہو جاتا ہے۔ اب میں اس کو کیا کروں"

ہیم نلنی جلدی سے جوش میں آکر بول اٹھی:- "نہیں نہیں۔ نلناکش کی نسبت

نوکا ڈوبی

اسطرح جہاں تہاں کیوں پیدا کرتے ہو۔ بابا! میں بہت اچھی ہوں۔ میرے لئے بیفائدہ
پریشان ہوکر مجھے شرمندہ نہ کرو"

آنند چرن نے کہا: "بیٹی ہیم! میں بڈھا آدمی ہوں۔ جب تک تمہارا کوئی انتظام نہ
ہوجائے۔ میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔"

ہیم نلنی خاموش رہی۔ آنند چرن نے کہا: "دیکھو بیٹی! دنیا میں ایک امید کی
ناکامیابی میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم کس طرح سکھی ہوگی یہ مفید ہوگا
تمہیں خبر نہیں ہے۔ مگر میں تمہارے خوش اور سکھی رہنے کی فکر ہر وقت کرتا رہتا ہوں
میں جانتا ہوں۔ کہ تم [illegible] میری تجویز کو کیا دگی ہی رد نہ کر دینا"

ہیم نلنی کی دونوں آنکھوں سے آنسو نکل کر دریا رواں ہوگیا۔ "ایسی بات نہ کہئیے
تمہاری کسی تجویز کو رد نہیں کرتی۔ تم جو کہوگے وہی کرونگی۔ صرف ایک مرتبہ دل کو
اچھی طرح صاف کرنا چاہتی ہوں"

آنند چرن نے اسی اندھیرے میں ایک مرتبہ ہیم نلنی کے آنسوؤں سے تر چہرے پر
ہاتھ پھیرا۔ اور کوئی بات نہیں کہی۔ دوسرے دن شام ہوتے ہی آنند چرن ہیم نلنی کو
لیکر باہر چمن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اسوقت اکشے آگیا۔ آنند چرن اسکے سے اسرار
کرنے لگے۔ اکشے نے کہا: "آجکل کوئی پتہ نہیں چلا"۔ یہ کہکر وہ اسکے پاس بیٹھ گیا۔ آہستہ
آہستہ باتیں شروع ہوئیں۔ رمیش بابو دیکھا کہ جبتک میں چکرورتی مہاشے کے یہاں
ٹھہری ہوئی تھیں۔ ان سب کو وہ کہاں بھیجیں۔ اسی سوچ میں تھے۔ رمیش بابو یقیناً آپکے
پاس آئینگے۔ اب دیکھئے"

آنند چرن بڈھا ایک ناراض ہوکر بولے: "اکشے! تم ہمیشہ اسی قسم کی باتوں سے
مجھے جلاتے رہتے ہو۔ رمیش یہاں کیوں آئیگا؟ اور اسکا اسباب لیکر میں کیا کرونگا؟"
اکشے نے کہا: "آپکو برا معلوم ہوا بھلا۔ مگر رمیش بابو اسوقت بہت پریشان ہے مجھے
انہیں تسلی دینا ہم لوگوں کا فرض ہے"

آنند چرن نے کہا: "اکشے! تم مجھے پریشان کرنے کے لئے ہی یہ سب کہتے ہو"

شیطانیاں سمجھتی نہیں۔ اچھا یہ تو چلو۔ پھر بتاؤ گی۔ کہ تم کیا ہو؟ اور میں کیا ہوں؟

گاڑی جس وقت پل سے گذری۔ اس وقت کملا نے کھڑکی سے سر نکال کر کاشی کا نظارہ دیکھا۔ اسی شہر میں ہی کہیں نلنی کانت کا مکان ہے۔ مگر وہ کچھ نہیں جانتی اسی لئے گاڑی کی بھاگ میں گھر۔ گھاٹ۔ مندر جو نظر آیا۔ ان سب میں اس نے نلنی کانت کے گھر کا خیال پیش نظر رکھا۔

نوبیں کالی نے کہا۔ اس قدر جھک کر کیا دیکھ رہی ہو۔ تم تو چڑیا نہیں ہو۔ کہ اُڑ جاؤ گی؟

بنارس کے مناظر کہاں ختم ہو کر رہ گئے۔ کملا خاموشی سے بیٹھی ہوئی آسمان کی طرف دیکھتی رہی۔

بالآخر گاڑی مغل سرائے میں ٹھہری۔ سٹیشن پر خوب بھیڑ تھی۔ سب سایہ کی مانند خواب کی طرح معلوم ہونے لگا۔ وہ کٹھ پتلی کی طرح ایک گاڑی سے دوسری گاڑی پر سوار ہوئی۔

گاڑی چھوٹنے کا وقت قریب آتا جا رہا تھا۔ عین اسی وقت کملا یکایک چونک اُٹھی اس کے کانوں میں آواز آئی "ماں" اس آواز سے کان آشنا تھے۔ کملا نے پلیٹ فارم کی طرف نظر کی۔ دیکھا۔ "امیش"۔

کملا کا چہرہ خوشی سے شگفتہ ہو گیا۔ بولی۔ کیوں رے امیش تو!

امیش نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ اور دم کے دم میں کملا اتر پڑی۔ امیش نے اسی وقت سربسجود ہو کر پرنام کیا۔ اس کا چہرہ مسرت سے سُرخ ہو گیا۔

اسی وقت گارڈ نے دروازہ بند کر دیا۔ نوبیں کالی چلانے لگیں۔ مسرانی جی کیا کر رہی ہو۔ گاڑی چلنے کو ہے۔ آئیو۔ آجاؤ!

کملا کے کانوں تک یہ آواز نہیں پہنچی۔ گاڑی نے بھی سیٹی دی۔ اور بھک بھک کرتی ہوئی روانہ ہوئی۔

کملا نے پوچھا:۔ امیش! تو کہاں سے آ رہا ہے؟

رمیش نے کہا "ماں! تم کچھ فکر نہ کرنا۔ میں تمہیں ٹھیک جگہ لے چلونگا"
کملا "ٹھیک جگہ! کیوں رہے؟ تو یہاں کیا جانے؟"
رمیش نے کہا "سب جانتا ہوں۔ دیکھ تو کہاں لے چلتا ہوں" یہ کہکر اس نے
کملا کو گاڑی میں بٹھایا۔ اور خود کوچ بکس پر بیٹھا۔ ایک مکان کے سامنے گاڑی کھڑی
ہوئی۔ رمیش نے کہا "ماں! یہاں اترو"
کملا گاڑی سے اترکر رمیش کے ساتھ چلی۔ رمیش نے مکان میں داخل ہو کر آواز دی
"دادا ٹھاکر تو ہیں؟"
پاس کے ایک کمرے سے آواز آئی۔ "کون؟ رمیش! تو کہاں سے آیا؟"
اسی وقت حقہ ہاتھ میں لئے ہوئے خود چکرورتی مہاشے آگئے۔ رمیش چپ چاپ سر
نیچا کئے ہوئے ہنستا رہا۔ متحیر کملا نے سربسجود ہو کر پرنام کیا۔ چکرورتی کے منہ سے تھوڑی
دیر تک کوئی بات نہیں نکلی۔ انہوں نے حقہ کونے میں ٹیک دیا۔ مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔
بالآخر کملا کی ٹھوڑی پکڑ کر اسکے شرمسار چہرہ کو ذرا اوپر اٹھا کر کہا "بیٹی! آگئیں۔ چلو چلو
اندر چلو۔
"او شیل! دیکھ کون آیا ہے؟"
شیلجا جلدی جلدی گھر سے باہر ہو کر برامدے کی سیڑھیوں پر آ کھڑی ہوئی۔ کملا نے
اسے بھی پرنام کیا۔ شیل نے جلدی سے اسے سینہ سے لگا کر منہ چوما۔ آنکھوں سے آنسو
دونوں گالوں پر پڑے۔ بولی "بہن! تمہیں اس طرح رلانا چاہئے تھا؟"
چکرورتی نے کہا "شیل! یہ تمام باتیں بعد میں ہونگی۔ اس وقت اسکے نہانے کھانے
کا انتظام کرو۔"
اتنے میں اُما سوسی موسی کرتی ہوئی باہر آئی۔ کملا نے اسے فوراً گود میں اٹھا کر
زور سے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور منہ چومنے لگی۔
شیلجا کملا کے روکھے بال اور میلے کپڑے نہ دیکھ سکی۔ اس نے سب سے پہلے اسے
نہلایا۔ اور اپنے اچھے کپڑے اسے پہنا دیئے۔ اسکے بعد بولی "معلوم ہوتا ہے کل رات کو

اچھی طرح نیند نہیں آتی آنکھیں بھاری سی ہیں۔ مجھ سے یہ نہیں ہو گا کھانا پکانا ہو لے
کملا نے کہا۔ تم نہیں دیدی! میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گی۔ ایک ساتھ پکا لیں گی۔ دونوں
سکھیاں کھانا پکانے میں مصروف ہو گئیں۔

چکرورتی مہاشے جب کے ساتھ ورت کے ظاہری بنارس کیلئے تیار ہو گئے تھے۔
اس وقت شیلجا نے ہاتھ پکڑ کر کہا تھا۔ بابا! میں بھی تمہارے ساتھ کاشی جاؤں گی۔"
چکرورتی نے کہا۔ بیٹی کو تو چھٹی نہیں ہے۔
شیل نے کہا۔ میں اکیلے ہی جاؤں گی۔ ماں موجود ہیں۔ انہیں تکلیف کم ہو گی۔
شوہر کے ساتھ علیحدگی کی یہ تجویز شیل نے اس سے پیشتر کبھی نہیں کی تھی۔
چکرورتی مہاشے کو راضی ہونا پڑا۔ غازی پور سے روانہ ہو کر بنارس میں اتر کر دیکھا
کہ رمیش بھی گاڑی سے اتر رہا ہے۔ "رمیش! تم یہاں آ گیا؟" سب جس غرض سے
آئے تھے۔ رمیش بھی اسی غرض سے آیا تھا۔ مگر رمیش ان دنوں چکرورتی مہاشے
کے گھر میں کام کر رہا تھا۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے اسے غازی پور واپس بھیج دیا تھا
اسکے بعد کیا ہوا؟ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ وہ غازی پور میں کسی طرح نہ ٹھہر سکا مالکہ
نے اسے کسی کام سے بازار بھیجا تھا۔ انہیں پیسوں سے وہ ٹکٹ پا کر اسٹیشن آگیا
مالکہ اس دن رمیش پر بہت ناراض ہوئی تھیں۔

(۵۵)

کملا کیوں چلی گئی؟ کہاں چلی گئی تھی؟ اس تعلق میں گھر کے کسی شخص نے کوئی سوال نہیں کیا۔ کملا بہت ان لوگوں کے ساتھ کافی گھل مل گئی تھی۔ اسی طرح دن کٹ گئے۔ اُملکی دائی چھپ کر کملا سے اسکے متعلق دریافت کرنے لگی۔ مگر چکرورتی نے منع کر دیا
رات کو شیلجا نے کملا کو اپنے ساتھ ہی سلایا۔ اُسکا گلا پکڑ کر زور سے اپنے سینہ سے لپٹا لیا۔ اور داہنے ہاتھ سے اُسکے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اِس نازک ہاتھ کے لمس نے خاموش سوال کی طرح کملا کے پوشیدہ دل کی بات پوچھنا شروع کیا۔

کملا نے کہا۔ دیدی! تم نے کیا سوچا تھا؟ میرے اوپر ناراض تو نہیں ہوئی ہو؟
شیل نے کہا۔ میرے ہوش حواس ٹھکانے نہیں تھے۔ اسکے علاوہ میں نے سنا تھا
کہ بہت مجبور ہو کر تو میں نے یہ رشتہ اختیار کیا ہے۔ اگر اور کوئی راستہ ہوتا۔ تو تم یوں کبھی
ادھر قدم نہ رکھتی۔ میں صرف یہی سوچ سوچ کر روتی تھی۔ کہ بھگوان نے تجھے اتنا دکھ
کیوں دیا؟ جو کوئی قصور نہیں کرتا۔ وہ بھی سزا پاتا ہے۔ ہائے! دنیا میں قدر ہی نہیں ہے؟
کملا۔ دیدی! میری سب باتیں کیا تم سنو گی؟
شیل نے محبت آمیز لہجہ میں کہا۔ بہن! کیوں نہیں سنو گی!
کملا۔ اسوقت میں تم سے کچھ بھی کہہ نہیں سکتی۔ یہ نہیں جانتی۔ اسوقت مجھے کسی
بات پر غور کرنے کا موقع نہیں تھا۔ یکایک سر پر ایسی بجلی گری۔ کہ شرم سے تمہیں منہ بھی
نہ دکھا سکی۔ دنیا میں میری ماں بہن کوئی نہیں ہے۔ دیدی! تم میری ماں بہن دونوں
ہو۔ اسی وجہ سے تم سے سب باتیں کہتی ہوں۔ ورنہ میری جو بات ہے وہ کسی سے کہنے
کے قابل نہیں۔
کملا اب لیٹی نہ رہ سکی۔ اٹھ بیٹھی۔ شیل بھی اٹھ کر اسکے سامنے بیٹھ گئی۔ اسی اندھیرے
میں بستر پر بیٹھی ہوئی کملا نے شادی سے ابتک کے تمام حالات سنانے شروع کئے۔
جب کملا نے کہا۔ شادی سے پیشتر یا شادی کے بعد اس نے اپنے شوہر کو نہیں
دیکھا۔ اسوقت شیل نے کہا۔ تیری طرح سادہ لوح لڑکی تو میں نے دیکھی ہی نہیں۔ میں
تجھ سے بھی چھوٹی تھی جب میری شادی ہوئی تھی۔ کیا تو سمجھتی ہے۔ کہ میں نے شرم کی
وجہ سے اپنے شوہر کو نہیں دیکھا۔
کملا نے کہا۔ دیدی! شرم کی بات نہیں۔ میری شادی کی عمر ہو چکی تھی۔ بلکہ اس سے
کسی قدر تجاوز کر گئی تھی۔ اتنے میں یکایک میری شادی کا تذکرہ چھڑا۔ اس وقت
سکھی سہیلیاں مجھے خوب بنانے لگیں۔ زیادہ عمر میں بر پا کر میں نے جیسے سات لوک
کا دھن پایا۔ اسی وجہ سے ادھر نظر نہیں ڈالی۔ صرف یہی کیوں؟ اسکی نسبت کچھ سوچتے
پر بھی میں دل ہی دل میں شرم سے گڑی جاتی تھی۔ اسوقت بیقدری کی تھی۔ اسی سے لئے

ایک مرتبہ نلنی کانت ڈاکٹر کو تو بلاؤ۔ بنارس میں انکا اور انکی ماں کا گھر گھر تذکرہ رہتا ہے مریض کو دیکھنے کے لئے ڈاکٹر صاحب آئے۔ اور ڈاکٹر کو دیکھنے کے لئے شیل بیچین ہو اٹھی۔ بولی۔ "کمل! آ! جلدا!!

نوین کالی کے مکان میں جو کملا نلنی کانت کو دیکھنے کے لئے بے چینی سے اپنے آپ سے جاتی رہی تھی۔ وہی کملا آج شرم سے اٹھنا نہیں چاہتی تھی۔

شیل نے کہا۔ "دیکھ! میں تیرے ساتھ بہت اصرار نہیں کر سکتی کیونکہ وقت نہیں ہے۔ اما صرف برائے نام بیمار ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی بہت دیر تک نہیں ٹھہرینگے۔ اگر تو زیادہ خوشامد کرائے گی۔ تو پھر۔"

یہ کہکر شیل کملا کو زور سے کھینچ کر دروازہ کے پاس لائی۔ نلنی کانت اما کو اچھی طرح دیکھ سنکر نسخہ لکھ کر چلے گئے۔

شیل نے کملا سے کہا۔ "بدھاتا نے اگرچہ بہت دکھ دیا ہے مگر تیری قسمت بہت اچھی ہے۔ اسوقت اب تجھے دو ایک دن استقلال سے کام لینا ہوگا۔ میں ایسی تجویز ایسی پیش کرونگی۔ کہ ڈاکٹر صاحب بار بار اما کو دیکھنے آئینگے۔ اسلئے ہمیشہ تجھے محروم نہیں رہنا پڑیگا۔"

چکرورتی مہاشے ایک دن ایسے وقت میں ڈاکٹر صاحب کو بلانے گئے تھے۔ کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔ نوکر نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب نہیں ہیں" چکرورتی نے کہا۔ "انکی ماں تو ہیں۔ انہیں خبر دو۔ کہو۔ کہ ایک بوڑھا برہمن ان سے ملنا چاہتا ہے۔"

اوپر سے آواز آئی۔ چکرورتی نے جا کر کہا۔ "ماں! آپکا نام تمام بنارس میں مشہور ہے۔ اسی وجہ سے آپکا درشن کرنے آیا ہوں۔ مجھے اور کوئی خواہش نہیں ہے۔ میری ایک نواسی بیمار ہے۔ نلنی کانت بابو کو بلانے آیا تھا۔ وہ گھر پر نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے سوچا کہ یونہی گھر لوٹ جانا مناسب نہیں۔ آپکے درشن کرتا جاؤں۔"

راج منی نے کہا۔ "نلن ابھی آجائیگا۔ آپ ذرا بیٹھئے۔ آپکے لئے کچھ ناشتہ منگائے دیتی ہوں" تھوڑی دیر بعد کچھ کھانے کی چیزیں آئیں۔ چکرورتی نے کھا لیں تب راج منی

نے کہا "کل میرے یہاں آپکی دعوت ہے۔ قبول کیجئے۔ آج آپکو اچھی طرح کھلا پلا نہ سکی
چکرورتی نے کہا:۔ میں آپ کے پاس ہی رہتا ہوں۔ اگر آپ حکم دیں۔ تو آپکے
نوکر کو اپنا مکان دِکھا دُوں۔
اتنے میں نلنی کانت آ گئے۔ راج متی نے کہا۔ تو چکرورتی مہاشئے سے فیس لینا
چکرورتی نے کہا۔ وہ نہیں لیتے۔
دو چار دن تک باپ بیٹی میں بات چیت ہوتی رہی۔ اِس کے بعد ایک دن چکرورتی
نے کہا۔ بیٹی! چلو۔ ہم لوگ دشاشومیدھ گھاٹ نہا آئیں۔
کملا نے شیل سے کہا: "دیدی! تم بھی چلو نہ!"
شیل نے کہا۔ نہیں بھائی۔ اماں کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔
چکرورتی جس راستہ سے نہانے گئے تھے۔ اُس راستہ سے واپس نہیں آئے۔ کچھ
دُور جا کر دیکھا۔ ایک عورت نہا دھو کر گنگا جل لئے ہوئے آہستہ آہستہ آ رہی ہے۔
کملا کو سامنے لا کر چکرورتی نے کہا: "بیٹی! انہیں پرنام کرو۔ یہ ڈاکٹر صاحب
کی ماں ہیں"
کملا سنکر تحیر میں آ گئی۔ فوراً سر بسجود ہو کر پرنام کیا۔
راج متی نے کہا:۔ کیوں جی! تم کون ہو!۔ دیکھوں! دیکھوں۔ کیا دِلاویز
حسن ہے۔ جیسی ہو بہو لکشمی ہے۔ یہ کہکر اُسنے گھونگھٹ اُٹھا کر اچھی طرح کملا کا منہ
دیکھ کر پوچھا:۔ بیٹی! تمہارا کیا نام ہے؟
کملا کے جواب دینے سے پیشتر ہی چکرورتی نے کہا:۔ "اسکا نام ہری داسی ہے۔"
یہ میری دُور کے رشتے کی بھتیجی ہے۔ اِسکا ماں باپ کوئی نہیں ہے۔ میں ہی پرورش کرتا ہوں
راج متی نے کہا:۔ آئیے۔ چکرورتی مہاشئے! میرے گھر چلئے۔
گھر جا کر راج متی نے نلنی کانت کو پکارا۔ نلنی کانت اُسوقت باہر چلے گئے تھے۔
چکرورتی اور کملا دونوں بیٹھے۔ چکرورتی نے کہا: "دیکھئے میری اِس بھتیجی کی
قسمت بڑی خراب ہے۔ شادی کے دُوسرے دِن بعد ہی اِسکا شوہر سنیاسی ہو گیا

اُسکے ساتھ مُلاقات بھی نہیں ہُوئی۔ اِسکی خواہش ہے۔ کہ دھرم کرم کے ساتھ تیرتھوں میں رہے ـــ دھُرم کے سوا اِسے تسلّی بخش اور کوئی شے نہیں۔ یہاں میرا مکان نہیں ـــ میں ملازم ہُوں ـــ محنت کرکے کسی طرح اپنی گرہستی چلاتا ہُوں۔ میں اِسے لیکر یہاں ہُوں۔ ایسی سہولیت مجھے کہاں ہے؟ اِسی وجہ سے اِسے آپکی شرن میں لایا ہُوں۔ اگر اپنی لڑکی کی طرح آپ اِسے اپنے پاس رکھیں۔ تو میں بفکر ہو جاؤں۔ جب کسی قسم کی تکلیف محسوس ہو۔ تو غازی پور میں میرے پاس بھیج دیجئیگا۔ مگر مجھے پوری اُمید ہے کہ دو دِن اِسے اپنے پاس رکھتے ہی یہ اپنی خدمات سے آپکو گردیدہ بنا لیگی۔ پھر دَم بھر کے لئے بھی آپ اِسے نہ چھوڑ سکیگی؟

راج منی نے خوش ہوکر کہا:۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ایسی لڑکی کو آپ میرے پاس رکھتے جا رہے ہیں ـــ اِس سے زیادہ میری خوش نصیبی اور کیا ہوگی؟ میں رستہ سے آتی ہوئی کتنی لڑکیوں کو دیکھ دیکھ کر اپنے ساتھ لاتی تھی۔ اُنہیں کھلاتی پلاتی تھی۔ مگر اُنہیں رکھ تو نہیں سکتی تھی۔ اب ہری داسی میری ہی ہوئی ـــ آپ اِسکے لئے کچھ فکر نہ کیجئیگا۔ میرے لڑکے کی بابت تو آپ نے عام طور پر سُنا ہوگا۔ نلنی ـــ کانت ـــ وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ اُسے چھوڑ کر گھر میں اور کوئی نہیں۔"

چکرورتی نے کہا:۔ "نلنی کانت کا نام تو سب جانتے ہی ہیں۔ وہ یہاں آپ ہی کے پاس ہیں۔ یہ معلوم کرکے مجھے اور بھی بےفکری ہوئی۔ میں نے سُنا تھا۔ کہ شادی کے بعد اُنکی بیوی پانی میں ڈوب کر مر گئی۔ اِسکے بعد سے وہ اب تک برہمچاریوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔

راج منی نے کہا:۔ جو ہونیوالا تھا۔ ہُوا ـــ وہ باتیں اب جانے دیجئے۔ خیال آتے ہی میرا سینہ شق ہو جاتا ہے۔

چکرورتی نے کہا:۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں لڑکی کو آپ کے پاس چھوڑ کر رخصت ہُوں۔ کبھی کبھی آکر دیکھ جایا کرونگا۔ اِسکی ایک بڑی بہن ہے۔ وہ بھی آپکو پرنام کرنے آئے گی۔

کملا نے کہا "میں گھر کا تمام کام کاج جانتی ہوں"۔
راج منی نے کہا ۔"واہ آن پورنا کی طرح تو تمہارا چہرہ ہے۔ اگر تم کھانا پکانا جانتی تو اور کون جانے گا؟ آج تک میں نلنی کانت کو خود ہی پکا کر کھلاتی تھی۔ وہ سوائے میرے ہات کے اور کسی کے ہات کا نہیں کھاتا۔ چلو بیٹی! میں تمہیں اپنا رسوئی گھر اور بھنڈار گھر دکھا دوں"۔
یہ کہکر راج منی نے اپنا وہ مختصر مکان اسے دکھایا۔ کملا نے جھجکتے جھجکتے اپنی درخواست پیش کی۔ بولی :" ماں! مجھے آج کھانا پکانے دو نہ"۔
راج منی کسی قدر مسکرا کر بولیں " گھبراتی کیوں ہو۔ آہستہ آہستہ تمام بار تمہیں پر پڑیگا۔ اچھا پکاؤ"۔
کملا کھانا پکانے میں مصروف ہوئی۔ نلنی کانت باہر سے آتے ہی ماں کے پاس پہنچتے تھے۔ ماں کی فکر انہیں ہر وقت رہتی تھی۔ آج مکان میں قدم رکھتے ہی رسوئی خانہ سے طرح طرح کے کھانوں کی بوئے خوش نے اور آواز نے انہیں روک لیا۔ ماں اسوقت کھانا پکا رہی ہیں۔ اس خیال سے وہ دروازے کے سامنے آکھڑے ہوگئے۔
پاؤں کی آہٹ سنکر کملا پیچھے پھر کر دیکھنے لگی۔ اتنے میں نلنی کانت سے اسکی آنکھیں چار ہوئیں۔ فوراً اس نے گھونگھٹ نکالنے کی بے سود کوشش کی۔ منیجر نلنی کانت اس وقت وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد کملا نے جب چمچہ اٹھایا۔ تو اسکا ہات کانپ رہا تھا۔
پوجا وغیرہ سے فارغ ہوکر جب راج منی رسوئی خانہ میں گئی۔ تو دیکھا۔ کہ کھانا تیار ہوچکا ہے۔ چوکا صاف ہے۔ راج منی بہت خوش ہوئیں۔ بولیں بیٹی ۔ تم برہمن کی لڑکی ہو۔
نلنی کانت کھانا کھانے بیٹھے۔ راج منی بھی سامنے بیٹھیں۔ اور ایک شرم و حیا میں ڈوبی ہوئی لڑکی کان لگائے دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ ہلنے تک کا بھی حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ خوف سے مری جاتی تھی۔ کہیں اس کے ہات کا پکا ہوا کھانا خراب نہ ہو"۔

راج منی نے پوچھا :- نلن! آج کھانا کیسا ہے؟

نلنی کانت عرصہ سے اس کوشش میں تھے۔ کہ کھانا پکانے کے لیے کوئی مشراتی رکھ لی جائے۔ مگر کامیاب نہ ہوتے تھے۔ آج ایک نئی مشرانی کو دیکھکر وہ بہت خوش ہوگئے۔ بولے ہر چیز نہایت لذیذ و خوش ذائقہ ہے۔

پس پردہ کھڑی ہوئی کملا یہ حوصلہ آمیز گفتگو سنکر کھڑی نہ رہ سکی۔ اسنے جلدی جلدی پاس کے ایک کمرے میں گھس کر اپنے جذبات سے بھرپور سینہ کو دونوں ہاتھوں سے دبا لیا۔

شام کو راج منی نے کملا کو بلا کر خود ہی اسکا جوڑا باندھ کر ماتھے پر سیندور رچا دی بار بار اسکا منہ اچھی طرح دیکھنے لگی۔ کملا شرم سے آنکھیں نیچی کئے ہوئے بیٹھی رہی راج منی نے دل ہی دل میں کہا :- "ہا! اگر میں بھی اسی طرح کی ایک بہو پاتی!"

اسی رات کو راج منی کو بخار آیا۔ نلنی کانت گھبرا کر بولے :- "ماں! تمہیں میں کچھ دنوں کیلئے کاشی سے کہیں اور لیجاؤنگا۔ یہاں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔"

راج منی نے کہا :- "نہیں بیٹے! یہ نہیں ہوگا۔ دو چار دن زندہ رہنے کی آس پر مجھے کاشی چھوڑ کر کہیں لیجاؤگے۔ یہ نہیں ہوگا۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ او کیوں بیٹی؟ تم تو دروازے کے پاس کھڑی ہو۔ جاؤ۔ جاؤ۔ سونے جاؤ۔ تمام رات جاگنے سے کام نہیں چلیگا۔ میں تو صرف چند دنوں کی مہمان ہوں۔ سب کچھ تمہیں کو دیکھنا سننا ہوگا۔ نلن! تو بھی جا۔ رات زیادہ آگئی۔

نلنی کانت کے جاتے ہی کملا راج منی کے پلنگ پر بیٹھکر ان کے پاؤں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ راج منی نے کہا :- دوسرے جنم میں تم یقیناً میری بیٹی تھیں۔ ورنہ تمہیں اسطرح کیونکر پاتی؟ دیکھو! میری عادت ہے۔ کہ میں کسی سے خدمت نہیں لیتی۔ مگر تم جب میرے جسم پر ہاتھ رکھتی ہو۔ تو میرا کلیجہ جیسے ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ تعجب یہی ہے۔ کہ اس قدر جلد تم نے مجھے کیونکر موہ لیا؟ جاؤ بیٹی! اب تم سونے جاؤ۔ پاس کے مکان میں ہی نلن رہتا ہے۔ میں تو ذرا جلد گھبرا جاتی ہوں۔ مگر وہ نہیں گھبراتا۔ بیٹی! معلوم ہوتا ہے کہ میری ان باتوں سے تم دل ہی دل میں ہنستی ہو۔ سوچ رہی ہو۔ کہ نلن کی بات شروع

ہونے سے پھر اُسکا خاتمہ نہیں ہوگا۔ ہاں! بیٹی! یہ بات ٹھیک ہے۔ جس کے ایک لڑکا رہتا ہے۔ اُسکی یہی حالت ہوتی ہے۔ اور نلن جیسے لڑکے ہی کس کے ہوتے ہیں۔ وہ بیچارہ جس قدر میری خدمت کرتا ہے۔ کیا میں کسی طرح اُسکے لئے کچھ کر سکتی ہوں ــــ یہ دیکھو۔ پھر اُسی کا ذکر ـــ مگر اب اور نہیں۔ جاؤ بیٹی! تم سونے جاؤ۔ نہیں نہیں۔ یہ کبھی نہ ہوگا ـــ تم جاؤ۔ تم جب تک یہاں رہوگی مجھے نیند نہیں آئے گی۔ بوڑھے شخص کے پاس اگر کوئی رہے۔ تو اُسے بک بک کرنے کی ہی سوجھتی ہے۔

دوسرے دن سے کملا نے ہی تمام گرہستی کا بار اپنے سر پر لیا۔ نلنی کانت نے آنگن کے پاس ہی ایک چھوٹا سا کمرہ بنا لیا تھا۔ اُسی میں بیٹھکر بھجن بندگی کرتے تھے پاس ہی ایک چھوٹی سی الماری میں چند مجلد کتابیں رکھی تھیں۔

کملا صبح صبح کھنشی میں گنگا جل لیکر راج منی کے بستر کے پاس آموجود ہوئی۔ اُنہوں نے اُسے نہائے دھوئے دیکھکر کہا:۔ "یہ کیا ماں! تم اکیلے ہی گھاٹ گئی تھیں میں آج صبح سے ہی سوچ رہی تھی۔ کہ میری طبیعت آج خراب ہے۔ تم کس کے ساتھ سنان کرنے جاؤ گی؟ مگر تم ابھی کمسن ہو۔ اس طرح اکیلے ــــ"

کملا نے کہا:۔ "ماں! میرے باپ کے گھر میں ایک نوکر تھا۔ مجھے یہاں دیکھتے ہی وہ آگیا۔ اُسی کو ساتھ لے کر گئی تھی۔

راج منی نے کہا:۔ "معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری چاچی گھبرا اٹھیں۔ اسی لئے نوکر کو بھیجا ہے ـــ بہت اچھا ہوا۔ اُسے اپنے پاس ہی رکھ لو۔ کام کاج میں مدد ملیگی۔ وہ کہاں ہے۔ ذرا بُلاؤ تو!

کملا اُمیش کو لیکر حاضر ہوئی۔ اُمیش کے پرنام کرتے کرتے راج منی نے پوچھا:۔ تیرا نام کیا ہے؟

اُس نے کہا:۔ میرا نام اُمیش ـــ یہ کہکر وہ مُسکرانے لگا۔

راج منی نے پوچھا:۔ تجھے یہ کپڑا کس نے دیا تھا؟

اُمیش نے کملا کی طرف دیکھ کر کہا ـــ ماں نے دیا ہے۔

اُمیش کی مدد سے کملا نے تمام کام ختم کر کے خود ہی نلنی کانت کے کمرے میں جھاڑو لگایا۔ بستر دھوپ میں ڈالا۔ نلنی کانت کی ایک میلی دھوتی پڑی ہوئی کملا نے اُسے خوب صاف کر کے چُن کر الگنی پر رکھدی۔ سرہانے ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی۔ اُسے کھول کر دیکھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ صرف نلنی کانت کا ایک جوڑا کھڑاؤں رکھا ہوا تھا۔ جلدی سے وہ کھڑاؤں اُٹھا کر کملا نے اسے نمسکار کیا اور بچوں کی طرح سینہ سے لگا کر بار بار اسکی مٹی صاف کرنے لگی۔

شام کو کملا راج منی کے پاس بیٹھی ہوئی اُنکے پاؤں پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اتنے میں ہیم نلنی ایک پھولوں کا گلدستہ لیکر گھر میں داخل ہوئی۔ اور راج منی کو پرنام کیا۔

راج منی اُٹھ بیٹھی۔ بولی۔ آؤ۔ آؤ۔ ہیم! بیٹھو۔ بابو آنند جی تو اچھے ہیں؟

ہیم نلنی نے کہا:۔ ان کی طبیعت خراب تھی۔ اِس وجہ سے کل نہیں آسکے۔ مگر آج وہ اچھے ہیں۔

کملا کو دکھا کر راج منی نے کہا:۔ یہ دیکھو بیٹی! بچپن میں میری ماں مر گئی تھی۔ اتنے دنوں بعد پھر پیدا ہوئی۔ اور راستہ میں یکایک مجھے مل گئی۔ میری ماں کا نام ہری بھاتی تھا۔ اس مرتبہ ہری داسی نام رکھا ہے۔ مگر ہیم! ایسی لکشمی مورتی تم نے اور بھی کہیں دیکھی ہے۔ بتاؤ تو!

کملا نے شرم سے منہ نیچا کر لیا۔ آہستہ آہستہ ہیم نلنی سے اُس کا تعارف ہو گیا۔

ہیم نلنی نے راج منی سے پوچھا:۔ ماں! آپکی طبیعت تو اچھی ہے؟"

راج منی نے کہا:۔ دیکھو! میری عمر ہو چکی۔ اب کیا پوچھتی ہو۔ جب تک جیتی ہوں۔ تم سے کچھ دنوں سے کہنے کو سوچ رہی تھی۔ آج تم نے خود ہی سوال کیا۔ کل رات کو جب پھر مجھے بخار آیا۔ اُسوقت میں نے ارادہ کیا تھا۔ کہ اب دیر کرنا درست نہیں۔ بچپن میں مجھ سے اگر کوئی شادی کا تذکرہ کرتا۔ تو میں شرم سے مر جاتی۔ مگر تمہاری تو ویسی تعلیم نہیں۔ تم پڑھی لکھی ہو۔ عمر بھی زیادہ ہے۔ تم سے یہ سب باتیں کہنے میں میں کوئی خرابی نہیں سمجھتی۔ اسی لئے کہتی ہوں۔ تم مجھ سے شرمانا نہیں اچھا

بتاؤ تو سہی۔ اس دن تمہارے باپ سے جو میں نے کہا تھا۔ اُسکے متعلق تم سے کوئی بات چیت ہوئی۔

ہیم نلنی نے سر جھکا کر کہا: "ہاں ہوئی تھی!"

راج منی نے کہا: "مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم نے پسند نہیں کیا۔ ورنہ بابو آنند چندر مجھ سے اُسی دن ذکر کرتے۔ تم نے سوچا ہوگا۔ کہ نلنی کانت سنیاسی ہے۔ وہ شادی کیوں کریگا؟ تم نے میری نلنی کانت سے دیکھا ہی ہے۔ اگر میں اسکے ہات میں تمہیں سونپ کر مروں۔ تو کیا اچھا ہو۔ بہن میں تو خوب جانتی ہوں۔ کہ میری موت کے بعد وہ شادی نہ کریگا اُسوقت اُسکی کیا حالت ہوگی؟ بہن میں خوب جانتی ہوں۔ کہ نلنی کانت پر تمہاری بڑی شردھا ہے۔ پھر کیوں لیت و لعل سے کام لیتی ہو؟"

ہیم نلنی نے کہا: "ماں! اگر تم مجھے اس قابل سمجھتی ہو۔ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں"

یہ سنکر راج منی نے ہیم نلنی کو اپنے پاس کھینچ لیا۔ اور اسکا منہ چوم لیا۔ اِسکے بعد اس معاملہ میں پھر اور کوئی بات نہیں ہوئی۔

"ہری داسی! یہ پھول وغیرہ" کہتے کہتے نظر اُٹھا کر دیکھا۔ تو وہاں ہری داسی نہیں تھی۔ وہ سوچنے لگیں۔ پاؤں کی آہٹ بھی نہیں سُنی۔ پھر یہ کہاں چلی گئی؟

کچھ دیر بعد ہیم نلنی چلی گئی۔ نلنی کانت آئے۔ راج منی نے کہا: "میں اب میں دیر نہیں کر سکتی"

نلنی کانت نے کہا: "کیا بات کیا ہے؟"

راج منی نے کہا: "میں نے آج ہیم نلنی سے تمام باتیں صاف صاف کہی تھیں — وہ تو رضی ہو گئی ہے۔ اب میں تمہارا کوئی جواب سننا نہیں چاہتی جب تک تیرا کوئی ٹھور ٹھکانا نہیں ہوجاتا۔ مجھے چین نہیں آتا۔ آدھی رات کو میری آنکھ کھل گئی تھی۔ اُسوقت سے میں برابر یہی سوچ رہی ہوں"

نلنی کانت نے کہا — "اچھا ماں! تم اچھی طرح سوچو۔ جو کہوگی۔ وہی ہوگا۔"

نلنی کانت کے چلے جانے پر راج منی نے آواز دی — "ہری داسی"

میں نظر آتی ہے۔ اُس وقت کچھ عرصہ کے لئے دِل جیسے چھوٹا ہو جاتا ہے۔ ہیم نلنی کی بھی بعینہ یہی حالت ہوئی۔ اُس نے اپنی زندگی کے ایک حصّہ میں مکمل استقلال سے پیدا ہوئی۔ شانتی کا جلوہ دیکھا۔

گھر میں آکر ہیم نلنی نے سوچا۔ "اگر آج ماں زندہ ہوتیں۔ تو میں اُن سے اِس بات کا تذکرہ کر کے اُنکا کلیجہ ٹھنڈا کرتی۔ بابا سے کیسے یہ تمام باتیں کہونگی"۔

کمزوری کی وجہ سے آج جب بابو آنند چرن وقت سے پیشتر سونے گئے۔ تب ہیم نلنی ایک کھاتا نکال کر اُس سنسان رات میں خوابگاہ کی میز پر رکھ کر لکھنے لگی "میں موت کے جال میں بُری طرح پھنسکر تمام دُنیا سے متنفر ہوگئی تھی۔ مگر اس سے نکال کر ایشور پھر مجھے ایک نئی زندگی دینگے۔ یہ میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ آج اُسکے چرنوں میں ہزاروں بار پرنام کر کے نئے فرائض انجام دینے کے لئے تیار ہوئی ہوں۔ میں کسی طرح اِس اعزاز کے قابل نہیں۔ ایشور مجھے امتحان میں پورا اُترنے کے لئے حوصلہ دیں۔ جنکی زندگی کے ساتھ میری یہ حقیر زندگی ہم آہنگ ہونے کے لئے چلی ہے۔ وہی مجھے ہر قسم کی قابلیت عطا کرینگے۔ اِس پر مجھے پورا پورا بھروسہ ہے میں اپنے آپکو اُن پر اچھی طرح نچھاور کر سکوں۔ ایشور سے پرارتھنا کرتی ہوں۔ کہ وہ مجھے ایسی قابلیت دیں"۔

اسکے بعد کتاب بند کر کے ہیم نلنی اُسی ستاروں سے مزین تاریک مگر خاموش ہوئی سرما کی رات میں کنکروں سے بچھی ہوئی باغیچہ کی سڑک پر ٹہلتی رہی۔ لامحدود آسمان نے اُسکے آنسوؤں سے دھوئے ہوئے دِل میں پُر سکون طمانیت کی رُوح پھونک دی۔

دُوسرے دن تیسرے پہر جب آنند چرن ہیم نلنی کو ساتھ لیکر نلنی کانت کے مکان جانے کے لئے تیار ہوئے۔ عین اُسی وقت اُن کے مکان کے سامنے ایک گاڑی آکھڑی ہوئی۔ کوچ بکس سے نلنی کانت کا ایک نوکر اُترا۔ اور اُس نے اطلاع دی۔ کہ ماں آئی ہیں۔

آنند چرن جلدی جلدی دروازے پر آئے۔ راج منی گاڑی سے اُتریں آنند چرن

نے کہا:- آج میری خوش نصیبی کا ٹھکانا نہیں۔

راج منی نے کہا:- آج آپکی لڑکی کو دیکھ کر آشیرباد دونگی۔ اسی لئے آئی ہوں۔

یہ کہکر وہ مکان میں داخل ہوئیں۔ ہیم نلنی کپڑے پہنے باہر جانے کے لئے تیار تھی اُسے پاس بٹھاکر بولیں۔ ایشور تمہارا سہاگ اچل کرے۔ یہ کہکر اُنہوں نے سونے کے دو بالے پیش کئے۔ ہیم نلنی نے وہ بالا پہنکر پرنام کے لئے سر جھکایا۔ راج منی نے اُسکا منہ چوم لیا۔ اِس آشیرباد سے ہیم نلنی کا دل بھرپور ہوا تھا۔

دوسرے دن جب ہیم نلنی وغیرہ باہر جانے کے لئے تیار رکھے۔ اتنے میں ایک گاڑی آئی۔ اسباب اُترنے لگا۔ ہیم نلنی نے یکایک چونک کر کہا۔ دادا آگئے۔ جوگیندر نے گاڑی سے اُتر کر پوچھا:- ہیم! اچھی تو ہو؟

ہیم نلنی نے پوچھا:- تمہاری گاڑی میں اور بھی کوئی ہے؟

جوگیندر نے ہنستے ہوئے کہا:- ہے تو سہی! ہرج ہی کیا ہے۔

اتنے میں رمیش گاڑی سے اُترا۔ ہیم نلنی ایکبار دم بھر کے لئے آنکھیں چار ہوتے ہی فوراً پیچھے ہٹ گئی۔

جوگیندر نے پکارا:- ہیم جانا نہیں۔ بات کہنی ہے سُنو۔

یہ آواز ہیم نلنی کے کانوں تک بھی نہ پہنچی --- وہ جیسے کسی پریتاتما کے مقابلہ سے اپنے آپکو بچانے کے لئے جلدی سے بھاگ گئی۔

رمیش تھوڑی دیر کے لئے ایکبار چونک اُٹھا --- رہے یا جائے کچھ نہ سوچ سکا جوگیندر نے کہا:- رمیش! آؤ۔ بابا باہر بیٹھے ہیں۔ یہ کہکر رمیش کا ہات پکڑ کر وہ کھینچ لایا۔

آنند چرن دور سے رمیش کو دیکھ کر حواس باختہ ہوگئے۔ وہ سر پر ہات پھیرتے پھیرتے سوچنے لگے۔ یہ اب کیا رکاوٹ آموجود ہوئی۔

رمیش نے آنند چرن کو پرنام کیا۔ آنند چرن نے جوگیندر سے کہا:- تم اچھے وقت پر آئے۔ میں تو تمہیں بلانے ہی والا تھا۔

جوگیندر نے پوچھا:- کیوں؟

آنند چرن نے کہا:- ہیم کے ساتھ نلنی کانت کی شادی طے ہو گئی ہے۔ کل نلنی کانت کی ماں ہیم نلنی کو دیکھ کر آشیرباد دیئے گئے ہیں۔

جوگیندر:- بابا! شادی کی بحث ویزہ ہو گئی۔ مگر آپ نے مجھ سے بالکل نہ پوچھا۔

آنند چرن:- جوگیندر! تم کبھی کچھ کہتے ہو۔ اور کبھی کچھ!! اسکا کوئی ٹھکانہ نہیں ہیں تو نلنی کانت کو جانتا بھی نہ تھا۔ تمہیں نے تو شادی کی نسبت تجویز پیش کی تھی۔

جوگیندر:- اسوقت تو کہا تھا۔ مگر اب بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ پہلے وہ سب سُن لو۔ پھر جو مناسب ہو۔ وہی کرنا۔

آنند چرن:- اچھا! اسوقت تو میں جاتا ہوں۔ پھر دیکھا جائیگا۔ آج میرا اور ہیم نلنی کا نلنی کانت کے یہاں نیوتہ ہے۔ تم تو گھر پر ہی ہو۔

جوگیندر نے کہا۔ آپ میرے لئے فکر نہ کریں۔ میں رمیش کو لیکر کسی ہوٹل میں جاتا ہوں۔ شام تک آپ آئینگے۔ میں بھی آجاؤنگا۔ یہ کہکر اس نے باپ کو نمسکار کیا۔ اور دونوں روانہ ہوئے۔

(۵۷)

راج منی نے کملا سے جا کر کہا:- بیٹی! کل ہیم اور اُسکے باپ کی دعوت ہے۔ کل انہیں کیا کھلانا چاہئے۔ بتا تو سہی! آج تیرا چہرہ بہت اُترا ہوا ہے۔ طبیعت تو اچھی ہے نہ؟

کملا کے متفکر چہرہ سے کسی قدر ہنسی کی شعاع نظر آئی۔ بولی:- ماں! اچھی ہوں

راج منی نے سر جھکا کر کہا:- معلوم نہیں۔ تمہاری طبیعت کیسی ہو رہی ہے۔ جو ہو۔ کہو۔ شرمانے کی کیا بات ہے؟ مجھے کوئی دوسرا نہ سمجھو۔ میں تمہیں اپنی لڑکی کی طرح ہی دیکھتی ہوں۔ اگر یہاں کسی قسم کی تکلیف ہو۔ یا تم اپنے کسی رشتہ دار سے ملنا چاہو۔ تو مجھ سے بغیر کہے کیسے چلیگا؟

کملا نے بیتابانہ انداز سے کہا:- نہیں ماں! میں تمہاری خدمت کرنے کے

سوا اور کچھ نہیں چاہتی۔

راج منی نے یہ بات نہیں سُنی۔ اُس نے کہا :۔ "نہ ہو۔ تو تم کچھ دِنوں کے لئے چکرورتی مہاشے کے یہاں چلی جاؤ۔ اِسکے بعد جب جی چاہے۔ پھر چلی آنا۔"

کملا بیچین ہو گئی۔ بولی :۔ "ماں! میں جب تک تمہارے پاس ہوں۔ دُنیا میں کسی شخص کے لئے بھی فکر نہیں کرتی۔ اگر میں کبھی کوئی قصور بھی کروں۔ تو تم جو چاہو۔ سزا دینا۔ مگر اپنے چرنوں سے کبھی دُور نہ کرنا۔"

راج منی نے کملا کے سر پر ہات پھیر کر کہا :۔ "بیٹی! اسی وجہ سے تو کہتی ہوں۔ کہ تم پچھلے جنم میں میری ماں تھیں۔ ورنہ دیکھنے سے ہی اتنی محبت کیوں پیدا ہو جاتی جاؤ۔ بیٹی۔ اب سو رہو۔ رات بہت گئی۔ تمام دِن تو کام ہی کرتی رہتی ہو۔"

کملا اپنی خوابگاہ میں گئی۔ اور چراغ بُجھا کر اندھیرے میں زمین پر بیٹھ رہی۔ اور بہت دیر تک بیٹھی ہوئی بہت کچھ سوچتی رہی۔ "قسمت کی بات! جس کا میں نے سہارا لینا چاہا تھا۔ اُس سے میں محروم ہو گئی۔ یہ کیسے ہو گا؟ سب کچھ چھوڑنے کے لئے دِل کو تیار کرنا پڑیگا۔ صرف سیوا کرتی ہوئی۔ جس طرح ہو گا۔ کرنا ہو گا۔ اِسی اُمید پر زندہ رہنا ہو گا۔ ایشور مجھے ایسی طاقت دیں۔ کہ میں ہنستے کھیلتے یہ جذبات انجام دُوں۔ جو کچھ دُکھ مقدر میں ہے۔ اُسے ہنسی خوشی سے برداشت کروں۔ اگر کچھ دُکھ بھی محسوس کیا۔ تو سب کھو جائے گا۔"

یہی سوچکر وہ بار بار یکسوئی سے اِرادہ کرنے لگی :۔ "کل سے میں کسی دُکھ کو اپنے دِل میں جگہ نہیں دُونگی۔ دم بھر کے لئے اپنے چہرے پر ملال نہ آنے دُونگی۔ صرف خدمت کرونگی۔ جب تک زندگی ہے۔ یہی کرنا ہو گا۔ رنج و غم سے کبھی آزردہ خاطر نہ ہونگی نہ ہونگی۔"

اسکے بعد کملا سونے گئی۔ کروٹ بدلتے بدلتے نیند آئی۔ رات کو دو تین بار نیند اُچٹ گئی۔ پھر جھپٹ بڑبڑانے لگی :۔ "میں کچھ نہ چاہونگی۔ نہ چاہونگی۔" صبح کے وقت وہ بستر سے اُٹھ کر ہات جوڑ کر بیٹھی۔ اور یکسُو ہو کر کہا :۔ "میں مرتے دم تک

تمہاری خدمت کرونگی۔ اور کچھ نہ چاہونگی۔ نہ چاہونگی۔ نہ چاہونگی۔"
یہ کہتے کہتے ہات منہ دھویا۔ کپڑے بدلے۔ اور نلنی کانت کے اُسی چھوٹے سے دُم اُپاسنا مندر میں گئی۔ اپنے آنچل سے تمام مکان صاف کیا۔ اور جلدی سے گنگا سنان کرنے گئی۔ نلنی کانت کے منع کرنے کی وجہ سے راج منی نہانے نہیں جاتی تھیں۔ اسی وجہ سے اُمیش کو ساتھ جانا پڑتا تھا۔"
نہانے دھونے سے فارغ ہو کر کملا گھر آئی۔ اور دعوت کی تیاریاں کرنے لگی۔ اتنے میں نلنی کانت آ گئے۔ اُنہیں دیکھتے ہی کملا نے بھیگے ہوئے بالوں پر جلدی سے گھونگھٹ نکال لیا۔ نلنی کانت نے کہا:۔ ماں! آج پھر تم نہانے کی تیاریاں کر رہی ہو؟
راج منی نے کہا:۔ نلن! تو اپنی ڈاکٹری الگ رکھ۔ صبح صبح جو گنگا سنان نہیں کرتا۔ وہ امر نہیں ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ تو کہیں جا رہا ہے۔ جلد آنا۔
نلنی کانت نے پوچھا:۔ کیوں؟
راج منی نے کہا:۔ میں کل تجھ سے کہنا بھول گئی۔ آج بابو آنند چرن تجھے آشیرباد دینے آئینگے۔
نلنی کانت:۔ آشیرباد دینے آئینگے۔ یکایک میرے اوپر اس قدر خوش ہوئے اُن سے تو میری روز ہی ملاقات ہوتی ہے۔
راج منی۔ میں کل ہیم نلنی کو ایک جوڑا بالا دے آئی ہوں۔ اب اگر آنندا بابو تجھے آشیرباد دینے نہ آئیں۔ تو کیسے چلیگا۔ جو ہو۔ تو جلد واپس آنا۔ وہ کھانا بھی نہیں کھائینگے۔ یہ کہکر راج منی نہانے گئیں۔ اور نلنی کانت سر نیچا کر کے چلے گئے۔

(۵۸)

ہیم نلنی رمیش کے پاس سے اُلٹے پاؤں واپس آ کر کمرے کا دروازہ بند کر کے بستر پر بیٹھ گئی۔ پہلی اُلجھن کے رفع ہوتے ہی شرم نے اُسے گھیر لیا۔ وہ سوچنے لگی کیوں نیں رمیش بابو سے آنکھ نہ ملا سکی جس کی اُمید نہ تھی۔ یکایک اُس نے کیوں

یہ بات کیا راج منی نے ہیم نلنی کو سنانے کے لئے کہی تھی ؟ وہ سوچنے لگی۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟
نلنی کانت کو آنے میں بہت دیر بھی ہوئی۔ راج منی بولیں۔ نلنی کانت کو تمہارے آنے کی خبر تھی۔ مگر پھر بھی وہ اب تک نہیں آیا۔ اُسے چاہیئے تھا۔ کہ وہ آج کام کم کرتا۔ اتنا کہکر انتظام ٹھیک ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے راج منی اندر گئیں۔ انکی خواہش تھی کہ وہ کملا اور ہیم نلنی کو باتوں میں لگا دیں۔ اور خود آنند چرن کے ساتھ بات چیت کریں انہوں نے دیکھا کہ کملا رسوئی گھر میں چپ چاپ بیٹھی ہے۔ اُسنے دیکھا۔ کہ تمام کام ختم ہو چکا ہے۔ مگر کملا کا چہرہ سُرخ ہو رہا ہے۔ وہ چونک اُٹھیں۔ تحیرانہ انداز سے بولیں "میرا خیال تھا کہ تم کھانے پکانے کا تمام کام ختم کر چکی ہو"
کملا نے کہا: "کھانا سب تیار ہے"
راج منی نے کہا: "بیٹی! یہاں چپ چاپ کیوں بیٹھی ہوئی ہو؟ آنند چرن بوڑھے آدمی ہیں۔ انکے سامنے نکلنے میں شرم کیا ہے؟ ہیم آئی ہے اُسے بُلاکر ذرا بات چیت کرو۔ میں بوڑھی عورت ہوں۔ میرے ساتھ اسکا جی نہیں لگیگا۔
کملا نے جھجک کر کہا: "ماں! میں اُسکے ساتھ کیا بات چیت کرونگی۔ وہ کتنی لکھی پڑھی ہے۔ اور میں تو کچھ بھی نہیں جانتی"
راج منی نے کہا: "یہ کیا بات؟ بیٹی! تم کس سے کم ہو؟ لکھنا پڑھنا سیکھ کر خواہ وہ اپنے آپکو کتنا ہی بڑا کیوں نہ سمجھیں۔ مگر تم سے زیادہ عزت پانے کی وہ کبھی مستحق نہیں کتاب پڑھنے سے سب فاضل ہو گئے ہیں۔ مگر تمہاری جیسی لکشمی ہونا کیا سب کے مقدر میں ہے۔ آؤ۔ بیٹی۔ آؤ۔ مگر اس طرح کب تک چلیگا۔ تمہیں میں ایسے زیور سے آراستہ کرونگی کہ لوگوں کی آنکھیں چوندھیا جائینگی۔
آج راج منی نے ہیم نلنی کا غرور توڑنے کے لئے پورے طور سے مستعد تھی جس میں بھی وہ اُسے اِس کم تعلیمیافتہ لڑکی کے سامنے خفیف کرنا چاہتی تھی۔ کملا کو کچھ کہنے سُننے کا موقع نہ ملا۔ راج منی نے اُسے اچھی طرح سجا دیا۔ ریشمی ساڑی پہنا دی نئے طرز کا جوڑا باندھ دیا۔ بار بار اُسکا مُنہ پھیر کر دیکھا۔ اور محبت سے بھر پور ہو کر کہتی با رُمنہ چوم

کر کہا۔ یہ تو محل کی رانی ہونے کے قابل ہے ؛

کملا نے بیچ بیچ میں کئی بار کہا۔ ماں! وہ لوگ اکیلے بیٹھے ہیں۔ دیر بہت ہو رہی ہے
راج منی نے کہا:- بیٹی دیر ہوتی ہے۔ تو ہونے دو آج میں بغیر تمہارا بناؤ سنگار کئے نہ
اٹھوں گی ؛

جب کملا بن سنور چکی۔ تو راج منی کملا کو لیکر چلیں۔ آؤ بیٹی! ... شرماؤ نہیں
۔ تمہیں بیچارے کالج میں پڑھی ہوئی انگریزی خیالات کی دلدادہ نازنین شرم سے پانی
پانی ہو جائے گی۔ تم سب کے سامنے سر اٹھا کر کھڑی ہو سکتی ہو۔

یہ کہکر راج منی کملا کو زبردستی اس کمرہ میں لے گئیں۔ جہاں بابو اندو بھوشن اور
ہیم نلنی بیٹھی ہوئی تھیں۔ نلنی کانت بیٹھے ہوئے ان سے بات چیت کر رہے تھے۔
کملا جلدی جلدی واپس آنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔ ! لی ماں! شرم کس بات کی اور
کیوں ؟ سب اپنے آدمی ہیں ؛

کملا کو بنا سنوار کر راج منی دل ہی دل میں ایک طور پر فخر کر رہی تھیں۔ اُسے
دیکھ کر سب انگشت بدنداں رہ جائیں۔ یہی انکی خواہش تھی۔ بیٹے کے عزیز دوست
نلنی کانت پر ہیم نلنی کی متحقرانہ نگاہیں دیکھ کر جوش میں آگئی تھیں۔ اگر آج نلنی کانت نے
ہیم نلنی کو کسی طرح نیچا دکھا سکیں۔ تو انکی خوشی کی انتہا نہ رہے!

کملا کو دیکھ کر سب چونک اٹھے۔ ہیم نلنی سے جس دن اسکا تعارف ہوا تھا۔ اس
وقت کملا میں ذرا بھی بناؤ سنگار کا ٹھاٹ نہیں تھا۔ وہ مغموم و ہراساں ہوکر ایک
کنارے چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور وہ بھی بہت دیر تک نہیں۔ اس دن اسے
اچھی طرح دیکھا بھی نہیں تھا۔ آج دم بھر کے لئے وہ حیرت میں آگئی۔ اسکے بعد اٹھ
کھڑی ہوئی۔ اور شرمسار کملا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس لے گئی ؛

راج منی نے سوچا۔ کملا فاتح ہوئی۔ سب نے دل ہی دل میں تسلیم کیا۔ کہ ایسا
حسن ہزاروں میں ہی دیکھنے میں آسکتا ہے۔ اسوقت انھوں نے کہا۔ جاؤ بیٹی! تم ہیم کو
اپنے کمرے میں لیجاؤ۔ اور گپ شپ کرو۔ میں تب تک کھانے پینے کا انتظام کرتی ہوں۔

کملا کے دل میں ایک ہلچل مچ گئی۔ وہ سوچنے لگی۔ ہیم نلنی مجھے کیسی لگیگی۔ کون جانے؟ یہی ہیم نلنی ایک دن اس گھر کی بہو ہو کر آئیگی۔ مالکہ بنیگی۔ اسکی ترجمانہ نگاہوں کی کملا ہر وقت خواہشمند رہیگی۔ اِس گھر کی مالکہ ہونیکا حق اُسی کو حاصل تھا۔ مگر یہ بات وہ دل میں کبھی نہ لانا چاہتی تھی۔ حسد کو وہ کسی طرح جگہ دینے پر تیار نہ تھی۔ اُسکا کوئی زور دار دعوٰے نہیں۔ اِسی وجہ سے ہیم نلنی کے ساتھ جاتے ہوئے اُسکے پاؤں کانپنے لگے۔

ہیم نلنی نے آہستہ آہستہ کملا سے کہا:۔ "تمہاری سب باتیں میں نے ماں کے منہ سے سُنی ہیں۔ اور سُنکر بڑا دکھ ہوا؟ بہن! تم مجھے اپنی خاص بہن کی طرح سمجھو۔ تمہارے کیا کوئی ہے؟"

کملا کے کلیجہ میں جیسے چھری اُتر گئی۔ دردمندانہ انداز سے بولی "میری اپنی بہن کوئی نہیں۔ میری ایک چچا زاد بہن ہے۔"

ہیم نلنی نے کہا:۔ بھائی! میری بھی کوئی بہن نہیں۔ جب میں چھوٹی تھی۔ اُسوقت میری ماں مر گئی تھی۔ کتنی ہی بار کتنی ہی دُکھ سُکھ کی باتیں سوچیں۔ ماں تو نہیں ہیں لیکن اگر ایک بہن ہوتی۔ بچپن سے تمام باتیں صرف دل ہی دل میں دفن کر کے رکھیں رفتہ رفتہ یہ عادت ہو گئی۔ کہ آج دل کھولکر کوئی بات نہیں کہہ سکتی۔ لوگ سوچتے ہیں۔ میں بڑی مدمتع ہوں۔ مگر تم ایسی بات کبھی نہ سوچنا۔ میرا دل پتھر جیسا ہو گیا ہے۔

کملا کے دل سے تمام شکوک دُور ہو گئے۔ اُسنے کہا "دیدی! میں کیا تمہیں اچھی لگونگی۔ مجھے تو تم نہیں جانتیں۔ میں بہت جاہل ہوں۔"

ہیم نلنی نے ہنسکر کہا:۔ "مجھے جب تم اچھی طرح جانو نگی۔ تو سمجھوگی۔ کہ میں بھی جاہل مطلق ہوں۔ میں نے صرف بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ اور کچھ نہیں جانتی۔ اسی وجہ سے تم سے کہتی ہوں۔ اگر میں اس گھر میں آؤں۔ تو تم مجھے کبھی نہ چھوڑنا۔ گرہستی کے بارے میں بہت کچی ہوں۔"

کملا نے طفلانہ انداز سے کہا:۔ "تم تمام بار میرے سر پر ڈال دینا۔ میں بچپن سے کام

کاج کرتی رہی ہوں۔ دونوں بہنیں ملکر گرہستی چلائینگی۔ تم اُنہیں سُکھی رکھنا۔ اور میں تمہاری سیوا کرونگی"

ہیم نلنی نے کہا:۔ "اچھا بہن! تم نے تو اپنے شوہر کو اچھی طرح دیکھا بھی نہیں کچھ تمہیں اُنکا خیال ہے؟"

کملا نے اس سوال کا کوئی صاف جواب نہ دیکر کہا:۔ "شوہر کی بات دل میں کیسے سوچتے ہیں۔ پیاری دیدی! یہ میں نہیں جانتی۔ چاچا جی کے گھر میں جب آئی اُسوقت شیل کے ساتھ میری ملاقات ہوئی۔ وہ اپنے شوہر کی جس طرح خدمت کرتی تھیں اُسے آنکھوں سے دیکھکر مجھے ہوش آیا۔ میں نے تو شوہر کو کبھی دیکھا نہیں۔ پھر بھی میرے دل میں بھگتی کی ایک ایسی لہر اُٹھی۔ جو ناقابل بیان ہے۔ بھگوان نے مجھے اُسی پوجا کا پھل دیا ہے۔ اِسوقت میرے شوہر میرے دل کے سامنے نظر آتے ہیں۔ اُنہوں نے مجھے قبول نہیں کیا۔ مگر اب میں نے اُنہیں پالیا ہے"

کملا کی یہ عقیدت آمیز گفتگو سُنکر ہیم نلنی کا دل ہو گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولی:۔ "تمہاری باتیں میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ اسی طرح سب کچھ ملتا ہے۔ سب پاکر پھر لالچ کا پانا۔ یہ سب ضائع ہو جاتا ہے"

کملا نے یہ بات اچھی طرح سمجھی یا نہیں۔ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ ہیم نلنی کی طرف دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد بولی:۔ "دیدی! جو تم کہہ رہی ہو وہ ہی سچ ہوگا۔ میں اپنے دل میں کوئی دُکھ نہیں آنے دیتی۔ میں اچھی ہوں۔ جہاں تک میں نے پایا ہے۔ یہی مجھے پورا فائدہ ہے"

ہیم نلنی نے کملا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا:۔ "جب تیاگ اور فائدہ یکساں ہو جاتا ہے۔ تو اسی وقت پورا پورا فائدہ ہوتا ہے۔ یہی بات میرے گورو نے بتائی ہے۔ بہن! سچ کہتی ہوں۔ اگر تمہاری جیسی عاجزی کی مجھ میں قابلیت ہوتی۔ تو میں اپنے آپکو مبارک سمجھتی"

کملا نے کسی قدر متحیر ہو کر کہا:۔ "کیوں دیدی؟ تمہیں تو سب کچھ ملیگا۔ کسی بات کی کمی تو نہ رہیگی؟"

ہیم نلنی نے کہا:۔ "ہاں! سب پانے کی اُمید ہے۔ اسی کو پاکر جیسے سُکھی ہو سکتی

ہُوں — اِس سے زیادہ اگر ملا۔ تو وہ بار ہوگا۔ اور بہت دُکھ ہوگا۔ میرے مُنہ سے یہ تمام باتیں سُنکر تمہیں حیرت ہوگی — مجھے خود بھی تعجب ہوتا ہے — مگر یہ سب باتیں جیسے ایشور کی جانب سے ہی مجھے سوچنے کو ملی ہیں۔ بہن! تمہیں کیا خبر! کہ میرے دِل پر کیسا بوجھ ہے — تمہیں پاکر میرا دِل جیسے ہلکا ہوگیا — مَیں نے طاقت پائی — اِسی وجہ سے میں اسقدر بک رہی ہُوں۔ میں اسوقت بھی باتیں نہیں کرسکتی۔ تم کس طرح میری باتیں جان لیتی ہو؟

(۵۹)

راج منی کے پاس سے واپس آکر ہیم نلنی اپنی نشست گاہ میں آئی۔ وہاں اُسے ایک بھاری لفافہ ملا۔ لفافہ پر پتہ دیکھتے ہی وہ سمجھ گئی۔ کہ یہ خط رمیش کا ہے۔ کانپتے ہوئے دل سے اُسنے خط اُٹھاکر اپنی خوابگاہ میں گئی۔ اور اُسکا دروازہ بند کرکے پڑھنے لگی۔

خط میں رمیش نے کملا کے متعلق تمام واقعات بالتفصیل لکھے تھے۔ آخیر میں لکھا تھا۔ "تمہارے ساتھ میرا جو بندھن ایشور نے مضبوط کیا تھا۔ دُنیا نے اُسے توڑ دیا۔ تم نے اِسوقت دُوسرے کو اپنا دِل نذر کر دیا ہے — اسی لئے مَیں تمہیں کِسی طرح قصوروار نہیں کہہ سکتا — مگر تم بھی مجھے دوش نہ دینا۔ اگرچہ میں نے ایک دِن کے لئے بھی کملا سے بیوی کی طرح سُلوک نہیں کیا۔ تاہم رفتہ رفتہ اُسنے جو میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ یہ تمہارے رُوبرو قبول کرنا میرا فرض ہے۔ آج میرے دِل کی کیا حالت ہے۔ یہ مَیں اچھی طرح خود بھی نہیں جانتا۔ تم اگر مجھے نہ چھوڑتیں۔ تو میں تمہارے دِل میں پناہ گزیں ہوتا۔ اِس موقع پر مَیں پریشان ہوکر اپنا بیتاب دِل لئے ہوئے تمہارے پاس دوڑا آتا۔ مگر آج جب میں نے صاف صاف دیکھ لیا — کہ تم نے مجھ سے نفرت کرکے مُنہ پھیر لیا ہے جب سُنا۔ کہ دوسرے کے ساتھ شادی کرنے کے لئے تم رضامند ہوگئی ہو تو میرے دِل میں بھی ایک ہلچل پیدا ہوگئی ہے۔ دیکھتا ہوں۔ کہ اَب بھی کملا کو پُورے طور سے بھول نہیں سکتا۔ بھولوں یا نہ بھولوں۔ اِس میں سوائے میرے اور کسی کا قصور نہیں اور نہ سوائے میرے کسی کا نقصان ہے۔ میرا نقصان کیسے؟ دُنیا میں جن دو

عورتوں کو مَیں نے اپنے دل میں جگہ دی تھی۔ انہیں بھولنے کی طاقت مجھ میں نہیں۔ بلکہ انہیں تا بہ زندگی یاد رکھنے سے میرا فایدہ ہے۔ آج صبح جب تمہارے ساتھ تھوڑی دیر کی ملاقات میں بجلی کی سی چوٹ کھا کر گھر واپس آیا۔ اُسوقت ایکبار دل ہی دل میں سوچا تھا۔ میں بدنصیب ہوں؟ مگر اب میں یہ بات نہیں مانونگا۔ میں یکسوئی سے، خوشی سے تم سے رخصت کی درخواست کر رہا ہوں ــــ میں اپنے دل کی تمام طاقتوں کو ساتھ لیکر خوشی کے ساتھ تمہارے پاس سے رخصت ہونگا۔ تمہارے کلیان کی وجہ سے ــــ یدھاتا کے کلیان سے میں اپنے دل میں اس وقت جیسے کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کرتا۔ تم سُکھی ہو تمہارا منگل ہو۔ مجھ سے تم نفرت نہ کرنا ــــ مجھ سے نفرت کا کوئی سبب نہیں؟"

آنندچرن بابو کرسی پر بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ یکایک ہیم نلنی کو دیکھکر وہ چونک اُٹھے۔ بولے ہیم! تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے کیا؟

ہیم نلنی نے کہا "نہیں بابا! رمیش بابو کا ایک خط پایا ہے۔ یہ لو۔ پڑھ کر پھر مجھے واپس دیدینا۔

یہ کہکر ہیم نلنی نے خط دیا۔ اور خود چلی گئی۔ آنندچرن نے چشمہ لگا کر دو تین بار اس خط کو پڑھا ــــ اسکے بعد اسے ہیم نلنی کے پاس بھیجکر سوچنے لگے۔ بالآخر سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا۔ "یہ بھی ایک طرح پر اچھا ہی ہوا" رمیش کی نسبت نلنی کانت کہیں بہتر ہے۔ رمیش میدان سے خود ہی بھاگ گیا۔ یہ بہت اچھا ہوا۔

یہی سوچ رہے تھے۔ کہ اتنے میں نلنی کانت آگئے۔ اُنہیں دیکھکر آنندچرن چونک اُٹھے۔ کیونکہ صبح ہی وہ اُن سے کئی بار مل چکے تھے۔ اب وہ پھر کیوں آئے؟ وہ دل ہی دل میں یہ سوچ کر ہنسنے لگے۔ کہ ہیم نلنی پر نلنی کانت کا دل آیا ہے۔

کسی بہانہ سے ہیم نلنی اور نلنی کانت کی ملاقات کرواں سے خود ہٹ جائیں۔ وہ سوچ رہے تھے۔ اتنے میں نلنی کانت نے کہا "آنندچرن بابو! آپکی لڑکی کے ساتھ میری شادی کی تجویز ہوئی ہے۔ اسکے ہونے سے پیشتر ہی میں اپنے خیالات ہیں میں نہیں ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔

آنند چرن نے کہا:- اچھی بات ہے۔ فرمایئے۔
نلنی کانت نے کہا:- آپ نہیں جانتے۔ پہلے ہی میری شادی ہو چکی ہے۔
آنند چرن نے کہا:- جانتا ہوں۔ مگر-"
نلنی کانت۔ آپ جانتے ہیں۔ یہ سنکر میں متحیر ہوں۔ مگر وہ مر چکی ہے۔ یہی آپ اندازہ لگاتے ہونگے۔ یقیناً کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ صرف یہی کیوں؟ میرا خیال ہے کہ وہ زندہ ہے۔
آنند چرن نے کہا:- ایشور کرے۔ کہ یہی سچ ہو۔ ہیم! ہیم!!
ہیم نلنی نے آکر کہا:- "بابا"
آنند چرن:- رمیش نے تمہیں جو خط لکھا ہے۔ اس میں جو حصہ--
ہیم نلنی نے وہ خط نلنی کانت کے ہات میں دیکر کہا:- "اس خط کو تمام و کمال پڑھنا فرض ہے -- یہ کہکر ہیم نلنی چلی گئی"
خط پڑھکر نلنی کانت خاموشی سے بیٹھ رہے۔ آنند چرن نے کہا:- ایسے دردانگیز واقعات میں عموماً نہیں ہوتے۔ اس خط کی وجہ سے آپکے دل کو چوٹ تو ضرور لگی ہوگی۔ مگر آپ سے پوشیدہ رکھنا بھی ہم لوگوں کے لئے مناسب نہیں تھا۔
نلنی کانت کچھ دیر تک خاموش رہ کر آنند چرن سے رخصت ہوگئے۔ جاتے ہوئے اترکے برامدے میں ہیم نلنی کو دیکھا۔
ہیم نلنی کو دیکھ کر نلنی کانت کے دل میں چوٹ لگی۔ یہ جو عورت خاموش کھڑی ہے۔ اسکی پرسکون مطمئن شکل اسکے دل کو کیسے کہہ رہی ہے۔ اسوقت اسکے دل میں کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ اسکے جاننے کی کوئی تدبیر نہیں -- نلنی کانت کو اسکی کوئی ضرورت ہے یا نہیں۔ یہ سوال بھی نہیں کیا جاتا۔ اسکا جواب ملنا بھی مشکل ہے نلنی کانت کا درد مند دل سوچنے لگا:- اسے کوئی تسلی دی جائے۔ یا نہیں۔ مگر انسان انسان میں کیا فرق ہے؟ دل اسقدر خوفناک ہوکر کیا اکیلا ہی ہے؟"
نلنی کانت کی خواہش کے جذبہ کا پتہ کون لگائے۔ جب اس جگہ سے

سے جب وہ برامدہ کے سامنے آئے۔ تو دیکھا۔ کہ ہیم نلنی برامدہ سے کمرے میں چلی گئی ہے۔ دل کے ساتھ دل کی ملاقات آسان نہیں۔ انسان کے ساتھ انسان کا تعلق معمولی نہیں۔ اسی غور و فکر میں ڈوبے ہوئے نلنی کانت گاڑی پر سوار ہوئے۔

نلنی کانت کے چلے جانے پر جوگیندر آگیا۔ آنند چرن نے پوچھا: کیوں جوگیندر اکیلے کیوں؟

جوگیندر نے کہا: دوسرا کون ہے جسکی امید کرتے ہو؟

آنند چرن نے کہا: کیوں؟ رمیش!

جوگیندر نے کہا: کیوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کل سے اسے نہیں دیکھا۔ میز پر ایک کاغذ لکھا ہوا پڑا تھا۔ جاتا ہوں ــــ تمہارا رمیش۔ یہ تمام شاعرانہ باتیں میری سمجھ میں کیا آسکتی ہیں۔ اسلئے مجھے بھی یہاں سے جانا ہوگا۔ مجھے میری ہیڈ ماسٹری ہی اچھی ہے۔

آنند چرن نے کہا: ہیم کے لئے تو کوئی ــــ

جوگیندر ــــ اب کیوں؟ میں کیوں ٹھیک کرونگا۔ یہ کھیل بہت دنوں تک اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ مجھے اب زیادہ تکلیف نہ دو۔ میں جیسے اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ میں کل صبح کی گاڑی سے ہی جاؤنگا۔ راستہ میں بانکی پور میں مجھے کام ہے۔

آنند چرن چپ چاپ اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ دنیا پھر انہیں تاریک نظر آنے لگی۔

(۵۹)

شیلجا اور اسکے باپ چکرورتی مہاشے نلنی کانت کے گھر آئے۔ شیلجا کملا کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھی۔ چکرورتی راج منی کے ساتھ باتوں میں مشغول تھے۔

چکرورتی ــــ میری چھٹی تو ختم ہوگئی ــــ کل ہی غازی پور جانا ہوگا۔ اگر میری

نے آپکو کسی طرح تنگ کیا ہے — یا اگر آپ —"

راج منی:۔ چکرورتی مہاشے! آپ یہ کیا بات؟ آپکا خیال کیا ہے۔ ذرا بتائیے تو سہی۔ اگر آپ کسی بہانہ سے اپنی لڑکی کو لے جانا چاہتے ہیں؟ —

چکرورتی:۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ دیکر واپس لینے والا شخص نہیں — لیکن اگر آپ کو کچھ عدم سہولیت ہو؟

راج منی:۔ چکرورتی مہاشے! ہری داسی جیسی ستی لکشمی کو ساتھ رکھنے میں عدم سہولیت ہوگی۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

چکرورتی:۔ نہیں۔ نہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ شاید بعد میں نلنی کانت بابو کہیں۔ کہ یہ بلا کہاں سے میرے سر پڑی — تو — میری بیٹی بڑی ابھمانی ہے۔ اگر اس نے ذرا بھی دیکھا کہ نلنی کانت میری موجودگی کو کسی قدر محسوس کرتے ہیں۔ تو اسکے لئے بڑی مصیبت ہو جائیگی؟

راج منی:۔ میری بول!" نلنی کانت سے ایسی امید رکھنا فضول ہے؟

چکرورتی:۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر دیکھئے۔ میں ہری داسی کو اپنی جان سے زیادہ پیار کرتا ہوں۔ اسی وجہ سے میں بہ آسانی مطمئن نہیں ہوتا۔ نلنی کانت نے اگر ناراضگی کا بھی اظہار نہ کیا۔ اور دل ہی دل میں ملال لئے رہے۔ تو میرے لئے حد درجہ کے دکھ کی بات ہے۔ اُسکے گھر میں جب ہری داسی ہے۔ تو اُسے وہ اپنا سمجھ کر محبت کرینگے۔ وہ تو گھر کی دیوار نہیں۔ آدمی ہے — اس سے ناراض نہیں ہونگے۔ محبت بھی نہ کرینگے۔ وہ جب تک ہے — ہے۔ اسی قدر اسکا تعلق ہے۔

راج منی:۔ آپ قطعی فکر نہ کریں۔ ہری داسی کا جس میں بھلا ہوگا۔ نلنی کانت ہمیشہ یہی سوچتا رہا ہے۔ ہم لوگ اُسے جان بھی نہیں سکتے؟

چکرورتی:۔ یہ سنکر میں بہت مطمئن ہوا۔ پھر بھی میں جانے سے پیشتر ایکبار نلنی کانت بابو سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ایک عورت کا پورا پورا بار اپنے سر لے۔ ایسے اشخاص دنیا میں بہت کم ملتے ہیں۔ میں ان سے یہی درخواست کرنا چاہتا ہوں

...کہ اسے اپنا سمجھ کر رکھیں ۔

راج منی نلنی کانت کے متعلق یہ اچھے خیالات سنکر پھولی نہ سمائیں۔ چکرورتی نے کہا۔ میں نے سنا ہے۔ نلنی کانت کی شادی کی تجویز ہو رہی ہے۔ بہو کی عمر بھی تھوڑی نہیں۔ سیانی ہے۔ اسکے علاوہ پڑھی لکھی بھی خوب ہے۔ ایسی لڑکیاں ہمارے سماج میں کہاں ملتی ہیں۔ اسی وجہ سے سوچتا ہوں۔ ممکن ہو تو ہری داسی ۔۔۔

راج منی:۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر یہ شادی نہیں ہوگی ۔

چکرورتی:۔ رشتہ ٹوٹ گیا ہے؟

راج منی:۔ جب ہوا ہی نہیں۔ تو ٹوٹے گا کیا؟ نلنی کانت کی ذرا بھی خواہش نہیں تھی۔ میں ہی ضد کرتی تھی۔ جو ہونیوالا ہی نہیں۔ اس میں زور دینا لاحاصل ہے۔ ایشور کی کیا مرضی ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مرنے سے پہلے بہو دیکھنے کی بڑی مدت تھی ۔

چکرورتی:۔ ایسی بات نہ کہو۔ میں کیا کرنے آیا ہوں۔ جب تک کچھ ہو نہ جائیگا۔ منہ کیونکر میٹھا ہوگا؟

راج منی:۔ آپکے منہ میں گھی شکر۔ نلن کے لئے میں بہت متفکر رہتی ہوں۔ اب تو میں مرنے کے قریب آئی۔ آپ کچھ فکر کیجئے۔ دیر نہ کیجئے۔ میں بہت دن نہیں بچوں گی ۔

چکرورتی:۔ گھبرائیے۔ ابھی آپکو بہو کا منہ دیکھنا ہے۔ وہ آپکی بھگتی شردھا کریگی ایشور کی کرپا سے سب ٹھیک ہو جائیگا۔ اس وقت اگر اجازت دیں۔ تو کیا ہری داسی کو بلا کر اسکے فرائض بتا دیئے جائیں ۔

راج منی نے کہا۔ آپ شیل اور ہری داسی تینوں باتیں کیجئے۔ میں جاتی ہوں۔ ایک ضروری کام ہے ۔

چکرورتی نے شیل اور کملا کے پاس آکر دیکھا۔ کملا کی آنکھوں سے آنسو بہہ

رہے ہیں۔ وہ شیلجا کے پاس بیٹھ کر چُپ چاپ اُسکی طرف دیکھنے لگے۔ شیل نے کہا:۔ بابا! میں کمل سے کہتی ہوں۔ کہ اب نلنی کانت بابُو سے تمام باتیں صاف صاف کہدینے کی ضرورت ہے۔ اسی بات کو لیکر تمہاری یہ ناواقف اور بے عقل ہری داسی میرے ساتھ لڑائی کر رہی ہے +

کملا نے کہا:۔ نہیں دیدی! تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ ایسی بات زبان پر نہ لاؤ۔ یہ کسی طرح نہیں ہوگا"

شیل نے کہا:۔ تمہاری عقل بھی خوب ہے۔ تم چُپ چاپ رہو۔ اور ہیم نلنی کے ساتھ نلنی کانت کی شادی ہو جائے۔ شادی سے لیکر اب تک تو گُڑھ گُڑھ کر مری ہو۔ اب پھر کچھ اور کرنا چاہتی ہو؟

کملا نے کہا:۔ دیدی! میری بات کسی سے کہنے والی نہیں۔ میں سب برداشت کر سکتی ہوں۔ مگر یہ شرم نہ برداشت کر سکونگی۔ جس حالت میں ہوں بھلی ہوں۔ مجھے کوئی دُکھ نہیں۔ لیکن اگر سب باتیں ظاہر کر دوگی۔ تو میں کون مُنہ لیکر دم بھر بھی اس گھر میں رہ سکونگی۔ اور کیونکر زندہ رہ سکونگی؟

شیل اس بات کا کوئی جواب دے سکی۔ مگر کیا اسی وجہ سے ہیم نلنی کیساتھ نلنی کانت کی شادی ہو جائیگی۔ یہ خاموشی سے برداشت کرنا اُسکے لئے محال ہو گیا۔

چکرورتی نے کہا:۔ جس شادی کی بات کہتی ہو۔ وہ ہو گی۔ ایسا کونسا ثبوت ملا؟

شیل:۔ بابا! کہتے کیا ہو۔ نلنی کانت کی ماں آشیرباد دے آئی ہیں +

چکرورتی:۔ وشویشور کے آشیرباد میں وہ آشیرباد پھنس گیا۔ بیٹی کملا! تمہیں کوئی خوف نہیں۔ دھرم تمہاری مدد کریگا!

کملا کی سمجھ میں تمام باتیں نہیں آئیں۔ اُسکی آنکھیں پھاڑ کر آنسو نکل آئے +

چکرورتی نے کہا:۔ اس شادی سے نلنی کانت بھی راضی نہیں اور اُسکی ماں کا ماتھا بھی ٹھنکا ہے +

شیل بہت خوش ہو کر بولی۔ اماں! گانا بجانا سُنکر مجھے تمام رات نیند

نہیں آئی۔ مگر جو ہو۔ کملا کیا اپنے گھر میں اتنے دنوں تک اس طرح غیر ہو کر رہیگی۔ کب تک تمام معاملہ کی صفائی ہو جائے گی۔

چکرورتی: بیٹی! گھبراؤ نہیں۔ جب وقت آجائیگا۔ اُسوقت سب آسان ہو جائیگا۔

کملا نے کہا:۔ اب تو بیٹا! یہی آسان ہے۔ اِسی سے آسان اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں بڑے سکھ میں ہوں۔ چاچا جی! اس سے زیادہ سکھ کی اُمید میں تقدیر کو بدل دینے کی کوشش نہ کرو۔ میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ تم کسی سے کچھ نہ کہنا۔ مجھے اسی گھر کے ایک کونے میں چھوڑ کر میری بات بھول جاؤ۔ میں بہت سکھ میں ہوں۔ کہتے کہتے کملا کی دونوں آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

چکرورتی نے بیٹیا یا نہ انداز سے کہا: ہاں! درست کہتی ہو۔ تم جو کہہ رہی ہو وہ میں خوب سمجھ رہا ہوں۔ تمہاری اِس شانتی میں خلل انداز ہونا نہیں چاہتا۔ بیدھاتا جو کچھ کر رہا ہے ہم کوتاہ بیں ہو کر کیا اُس میں دخل اندازی کر سکتے ہیں۔ میری اتنی عمر ہوئی۔ میں ان سب باتوں سے گھبراتا نہیں۔

اتنے میں رمیش اپنا ہنستا ہوا چہرہ لیکر آ کھڑا ہوا۔ اُسنے کہا:۔ رمیش بابو بیٹھے کمرے میں ڈاکٹر صاحب کے متعلق کچھ پوچھ رہے ہیں!

کملا کا چہرہ زرد ہو گیا۔ چکرورتی مہاشے جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بولے بیٹی! خوف کی بات نہیں۔ میں سب ٹھیک کئے دیتا ہوں۔

چکرورتی نے نیچے آ کر رمیش کا ہاتھ پکڑ کر کہا:۔ آئیے۔ رمیش بابو! ذرا ندی میں آپ سے دو چار باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

رمیش نے متحیر ہو کر کہا:۔ چاچا جی! آپ یہاں کہاں؟

چاچا جی نے کہا:۔ آپ ہی کے لئے آیا ہوں۔ ملاقات ہو گئی۔ بہت اچھا ہوا۔ آئیے۔ اب دیر نہیں۔ کام کی بات سُنئے۔ یہ کہکر رمیش کو ساتھ لیکر کچھ دور جا کر کہا۔ رمیش بابو! آپ اس مکان میں کیوں آ گئے؟

رمیش نے کہا۔ "نلنی کانت کی تلاش میں آیا تھا۔ اُن سے کملا کے تمام حالات کہنے مناسب ہیں یَیں نے سوچا تھا۔ ممکن ہے۔ کملا زندہ ہو"۔

چکرورتی نے کہا۔ "اگر کملا زندہ ہی ہو۔ اور نلنی کانت کیساتھ اُنکی ملاقات ہو۔ تو آپکی زبان سے نلنی کانت کو تمام حالات سُننے میں کیا آسانی ہوگی؟ اُنکی بُوڑھی ماں ہے اگر انہوں نے یہ سب سُنا۔ تو کیا کملا کے لئے اچھا ہوگا؟"

رمیش نے کہا۔ "سماج کی رُو سے کیا پھل ہوگا؟ نہیں جانتا۔ مگر کملا بالکل بے قصور ہے۔ یہ تو نلنی کانت کو جاننا ہی چاہیئے۔ کملا اگر مر چکی ہے۔ تو نلنی کانت بابو اُسکی یاد کی عزت کر سکیں گے"۔

چکرورتی نے کہا۔ "آپکی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ کملا اگر مر چکی ہے۔ تو اُسکی ایک رات کی شوہر کے پاس موجودگی یادگار رکھنے کیلئے کون سی معقول بات ہے اور اس یاد کو تازہ کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ جو مکان دیکھ رہے ہیں۔ اِسی مکان میں میری سکونت ہے۔ کل صبح اگر ایکبار آپ آسکیں۔ تو آپ سے تمام باتیں صاف صاف کہونگا مگر اس سے پیشتر نلنی کانت بابو سے آپ نہ ملیگا۔ یہی میری درخواست ہے"۔

رمیش نے کہا:۔ "اچھا!"

چکرورتی نے واپس آکر کملا سے کہا۔ "بیٹی! کل صبح تم کو میرے مکان پر آنا ہوگا۔ وہاں تم رمیش سے خود ہی تمام باتیں کہنا۔ یہی مَیں نے طے کیا ہے"۔

کملا پھر بھی مُنہ نیچے کئے ہوئے بیٹھی رہی۔ چکرورتی نے کہا۔ "میں یقین کیساتھ کہتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا۔ تو نہ چلیگا۔ بیٹی! دل سے تمام فکر نکال دو۔ جو جگہ تمہاری ہے۔ وہاں کسی کا قدم نہ پڑنے دونگا۔ یہی تو تمہارا کام ہے۔ اس میں کچھ نہ کر سکوں گا"۔

کملا پھر بھی مُنہ نیچے کئے رہی۔ چکرورتی نے کہا۔ "بہت کچھ صفائی ہو چکی ہے اب یہ جو تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ اِسے صاف کرنے میں شرم سے کام نہ لینا"۔

اتنے میں پاؤں کی آہٹ سُنکر کملا نے مُنہ اُٹھا کر دیکھا۔ دروازے کے سامنے

نلنی کانت کھڑے ہیں۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ دوسرے دن نلنی کانت جس طرح تیزی سے اپنی آنکھ ہٹا لیتے تھے۔ آج جیسے انہوں نے اس جلدی سے کام نہیں لیا۔ اگرچہ وہ ہر بیکے لئے انہوں نے کملا کی طرف دیکھا تھا۔ مگر انکی اسی دم زدن کی نگاہوں نے کملا کے رنگ پیے میں ایک ہلچل سی مچا دی۔ دوسرے دن کی طرح غیر قدوری شرم وحیا آج سید راہ نہ ہوئی۔ شیلجا کو دیکھ کر نلنی کانت چلا ہوا لے گئے۔ اتنے میں چکرورتی نے کہا:۔ نلنی کانت بابو! جائیے نہیں۔ ہم آپکو اپنا عزیز سمجھتے ہیں۔ یہ میری لڑکی شیلجا ہے۔ اسی کی لڑکی کا آپ نے علاج کیا ہے۔ شیلجا نے نلنی کانت کو نمسکار کیا۔ نلنی کانت نے پوچھا:۔ آپکی لڑکی اچھی تو ہے ؟

شیلجا نے کہا:۔ اچھی ہے ؟

نلنی کانت کے بیٹھنے پر چکرورتی نے دیکھا۔ پیچھے سے کملا بھاگی جا رہی ہے۔ نلنی کانت کی اس دم زدن کی نگاہ لیکر وہ مسرت آمیز تحیر سے اپنے کمرے میں اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی ؟

اتنے میں راج منی نے آکر کہا:۔ ذرا تکلیف فرما کر یہاں آئیے ؟

دونوں میں کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ اسکے بعد چکرورتی مہاشے کملا کا ہات پکڑے نلنی کانت اور راج منی کے سامنے لائے۔ پیچھے پیچھے شیلجا بھی آئی ؟

چکرورتی نے کہا:۔ نلنی کانت بابو! آپ میری ہری داسی کو دوسرا نہ سمجھیگا۔ اس کو کہیں آپ ہی کے مکان میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اسے آپ اپنا سا سمجھئے۔ اسے کچھ دینا نہیں ہوگا۔ اپنی خدمت کا پورا پورا حق دیجئے۔ یہ اطمینان رکھئیگا۔ کہ یہ غریب ایسی قصور وار نہ ثابت ہوگی ؟

کملا نے شرم سے اپنا سر نیچا کر لیا۔ اسکا چہرہ سرخ ہو گیا۔ راج منی نے کہا:۔ چکرورتی مہاشے! آپ کچھ خیال نہ کیجئیگا۔ میں ہری داسی کو اپنے گھر کی لڑکی کی طرح سمجھونگی میں نے اپنے تمام اختیارات اسی کو دیدیئے ہیں۔ اس گھر کی مالک اب یہ ہے۔ اب آپ اس کے لئے کیا چاہتے ہیں۔ بتائیے تو سہی!

چکرورتی نے کہا۔ بس! اسوقت میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا۔ لڑکی کا غم اس گھر میں آکر غلط ہوا ہے۔ اب میں یہی آشیرباد دیتا ہوں۔ کہ یہ سُکھی ہو ۔

کہتے کہتے چکرورتی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ نلنی کانت چُپ چاپ بیٹھے ہوئے سب سُن رہے تھے۔ جب سب چلے گئے۔ اُسوقت وہ چُپ چاپ اپنے کمرے میں گئے۔ اُسوقت موسم سرما کا غروب ہونیوالا آفتاب تمام گھر میں سُرخ شعاعوں سے جگمگاہٹ پیدا کر رہا تھا۔ وہی سُرخی کی جگمگاہٹ نلنی کانت کے عضو عضو میں داخل ہو کر جیسے اُن کے دِل کو رنگین بنائے دے رہی تھی ۔

ایک دن صبح نلنی کانت کے ایک ہندوستانی دوست نے گلاب کے پھولوں کی ایک ٹوکری بھیجی تھی۔ کمرہ سجانے کے لئے ملاح منی نے وہ پھولوں کی ٹوکری کملا کے سپرد کی۔ نلنی کانت کی خوابگاہ پھولوں کی بوئے خوش سے معطر و معنبر ہو رہا تھا۔ اسی خاموش کمرے میں کھڑکی کے راستہ سے غروب آفتاب کی سُرخ شعاعوں کے ساتھ ساتھ گلاب کی خوشبو نے مِل کر نلنی کانت کے دِل میں آرزوں اور اشتیاق کی ایک زبردست رُوح پھونک دی۔ اتنے دنوں تک اُنکی دنیا میں ہر چہار طرف پھول کی شانتی۔ گیان کی سنجیدگی تھی۔ آج وہاں یکایک ایسی شہنائی کیسے بج اُٹھی؟ اور کہاں سے؟ کسی نظر نہ آنیوالے رقص دلفریب اور پازیب کی جھنکار نے اُنکے دِل میں حسرتوں کی دھوم مچادی ۔

اُنہوں نے دیکھا کہ اُنکا بستر پھولوں سے مزین ہے۔ یہ پھول نہ معلوم کس کی چشم نیم باز کی طرح اُنکے مُنہ کیطرف دیکھ رہے تھے۔ خاموش رُوحانی التجا اُنکے دِل کے دروازہ پر سر پٹکا کرکے پڑ رہی ۔

نلنی کانت نے انہیں پھولوں میں سے ایک پھول اُٹھالیا۔ وہ کچے سونے کے رنگ کی طرح زردی مائل تھا۔ ابھی پوری طرح شگفتہ نہیں ہوا تھا۔ مگر اپنی خوشبو نہیں چھپا سکتا تھا۔ اُسی پھول کو ہات میں لیتے ہی وہ جیسے کسی کی اُنگلی کی طرح اُنکی اُنگلیوں میں چھو گیا۔ اُنکے جسم کی رگ رگ رم جھم کرتی ہوئی بجنے لگیں۔ اُسی نازک اور دلفریب پھول کو وہ اپنے چہرے اور آنکھوں کی پلکوں پر پھیرنے لگے ۔

دیکھتے دیکھتے آسمان سے غروب آفتاب کی شعاعیں نمودار ہوئیں۔ نلنی کانت گھر سے نکلنے سے پیشتر ایکبار اپنے بستر کے پاس گئے۔ اور چادر الٹ دی۔ اور تکیہ کے اوپر وہ پھول رکھدیا۔ باہر آتے ہی انہوں نے دیکھا کہ چارپائی کے دوسری طرف زمین پر ستہ ڈھانپے ہوئے رونے شرم و حیا میں لپٹی ہوئی کملا زمین میں گڑی جاتی تھی۔ ہائے رے کملا! شرم کرنے کے لئے کیا اور کوئی جگہ نہیں۔ وہ آج طاق و بستر کو خود ہی گلاب کے پھولوں سے مرصع کر رہی تھی۔ اتنے میں نلنی کانت کے پاؤں کی آواز آئی۔ شرم سے جلدی جلدی بستر کے دوسری جانب چھپ گئی۔ اسوقت بھاگنا غیر ممکن تھا۔ چھپنا بھی مشکل تھا۔ وہ شرم سے چور چور ہو کر زمین پر بیٹھی ہوئی پڑی گئی۔

نلنی کانت اس شرمسار کملا کو آزاد کرنے کیئے جلدی جلدی باہر جانے کی کوشش کرنے لگے۔ دروازے کے پاس پہنچکر کھڑے ہوگئے۔ کچھ دیر تک سوچتے سوچتے وہ آہستہ آہستہ کمرے میں آگئے۔ اور کملا کے سامنے کھڑے ہوکر بولے۔ تم مجھ سے میرے سامنے شرم کرنیکی ضرورت نہیں۔

(۶۱)

دوسرے دن صبح کملا چکرورتی مہاشے کے گھر گئی جب اُسکے بیٹے سے ملا۔ اُسی وقت آکر شیلجا کو لپٹا لیا۔ شیل نے کملا کی ٹھوڑی پکڑ کر کہا۔ کیوں بہن! اتنی خوشی کس بات کی؟

کملا نے کہا۔ دیدی! میں نہیں جانتی۔ مگر مجھے ایسا احساس ہوتا ہے کہ مجھے اِن کی کے تمام بارسے سبکدوشی حاصل ہوگئی ہے۔

شیل۔ تمام باتیں مجھ سے کہہ کل شام تک تو میں تھی۔ اسکے بعد کیا ہوا؟

کملا۔ ایسی تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے میں نہیں بھاگ گئی۔ ایشور نے جیسے مجھ پر دیا درشٹی ڈالی ہے۔

شیل۔ ایسا ہی ہو مگر بہن! مجھ سے کچھ نہ چھپانا۔

کملا۔ دیدی! تم سے چھپانے کی کیا بات ہے۔ مگر جو کہنے والی بات ہے۔ وہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ رات گذرتے ہی صبح اٹھتے ہی میرے دل میں یہی احساس ہوا کہ میری زندگی

ابتک بھی یہ معمہ نہیں کھلا تھا کہ اس بات کو کملا کیوں غازی پور سے یکایک چلی آئی۔ مگر یہ دریافت کرنا بالکل غیر ضروری تھا۔ اسوقت یہی ضروری ہے کہ میں اپنی زندگی کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کروں۔ اب مجھے پیچھے پھر کر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

(۴۳)

کملا نے مکان میں آکر دیکھا کہ راج لچھمی کے پاس آنند چرن اور ہیم نلنی بیٹھی ہوئی ہیں۔ کملا کو دیکھتے ہی راج لچھمی نے کہا "تو بیٹی ہو آئیں۔ بیٹی نلنی کو تم اپنے کمرے میں لے جاؤ۔ میں آنند چرن کو چائے پلا رہی ہوں۔"

کملا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ہیم نلنی نے کملا کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا "کملا!"

کملا نے نہایت ہی سادگی سے کہا "بہن! تم نے کیسے جانا کہ میرا نام کملا ہے؟"

ہیم نلنی نے کہا "ایک شخص کی زبانی میں نے تمہارے تمام حالات سنے ہیں۔ جب سنا تمام شکوک رفع ہوگئے۔ تمہیں کملا ہو۔ کیوں ہو۔ پتہ نہیں کہہ سکتی۔"

کملا نے کہا "بہن! میرا نام کوئی جانے یہ میری خواہش نہیں۔ اسی لئے میں ذلت کا شکار ہو چکی ہوں۔"

ہیم نلنی نے کہا "مگر بہن! جبکہ قصور ہی تو نہیں تمہارے اختیار کے باہر تھے۔"

کملا نے سر جھکا کر کہا "نہیں نہیں میں نہیں سمجھتی۔ میرا کچھ قصور نہیں۔ کوئی دوسرا نہیں۔ میں نے دیکھا بھی نہیں چاہا تھی۔"

ہیم نلنی نے کہا "مگر تمہارے شوہر سے تمہیں جو صدمہ پہنچا ہے کیا ان سے سب کچھ پوشیدہ رکھنے سے کام چلیگا؟"

یکایک کملا کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ وہ کوئی جواب نہ پاکر خاموشی سے ہیم نلنی کے چہرہ کیطرف دیکھنے لگی۔ آہستہ آہستہ چارپائی پر بیٹھ گئی اور بولی "بھگوان تو جانتے ہیں میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ پھر وہ مجھے کیوں اس طرح سے شرمندہ کرینگے۔ جو پاپ میں نے نہیں کیا اسکی مجھے سزا کیوں ملیگی۔ میں کیونکر ان سے اپنی تمام باتیں ظاہر کر سکونگی۔"

ہیم نلنی نے کملا کا ہاتھ پکڑ کر کہا "یہ بہت بڑی سزا نہیں۔ بلکہ تمہاری مکتی ہوگی جب تک

گئی۔ جو خوفناک چھوٹ پٹے کیطرح اضطراری صورت میں بھرپور تھی*

گھر گرہستی کے کاروبار سے فارغ ہو کر آج تمام دن صرف ہیم نلنی کی باتوں کا خیال اسکے دِل میں رہا۔ اعداً اسکی دردِ دلِ نگاریں برابر کملا کے دِل کو چوٹ پہنچاتی ہیں کملا ہیم نلنی کی زندگی کے واقعات سے واقف نہ تھی۔ صرف اسیقدر جانتی تھی۔ کہ نلنی کانت کیساتھ اسکی شادی کا تعلق چھوٹ گیا ہے۔ ہیم نلنی نے باغیچہ سے بہت سے پھول لا دیئے تھے۔ شام کو ہاتھ منہ دھوکر کملا نے اُن پھولوں سے ہار گوندھنا شروع کیا۔ درمیان میں ایک بار راج منی نے آکر اسکے پاس بیٹھ کر ایک گہرا سانس لیکر کہا:۔ "آہا! بیٹی!!

آج ہیم جب مجھے پرنام کرکے چلی گئی۔ اسوقت میرے دل کی کیا حالت ہوئی۔ نہیں کہہ سکتی۔ یہی کہونگی کہ ہیم بڑی اچھی لڑکی ہے۔ اس وقت میرے دل میں صرف یہی خیال آتا ہے کہ اگر میں اُسے اپنی بہو بنا سکتی۔ تو بہت خوش ہوتی صرف تھوڑی ہی کسر رہ گئی۔ ورنہ ہو ہی جاتی۔ مگر میرے لڑکے نے نہ معلوم کیا سوچا یہ وہی جانے*

آخر میں راج منی بھی اِس شادی میں خلل انداز ہوئی تھی۔ اس بات کو وہ دل میں نہیں لانا چاہتی تھی۔ باہر پاؤں کی آہٹ سُنکر راج منی نے پکارا "دلہن! ذرا سننا" کملا نے جلدی سے آنچل میں مالا اور پھول چھپا کر گھونگھٹ نکال لیا۔ نلنی کانت کے گھر میں داخل ہوتے ہی راج منی نے کہا:۔ "ہیم وغیرہ آج چلی گئیں۔ تیرے ساتھ کیا ملاقات نہیں ہوئی"*

نلن نے کہا:۔ "میں انہیں گاڑی پر سوار کرکے آیا تھا"*

راج منی نے کہا:۔ "خواہ کچھ ہی ہو۔ مگر ہیم نلنی جیسی لڑکی نظر نہیں آتی" نلنی کانت خاموش رہے کسیقدر مسکراہٹ کے آثار اُنکے چہرہ پر نظر آئے۔ راج منی نے کہا:۔ "اسقدر ہنستا کیوں ہے؟ میں نے ہیم کے ساتھ تیری شادی ٹھیک کی۔ آشیرباد تک دے آئی۔ اور تو نے ضد کرکے سب خراب کر دیا۔ اسوقت کیا تیرے دل میں کچھ افسوس نہیں معلوم ہوتا"*

نلنی کانت نے ایکبار متحیر شخص کی طرح کملا کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ دیکھا کملا آہستہ

کے روتے اندر پڑ بیٹھی۔ اور نہ معلوم کیا سوچنے لگی۔ اُسے کس نے پکڑ لیا۔ اور وہیں اُسکے
قدم گاڑ دیئے۔ یہ وہ نہیں جانتی تھی۔ تمام دُنیا اُسکی نگاہوں میں سایہ کی طرح نظر
آنے لگی۔ کتنا وقت گذر گیا۔ یہ بھی اُسے خیال نہ رہا۔ یکایک اُسنے دیکھا۔ نلنی کانت
کمرے سے باہر ہوکر اُسکے سامنے آ کھڑے ہوئے ہیں۔ کملا نے دم کے دم میں سر نیچا
ہوکر اُنکے چرنوں میں اپنا سر رکھ دیا۔ کھلی ہوئی لٹوں نے اُنکے پاؤں کو ڈھک لیا۔
اور زمین پر لوٹنے لگیں۔ پرنام کرنے کے بعد وہ پتھر کی مورتی کی طرح کھڑی
ہوکر بے حس و حرکت ہوگئی ہے اُسے یہ بھی خیال نہ رہا۔ کہ سر سے کپڑا سرک گیا ہے۔
اُسنے جیسا دیکھا ہی نہیں۔ نلنی کانت ساکن نگاہوں سے اُسکے چہرے کی طرف
دیکھتے رہے۔ اُن نگاہوں میں بیخودی کی جھلک تھی۔ کملا نے ایک نہایت ہی ملاحت
بار شرم کا جلوہ دکھا کر جھجکتے ہوئے کہا "میں کملا"

اس بات کے کہتے ہی جیسے اُسکی آواز تمام جسم اور دل و دماغ پر حاوی ہوگئی تصور
جاتا رہا۔ تیز جسم بے قرار چکر کھانے لگی۔ اُس وقت اُسکا تمام جسم کانپنے لگا۔
سر جھک گیا۔ گردن خمیدہ ہوگئی۔ وہاں سے ہلنے کی بھی طاقت اُس میں نہ رہی۔ کھڑا
رہنا بھی جیسے دشوار ہو گیا۔ اُسنے اپنا تمام زور۔ تمام طاقت الماس نلنی کانت کے
قدموں میں "میں کملا" کہکر نذر کردی۔ خود اپنے پاس شرم کے سوا کچھ نہ رکھا۔

اب سب کچھ نلنی کانت کی مہربانی پر موقوف تھا۔ نلنی کانت نے آہستہ آہستہ اُسکا
ہات اپنے ہات میں لیکر کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ تم میری کملا ہو۔ آؤ میرے کمرے میں آؤ"
پوجا گھر میں اُسے لیجا کر اُسکا گوندھا ہوا ہار اُسی کو پہنا دیا۔ اور بولے "آؤ ہم لوگ
اُنہیں پرنام کریں" دونوں جب پاس کھڑے ہوکر اس پتھر کی مورتی کے سامنے جھکے
اُس وقت کھڑکی سے صبح کی زریں شعاعیں دونوں کی پیشانی پر پڑیں۔

پرنام کرکے اور دوبارہ نلنی کانت کے چرنوں کی دھول لیکر کملا جب کھڑی ہوئی اُس وقت
اُسکی ناقابل برداشت شرم نے اُسے پریشان نہیں کیا۔ خوشی کے اثر سے نہیں۔ بلکہ ایک
زبردست بھگتی کی پُرسکون شانتی نے اُسکی عصمت و عفت پر ایک نہایت ہی صاف

شفاف روشنی سے جگمگا دیا۔ ایک پُرکیف روحانی عقیدت و سُرور نے اُسکے دل کے ایک
ایک حصے میں گہرے معرفت کا دریا بہا دیا۔ دیکھتے دیکھتے اُسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے
بڑے آنسو موتی کی طرح اُسکے چہرے پر ڈھلتے ہوئے معلوم ہوئے۔ وہ رونے سے بھی
نہیں رکے۔ اُسکی بیکس زندگی کے سیاہ بادل آج اس فرحت اثر ہوا سے منتشر ہوکر
نہ معلوم کہاں چلے گئے۔

کملا اپنی پوجا کو اب بھی ختم نہ کر سکی ۔۔۔ لبِ ہندل میں اب بھی فرحت اثر ترنگیں اُٹھ
رہی تھیں۔ اسی وجہ سے نلنی کانت کی خوابگاہ میں جا کر اسی کنول کے جوڑے کو سینہ
سے لگا کر اُسے وہی ہار پہنا دیا۔

راج منی نے کملا کی حالت دیکھکر کہا۔ بیٹی! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ ایک ہی دن میں تمام
مکان دھو کر صاف کرکے آراستہ کر دوگی۔

شام کو سلائی وغیرہ کا کام ختم کرکے آج کملا اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنے میں
نلنی کانت ایک کنول کا شگفتہ پھول لیکر کمرے میں داخل ہوئے اور بولے۔ کملا! اس
پھول کو تم پانی کے چھینٹے دیکر تر و تازہ رکھو۔ آج شام کو پھر ان ماں کو پرنام کرنے چلینگے۔
کملا نے سر نیچا کرکے کہا۔ "مگر میری سب باتیں تو انھوں نے نہیں سنیں۔"
نلنی کانت نے کہا۔ "تمہیں کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ میں سب جانتا ہوں۔"
کملا نے دائیں ہاتھ سے گھونگھٹ نکال لیکر کہا۔ "ہاں گیا ہے۔" اُسکی زبان
سے صرف اسی قدر نکلا۔ بات بھی ختم نہ کر سکی۔
نلنی کانت نے اُسکی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ "ہاں ہمیشہ سے میرے قصور
معاف کرتی آ رہی ہیں۔ جو قصور نہیں ہے اُسے بھی وہ معاف کر سکینگی۔"

---

۲۷ رمئی　　　سنہ ۱۹۱۹ء